جدید اسلحہ کی تجارت
فقہ اسلامی کی روشنی میں

تالیف
ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی

ایفا پبلی کیشنز۔نئی دہلی

نام کتاب : جدید اسلحہ کی تجارت — فقہ اسلامی کی روشنی میں
مؤلف: ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی
کمپوزنگ: محمد سیف اللہ
صفحات: ۱۹۴
قیمت:

ناشر

ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱— ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی — ۱۱۰۰۲۵

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

تقدیم

ابتدائیہ ۹

پہلا باب :تمہیدی امور ۱۱

جدید اسلحہ کی تعریف ۱۱

جدید اسلحہ کی انواع واقسام ۱۲

''تجارت'' کی تعریف ۱۳

دوسرا باب :اسلام میں کسب معاش اور تجارت کی اہمیت ۱٦

گداگری کی مذمت ۱۸

اسلام میں تجارت کی اہمیت ۲۱

تجارت میں اعتدال ۲۴

تیسرا باب :تجارت کے سلسلہ میں عمومی شرعی ضابطے ۲۸

دھوکہ اور فریب سے اجتناب ۲۸

جھوٹ سے پرہیز ۳۳

غبن فاحش سے دوری ۳۴

سود سے پرہیز ۳۶
قمار سے اجتناب ۳۸
اشیاءضروریہ کی ذخیرہ اندوزی سے اجتناب ۴۰
حرام اشیاء کی تجارت سے پرہیز ۴۳
مکمل باہمی رضامندی کا وجود ۴۶
اسباب نزاع سے احتراز ۴۸
ایفاء عہد ۴۹
دل شکنی سے پرہیز ۵۲
عبادت سے غافل کرنے والی تجارتی سرگرمی سے اجتناب ۵۳
چوتھا باب :اسلحہ کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں شرعی ضابطے ۵۵
درست نیت کا استحضار ۵۶
غلط استعمال کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرنے سے اجتناب ۵۶
حالت فتنہ میں فتنہ پروروں کے ہاتھ ہتھیاروں کی تجارت سے دوری ۵۹
دشمنان اسلام کے ہتھیاروں کی تجارت سے دوری ۶۲
انصاف پسند غیر متعصب حاکم کے ممنوعہ اسلحہ کی فروختگی اور تجارت سے اجتناب ۶۵
تجارتی مقابلہ آرائی کی خاطر رشوت سے دوری ۶۶
اسلام اور دینداری کے خلاف ہتھیاروں کا استعمال کرنے والوں کے ہاتھ خرید وفروخت سے پرہیز ۶۷

پانچواں باب :عمومی قسم کے جدید اسلحہ کی تجارت کے سلسلہ میں شرعی حکم ٦٩

ترقی یافتہ اسلحہ اختیار کرنے کے سلسلہ میں کتاب وسنت کی ہدایات ٧٢

عمومی قسم کے جدید اسلحہ کے جواز پر عقلی دلیل ٧٤

اسلحہ سازی ٧٧

پاک اور قابل انتفاع اسلحہ کی تجارت ٧٨

جدید اسلحہ کی تجارت کے مختلف احکام

ممنوعہ جدید اسلحہ کی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے

چھٹا باب :عام تباھی مچانے والے جدید اسلحہ کے سلسلہ میں شرعی حکم ٩٢

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تیاری ٩٤

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تیاری کے وجوب پر قرآنی دلائل ٩٤

عام تباہی مچانے والے جدید ہتھیاروں کی تیاری کے فرض ہونے پر حدیث سے دلائل ١٠٦

عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کرنے کے وجوب پر فقہی قواعد سے استئناس ١٠٨

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری کے وجوب پر فقہاء کے اقوال سے استئناس ١٠٩

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے تیار کرنے کے فرض ہونے پر عقلی دلائل ١١٢

عامی تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کے استعمال کا شرعی حکم ١١٨

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کے مباح ہونے کی قرآنی دلیلیں ١١٨

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کی اباحت پر احادیث مبارکہ سے دلیلیں ١٢٠

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کی اباحت پر عقلی دلائل ۱۲۱

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کے جواز پر فقہاء کے اقوال سے استئناس ۱۲۲

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کے سلسلہ میں شرعی ضابطے ۱۲۸

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری اور استعمال پر اشکالات کے جوابات ۱۳۲

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے خصائص کی بنا پر وارد اشکال کا جواب ۱۵۵

ہابیل وقابیل کے قصہ سے استدلال کا جواب

برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کے حکم سے استدلال کا جواب

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تجارت کا شرعی حکم ۱۷۵

خاتمہ ۱۷۷

فہرست مصادر ومراجع ۱۸۰

ابتدائیہ

تمام تر حمد وثنا اس ذات باری تعالی کے لئے جو ہر نقص وعیب سے پاک ہے، اور لاکھوں درود وسلام ہو، اس ہستی پر جو رحمۃ للعالمین ہے، اور جن پر اللہ کی آخری شریعت نازل ہوئی، اللہ تعالی ان پر، ان کی پاکیزہ آل واولاد اوران کے معزز اور مخلص رفقاء پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرمائے۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سائنس کی ترقی نے بنی نوع انسان کی زندگی کو ایک نیا رخ دیا ہے، اور زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں پر اثر ڈالا ہے، اور ایک طرح سے فطرت کے متعدد پوشیدہ رازوں کو لوگوں کے منافع اور فائدے کے لئے کھول کر رکھ دیا ہے، عام موجودات کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو، جہاں سائنس نے اپنے قدم نہ رکھے ہوں، اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں، جس میں اس کی مداخلت نہ پائی جاتی ہو۔

بلاشبہ سائنس کی ترقی کی وجہ سے جہاں انسانیت کے لئے بہت ساری سہولتیں بہم ہوئی ہیں، جس کی بنا پر وہ بنی نوع انسان کے لئے رحمت ہے، وہیں عام تباہی مچانے والے خطرناک ہتھیاروں کی ایجاد کی بنا پر وہ زحمت بھی ہے، جس نے انسانیت کو تباہی وبربادی کے دہانہ پر لاکھڑا کیا ہے، چنانچہ ان نو ایجاد نیوکلیائی، کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کے ذریعہ ایک وسیع علاقہ کو تباہ وبرباد کیا جاسکتا ہے، اور محارب اور غیر محارب میں تمییز کے بغیر، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور معذوروں سب کو صفحۂ ہستی سے چند لمحوں میں ختم کر کے پیوند خاک کیا جاسکتا ہے، بلکہ ان خطرناک اسلحوں کے تباہ کن اثرات موجودہ نسل کے بعد بھی کئی نسلوں تک باقی رہتے ہیں، اور وہ علاقے بھی اس کی چپیٹ میں آجاتے ہیں، جہاں ان مہلک ہتھیاروں کا استعمال بھی نہیں ہوا ہے۔

اسلامی شریعت اللہ کی نازل کردہ آخری اور انتہائی جامع وہمہ گیر شریعت ہے، چنانچہ اس کی روشنی میں ہر چیز اور مسئلہ سے متعلق اللہ تعالی کی مشیت اور قانون معلوم ہوسکتا ہے، خواہ وہ مسئلہ کسی بھی نوعیت اور زندگی کے کسی بھی میدان سے تعلق رکھنے والا ہو، چنانچہ قرآن کریم اور سنت نبویہ میں تجارت کے بنیادی اصول بتادیئے گئے ہیں کہ کسی کا مال ناحق نہ کھایا جائے، غلط بیانی اور دھوکہ وفریب دہی سے بچا جائے اور حرام اشیاء کی تجارت اور سود وقمار سے الگ رہا جائے، ان اصولی ہدایات کو اپناتے ہوئے کوئی شخص کسی بھی مباح چیز کا کاروبار کرسکتا ہے۔

جدید اسلحہ کی تجارت ایک اہم اور نیا مسئلہ ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ اس موضوع سے متعلق شرعی نقطہ نظر کو مفصل صورت میں کتاب وسنت، فقہاء ومجتہدین کے اجتہادات اور مقاصد شریعت کی روشنی میں سامنے لایا جائے، تاکہ معلوم ہو کہ شرعاً ان اسلحہ جات کو بنانا، ان کی خرید وفروخت اور کاروبار اور ان کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

اللہ تعالی جزائے خیر دے، جناب امین عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالی ورعاہ کو، کہ وہ مؤقر ادارہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے توسط سے اہم علمی موضوعات پر معیاری اور معتبر لٹریچر تیار کراکے اسے اہل علم واصحاب ذوق اور عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، چنانچہ اس رسالہ کو منظر عام پر لانے کے بھی وہی سبب بنے ہیں، اللہ تعالی انہیں دونوں جہاں کی سعادتوں سے مالامال کرے۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے، اور اسے ذخیرۂ آخرت بنادے۔

ہیچمداں

محمد شاہ جہاں ندوی

صدر شعبۂ حدیث وعلوم حدیث، وخادم فقہ واصول فقہ، وعمید کلیۃ القرآن

جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، مالاپرم، کیرالہ

۱/۱/۲۰۱۵ء

پہلا باب :

تمہیدی امور

اسلامی شریعت ایک جامع اور ہمہ گیر شریعت ہے، چنانچہ ایک انسان کی زندگی میں پیش آنے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے دائرہ کار سے باہر ہو، اور جس پر اس کے پانچ احکام وجوب، تحریم، استحباب، کراہت اور اباحت میں سے کوئی حکم نہ لگتا ہو۔

قبل اس کے کہ ہم جدید اسلحہ کے کاروبار کے سلسلہ میں شریعت کے موقف کو واضح کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''جدید اسلحہ اور ''تجارت'' کے فقہی مفہوم کو واضح کردیں۔

''جدید'' عربی زبان کا لفظ ہے، اور اس کے معنی ہیں، نیا، حال کا، موجودہ دور کا، اور اس مفہوم میں وہ قدیم کی ضد ہے (لسان العرب لابن منظور ۳/ ۹۱-۹۲، ط:۱، بیروت، دار صادر، ۲۰۰۰ء) جدید کو عربی میں ''حدیث'' بھی کہتے ہیں۔

اور ''ہتھیار'' کو عربی میں ''سلاح'' کہتے ہیں، اور اس کی جمع ''اسلحہ'' ہے، اور ''ہتھیار'' کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ ''**السلاح وهو ما يقاتل به**'' (ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ ۳/ ۹۴، بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء) (وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ لڑائی کی جاتی ہے) اور اسی مفہوم میں قرآن کریم میں وارد ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''**ود الذين كفروا لو تغفلون عن أسلحتكم**'' (۴/ النساء: ۱۰۲) (کافر یہ تمنا رکھتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیار سے ذرا غافل ہو جاؤ)۔

جدید اسلحہ کی تعریف:

فقہ کی اصطلاح میں ''جدید اسلحہ'' کی تعریف اس طرح ہے: یہ وہ ہتھیار ہیں جن کا

ماضی میں انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، اور جو اپنی نوعیت میں روایتی اور قدیم ہتھیار سے بالکل الگ ہیں اور جن کی ایجاد مادہ (Material) اور ٹکنالوجی (Technology) کی عظیم الشان ترقی کے بعد ہوئی، اور جو قتل اور تباہی کی زبردست قوت رکھتے ہیں۔

جدید ہتھیاروں کی قسمیں:

جدید ہتھیاروں کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

۱– پہلی قسم ان ہتھیاروں کی ہے جو عام تباہی مچانے والے نہیں ہیں، یعنی ان ہتھیاروں سے صرف ان لوگوں کو ہی ہلاک کیا جاسکتا ہے جن کو نشانہ بنایا جائے، جیسے بندوق (Gun)، رائفل (Rifle)، شوٹ گن (Shotgun)، پستول (Pistol)، ریوالور (Revolver)، مشین گن (Machinegun)، میزائل (Missile)، راکٹ (Rocket) اور دستی بم (Hand grenade) وغیرہ۔

۲– دوسری قسم ان ہتھیاروں کی ہے جو عام تباہی مچانے والے ہیں اور جو محارب اور غیر محارب میں تمیز کیے بغیر سب کو ہلاک کردیتے ہیں، اس قسم کی تین ذیلی قسمیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

الف– ایٹمی ہتھیار (Mucleor Weapons)، یہ سخت دھماکہ خیز ایٹمی بم (Atomic Bomb) ہیں جو بعض عناصر جیسے یورونیم (Uronium) کے جوہری جزء کو ریزہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی طاقت کے سہارے کام کرتے ہیں۔

اسی قسم میں ہائڈروجن بم (Hydrogen Bomb) اور نٹروجن بم (Nitrogen Bobm) داخل ہیں۔

ب– کیمیاوی ہتھیار (Chemical Weapons): یہ وہ ہتھیار ہیں جو انسانی جسم میں درد یا اس کے زہر آلود ہونے کا سبب بنتے ہیں، خواہ گیس کی شکل میں ہوں، جیسے کلورائن

(Chlorine)، یا سیال مادہ کی شکل میں ہوں، جیسے سرسوں گیس (Mustard gas)، زہریلی گیس (Poison gas)، یا ٹھوس جسم کی شکل میں ہوں جیسے کلورائن اسٹوفینن (Chlorine ascitovanon)۔

ج – حیاتیاتی ہتھیار:(Biological Weapons) اس کا مطلب یہ ہے کہ زندہ موجودات (Living Organisms) یا ان کے زہر کا استعمال انسانوں کو تباہ کرنے یا انہیں خسارہ سے دوچار کرنے یا ان کے نباتاتی یا حیوانی جائیدادوں کو تباہی کا شکار بنانے کے لئے کیا جائے۔

چونکہ اس طرح کے ہتھیار میں جراثیم اور بکٹر یا (Bacteria) یعنی زہریلے کیڑوں کا استعمال ہوتا ہے، لہذا انہیں جراثیمی ہتھیار (Bacteriological Weapons) بھی کہتے ہیں۔

اس قسم کے ہتھیار کے استعمال سے طاعون (Plague) اور کالرا (Cholera) وغیرہ وبائی امراض پھیلتے ہیں۔

تجارت کی تعریف:

''تجارت'' عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ نفع کی غرض سے خرید وفروخت کے ذریعہ مالی کاروبار کیا جائے، ابن منظور لکھتے ہیں :''تجر یتجر تجرا و تجارۃ (ن)، باع وشری، وکذلک اتجر، وھو افتعل، ورجل تاجر، والجمع تجار وتجار وتجر'' (لسان العرب ۲/ ۲۱۴) (تجر اور اتجر جو باب افتعال سے ہے، دونوں کے معنی ہیں خرید وفروخت کیا، اور خرید وفروخت کرنے والے کو تاجر کہتے ہیں، اور اس کی جمع ''تجار، تجار، اور تجر'' ہے) اور ابن فارس (م: ۳۹۵ھ) لکھتے ہیں :''التجارۃ معروفۃ'' (معجم مقاییس اللغہ ۱/ ۳۴۱) (سوداگری یا بیوپار کا مفہوم معروف ہے کہ نفع کی غرض سے خرید وفروخت کا معاملہ

کرنے کو کہتے ہیں)۔

فقہی اصطلاح میں ''تجارت'' (Business) نفع کی خاطر باہمی رضامندی سے شرعی حد کے اندر خرید وفروخت کا معاملہ کرنے کا نام ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :''**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم**'' (۴/النساء:۲۹) (اے ایمان والو، اپنے مال آپس میں باطل ذریعہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندانہ تجارت سے حاصل ہوجائے)۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :''**لا یحل لامرئ من مال أخیه إلا ما طابت به نفسه**'' (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۵۴۸۸، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (کسی شخص کے لئے اس کے بھائی کے مال سے صرف وہی مال حلال ہے جس میں اس کی خوشی شامل ہو) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :''**کل المسلم علی المسلم حرام :دمه، وماله وعرضه**'' (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۵۶۴، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۲۱۳) (ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے) اور علامہ مرغینانی لکھتے ہیں :''**ولأنه تجارة لا عن تراض، فیکون باطلاً بالنص**'' (الہدایہ مع الفتح، کتاب الحجر، باب الحجر بسبب الدین ۹/ ۲۷۲، بیروت، دار الفکر، اشاعت کی تاریخ اور نمبر موجود نہیں) (اور اس لئے کہ وہ ایسی تجارت ہے جو باہمی رضامندی سے نہیں ہے، لہذا نص قرآنی سے باطل ٹھہرے گی) اور شیخ شمس الدین محمد خطیب شربینی شافعی (م ۹۷۷ھ) رقمطراز ہیں:''**التجارة هی تقلیب المال بالمعاوضة لغرض الربح**'' (مغنی المحتاج ۲/ ۱۰۴، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ – ۱۹۹۴ء) (تجارت نفع کی غرض سے تبادلہ کے طور پر مالی کاروبار کرنے کا نام ہے)۔

اور علامہ کاسانی لکھتے ہیں:''**التجارة هی مبادلة المال بالمال**'' (بدائع الصنائع کتاب الزکوۃ، فصل الشرائط التی ترجع إلی المال ۲/ ۱۲) (تجارت مال کا مال سے تبادلہ کرنے کا نام ہے)۔

چنانچہ کتاب وسنت اورفقہاء کی تصریحات سے واضح ہے کہ تجارت باطل طریقہ پر نہ ہو یعنی شرعاً ممنوع چیزوں کی تجارت نہ ہو، اور باہمی رضامندی سے ہو، لہذا جوتجارت شرعا ممنوع اشیاء پر مشتمل ہو، وہ خواہ باہمی رضامندی سے ہو، شریعت کی نگاہ میں باطل اورناجائز ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ تجارت کی فطرت (Nature) گوخریدوفروخت کے عمل میں مضمر ہے لیکن اس کے مفہوم میں مال میں اضافہ اور بڑھوتری کرنا بھی شامل ہے یعنی تجارتی کاروبار کا مقصد ہی نفع کما کر مال بڑھانا ہے جیسا کہ ابن خلدونؒ نے لکھا ہے :"**التجارة محاولة الكسب بتنمية المال، بشراء السلع بالرخص، وبيعها بالغلاء**" (مقدمۃ ابن خلدون، الباب الخامس من الکتاب الأول فی المعاش ووجوہہ، الفصل التاسع فی معنی التجارۃ ص: ۴۹۴، ط: ۲، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۸ھ–۱۹۸۸ء) (تجارت مال میں اضافہ کے ذریعہ کمانے کی کوشش کا نام ہے، اس طرح کہ کم دام میں سامان خریدے اورزیادہ دام میں بیچے)۔

دوسرا باب:

اسلام میں کسب معاش اور تجارت کی اہمیت

مال دنیوی زندگی کی شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ زندگی کی گاڑی اپنی متوازن رفتار سے اسی وقت تک رواں دواں رہ سکتی ہے، جبکہ انسان کا ہاتھ مال سے خالی نہ ہو، اسی طرح بہت سی شرعی ضروریات اور تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جبکہ مال حاصل ہو، چنانچہ مال اللہ تعالی کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے انبیاء کرام پر اپنے جن احسانات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بڑے اہتمام کے ساتھ نعمت مال کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے :"**ووجدک عائلاً فأغنی**" (۹۳/الضحی:۸) (اور تجھے محتاج پایا تو غنی نہیں کیا؟) اور حضرت داؤد اور سلیمان –علیہما وعلی نبینا الصلاۃ والسلام– پر مال وسلطنت کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے :"**وورث سلیمان داؤد وقال یا أیها الناس علمنا منطق الطیر وأوتینا من کل شیئی، إن هذا لهو الفضل المبین**" (۲۷/النحل:۱۶) (اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا، اور اس نے کہا، اے لوگو، ہمیں پرندوں کی بولی کا علم بھی عطا ہوا ہے، اور دوسری بھی سب چیزیں ہمیں بخشی گئی ہیں، بے شک یہ نہایت ہی کھلا ہوا فضل ہے)۔

اسلام کی نظر میں مال کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن نے اسے ۲۵ مقامات پر "فضل اللہ" سے دس مقامات پر خیر سے اور ۱۲ مقامات پر رحمت سے اور دیگر بارہ مقامات پر "حسنۃ" (بھلائی) سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے :"**ومنهم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار**" (۲/البقرہ:۲۰۱) (اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور

آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور دوزخ کے عذاب سے بچا)۔

نیز اسلام کی نگاہ میں مال کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ شریعت کے پانچ مقاصد : (۱) مذہب کا تحفظ، (۲) زندگی کا تحفظ، (۳) عقل کی حفاظت، (۴) نسل، نسب اور عزت و آبرو کی حفاظت (۵) اور مال کا تحفظ، میں سے پانچواں مقصد جیسا کہ ظاہر ہے مال کا تحفظ ہے۔

مال کی اس زبردست قیمت کے پیش نظر، اسلام کسب معاش کو بڑی اہمیت دیتا ہے، بلکہ اسے فرض قرار دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :"فإذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل اللہ" (۶۲/الجمعہ: ۱۰) (پھر جب نماز ختم ہو جائے، تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کے فضل کو طلب کرو)، امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں :"وحجتنا فی ذلک قوله تعالی :أنفقوا من طیبات ما کسبتم" (۲/البقرہ: ۲۶۷) والأمر حقیقة للوجوب، ولا یتصور الإنفاق من المکسوب إلا بعد الکسب، وما لا یتوصل إلی إقامة الفرض إلا به یکون فرضاً، وقال تعالی :"فإذا قضیت الصلاة فانتشروا" (۶۲/الجمعہ: ۱۰) الآیة یعنی الکسب، والأمر حقیقة للوجوب" (سرخسی، المبسوط، کتاب الکسب ۳۰/۲۵۰–۲۵۱، بیروت، دار المعرفہ، ۱۴۱۴ھ–۱۹۹۳ء) (اہل سنت والجماعت میں سے جمہور فقہاء کے نزدیک بقدر ضرورت کسب معاش فرض ہے، اور اس سلسلہ میں ہماری دلیل ارشاد الٰہی : "اپنے کمائے ہوئے پاکیزہ مال میں سے خرچ کرو" ہے، اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے ہے، اور کمائی ہوئی چیز میں سے خرچ کرنے کا تصور کمانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، اور جس چیز کے بغیر فرض قائم کرنے کی طرف رسائی نہ ہو سکی، وہ چیز بھی فرض ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :"پھر جب نماز مکمل ہو جائے، تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کے فضل کو طلب کرو"، فضل طلب کرنے سے مراد کمائی کرنا ہے اور امر کا صیغہ حقیقتاً وجوب کے لئے ہے)، لہذا معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت کمائی کرنا فرض ہے۔ اور امام محمد بن الحسن الشیبانی رقم طراز ہیں :"طلب

الكسب فريضة على كل مسلم كما أن طلب العلم فريضة" (شیبانی (م: ۱۸۹ھ) "الكسب" ص ۳۲: تحقیق زکار، ط:۱، دمشق، حرصونی ۱۴۰۰) (حلال ذرائع سے مال کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے، جس طرح ہر مسلمان پر تحصیل علم فرض ہے) (خود نبی کریم ﷺ کی احادیث پاک سے حلال ذریعہ سے تحصیل مال کی فرضیت ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة**" (شعب الایمان حدیث نمبر: ۸۳۶۷، معجم ابن الاعرابی حدیث نمبر: ۱۱۶۷، اور اس کی سند میں کچھ کلام ہے) (حلال کمائی کرنا فرض نماز کے بعد ایک دوسرا فرض ہے)، مناوی (م: ۱۰۳۱ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "**كسب الحلال أصل الورع وأساس التقوى**" (مناوی، فیض القدیر ۴/۲۷۰، ط: ۱، مصر، المكتبة التجارية الكبرى، ۱۳۵۶ھ) (حلال مال کمانا پرہیزگاری کی اصل اور تقوی کی اساس ہے) (اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی سے حاصل کھانے کو سب سے بہتر کھانا قرار دیا ہے (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۷۲)۔

گداگری کی مذمت:

ایک طرف اسلام کسب معاش کی طرف توجہ دلاتا ہے تو دوسری طرف گداگری کو ناپسند کرتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وجعلنا النهار معاشا**" (۷۸/النبأ: ۱۱) (اور ہم نے دن کو وقت معاش بنایا) سو اس آیت سے پتہ چلا کہ جب اللہ تعالی نے دن کی روشنی اس لئے رکھی ہے کہ تلاش معاش میں آسانی ہو، تو گداگری کی بجائے کسب معاش ضروری ہے، ابن کثیر رقمطراز ہیں: "**جعلناه مشرقاً نيراً مضيئاً ليتمكن الناس من التصرف فيه والذهاب والمجيئ للمعاش والتكسب والتجارات، وغير ذلك**" (تفسیر ابن کثیر ۸/۳۰۷، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ)۔

(ہم نے دن کو روشن اور تابناک بنایا، تاکہ لوگ حصول معاش، کسب مال اور

تجارت وغیرہ کے لئے آنے جانے اوردن کے اندر تصرف کرنے پر قادر ہوجائیں)، نیز قرآن کریم گداگری کو ایک گھنونا عمل قرار دیتا ہے اور دینی مقصد کی وجہ سے کسب معاش کی جدوجہد سے باز رہنے والوں کو چہرے بشرے سے پہچان کران پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ عام گداگروں اور بھک منگوں کی طرح لوگوں کے پیچھے پیچھے نہیں بھاگتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :"**للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضرباً في الأرض، يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس إلحافا**"(۲/البقرہ:۲۷۳) (یہ صدقہ اورانفاق ان غریبوں کے لئے ہے جواللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں، زمین میں کاروبار کے لئے نقل وحرکت نہیں کرسکتے، بے خبران کی خودداری کے سبب ان کوغنی خیال کرتا ہے، تم ان کوان کی صورت سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے)۔

خود نبی کریم ﷺ نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"**لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره، خير له من أن يسأل أحداً، فيعطيه أو يمنعه**"(صحیح البخاری حدیث نمبر:۲۰۷۹، ۲۳۷۴،صحیح مسلم ۱۰۹۲) (تم میں سے ایک آدمی اپنی پشت پرلکڑی کا گٹھرا اٹھائے، یہ اس بات سے بہتر ہے کہ دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرے، پھر وہ دے یا نہ دے)۔

اورحضرت زبیر بن العوامؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : "**لأن يأخذ أحدكم حبله، فيأتي بحزمة الحطب على ظهره، فيبيعها، فيكف الله بها وجهه، خير له من أن يسأل الناس أعطوه أو منعوه**"(صحیح البخاری حدیث نمبر:۱۴۷۱) (تم میں سے ایک آدمی رسی لے اوراپنی پیٹھ پرلکڑی کا گٹھا اٹھالائے تا کہ اسے بیچے تا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالی اسے گداگری کی ذلت سے محفوظ رکھے یہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرے کہ وہ دیں یا نہ دیں)۔

ایک موقع سے نبی کریم ﷺ نے گداگر کے قیامت کے دن ذلیل ہونے کی تصویر کشی اس طرح کی: ”**لاتزال المسألة بأحدكم حتى يلقى الله، وليس في وجهه مزعة لحم**“ (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۱۴۷۹، صحیح مسلم: ۱۰۴۰) (تم میں سے ایک شخص برابر دست سوال دراز کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا) اور رسول کریم ﷺ نے بے حاجت محض مال بڑھانے کے لئے دست سوال دراز کرنے والے کو انگارہ جمع کرنے والا قرار دیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”**من سأل الناس أموالهم تكثراً، فإنما يسأل جمراً، فليستقل أو ليستكثر**“ (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۰۴۱) (جو لوگوں سے ان کے مال محض اپنا مال بڑھانے کے لئے طلب کرے، تو وہ انگارہ طلب کررہا ہے سو چاہے تو کم جمع کرے یا زیادہ)۔

اور ایک موقع سے آپ ﷺ نے چند صحابہ سے بیعت لیتے ہوئے فرمایا: ”**لا تسألوا الناس شيئاً**“ (لوگوں سے کچھ نہ مانگو) اور ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دست سوال دراز کرنا اسی وقت درست ہے کہ آدمی بالکل بے بس اور بے سہارا ہوجائے اور مانگنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہ جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ”**يا قبيصة إن المسألة لا تحل إلا لأحد ثلاثة رجل، تحمل حمالة، فحلت له المسألة حتى يصيبها، ثم يمسك، ورجل أصابته جائحة اجتاحت ماله، فحلت له المسألة حتى يصيب قواما من عيش، ورجل أصابته فاقة حتى يقوم ثلاثة من ذوي الحجا من قومه: لقد أصابت فلاناً فاقة، فحلت له المسألة حتى يصيب قواما من عيش، فما سواهن من المسألة يا قبيصة سحتاً يأكلها صاحبها سحتا**“ (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۰۴۴) (اے قبیصہ! سوال صرف تین اشخاص کے لئے حلال ہے (۱) ایک وہ شخص جو دو متحارب گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے قرض دار ہوجائے، تو اس کے لئے سوال حلال ہے یہاں تک کہ

دین کے بقدر مال پا کر رک جائے، اور (۲) ایک وہ شخص جو ایسی آفت سے دوچار ہوا، جس نے اس کے مال کو تباہ کر دیا، تو اس کے لئے سوال حلال ہے یہاں تک کہ وہ اپنی معاشی ضرورت حاصل کر لے، اور (۳) ایک وہ شخص جسے فقر و فاقہ لاحق ہوا، یہاں تک کہ اس کی قوم کے عقلمندوں میں سے تین اشخاص اٹھ کر بول پڑیں کہ فلاں شخص کو فاقہ لاحق ہو چکا ہے، تو اس کے لئے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ اپنی معاشی ضرورت پا لے، سوان تین حالتوں کے علاوہ، اے قبیصہ! جتنے سوال ہیں انہیں میں حرام خوری سمجھتا ہوں جسے سوال کرنے والا حرام کی حیثیت سے کھاتا ہے)۔

نیز نبی کریم ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ طاقتور کمائی کرنے پر قدرت رکھنے والے کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"لا تحل الصدقة لغنی، ولا لذی مرة سوی"** (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۱۶۳۴، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۶۵۲، اور اس کی سند صحیح ہے) (صدقہ مالدار اور صحتمند طاقتور کے لئے حلال نہیں ہے)۔

اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ کمانے پر قدرت رکھنے والے کے لئے سوال کرنا حلال نہیں ہے، امام محمد بن الحسن الشیبانی (م: ۱۸۹ھ) رقمطراز ہیں: **"وإن كان المحتاج بحيث يقدر على التكسب فعليه أن يكتسب، ولا يحل له أن يسأل"** (الکسب ص: ۹۰) (اور اگر محتاج شخص کمانے پر قادر ہو تو اس پر لازم ہے کہ کمائے اور اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال نہیں ہے)۔

اسلام میں تجارت کی اہمیت:

اسلام میں تجارت کی زبردست اہمیت ہے، چنانچہ کسب معاش کے تین بنیادی ذرائع (۱) زراعت، (۲) تجارت (۳) اور صنعت میں سے سب سے افضل ذریعہ معاش

تجارت ہے، جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا خیال ہے (نووی، المجموع کتاب الصیر، مذاہب العلماء فی مسائل من أحکام المضطر ۹/۵۹، بیروت، دار الفکر) اور اس کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے تجارت کی ہے، اور بہت سے صحابہ کرام — رضوان اللہ علیہم أجمعین — نے تجارت کی ہے، جن میں نمایاں نام: حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت عبداللہ بن زبیر — رضی اللہ عنہم — وغیرہ کے ہیں۔

خود اللہ تعالی نے تجارت کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"وتری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون" (۱۶/النحل: ۱۴) (اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ اس میں چیرتی ہوئی چلتی ہیں (تا کہ تم اس میں سفر کرو) اور اس کے فضل کے طالب بنو، اور تا کہ تم اس کے شکر گزار بنو)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: "ربکم الذین یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضله، إنه کان بکم رحیماً" (۱۷/الاسراء: ۶۶) (تمہارا رب وہی ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل کو طلب کرو، بے شک وہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے)۔

اور ایک دوسری جگہ فرمان الہی ہے: "وتری الفلک فیه مواخر لتبتغوا من فضله" (۳۵/فاطر: ۱۲) (اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو اس میں پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اس کے فضل کے طالب بنو)۔

اور ایک موقع سے ارشاد ہے: "لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم" (۲/البقرہ: ۱۹۸) (اس امر میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کے طالب بنو)۔

قرطبی لکھتے ہیں: "قال مجاهد: التجارة فی الفلک إلی البلدان البعیدة: فی مدة قریبة" (تفسیر القرطبی ۱۴/۳۳۵، ط: ۲، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ — ۱۹۶۴ء) (مجاہد کا قول ہے کہ سمندر میں چلنے والی کشتیوں میں سامان تجارت لے کر دور دراز ملکوں کا مختصر مدت میں سفر

کر لیتے ہو) بلکہ اللہ تعالی نے حج کے اصلی زاد راہ تقوی اختیار کرنے کے ساتھ سفر حج میں چھوٹے بڑے تجارتی فائدے اٹھانے کو مباح قرار دیا ہے، چنانچہ امام جصاص رازی (م: ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں :"قال الله عقيب ذكر الحج والتزود له :"ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم" يعني المخاطبين بأول الآية، وهم المأمورين بالتزود للحج، وأباح لهم التجارة فيه" (احکام القرآن ۱/ ۳۷۴، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ھ) (اللہ تعالی نے حج اور اس کے لئے زاد راہ لینے کے ذکر کے بعد فرمایا کہ :"اس امر میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کے طالب بنو"، یعنی پہلی آیت میں جن لوگوں کو حج کے لئے زاد راہ لینے کا حکم دیا گیا ہے، دوسری آیت میں ان سے ہی خطاب کیا گیا ہے اور ان کے لئے حج کے دوران تجارت کو مباح قرار دیا گیا ہے)، اور پیغمبر اسلام نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے قول وعمل سے تجارت کی اہمیت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے :"التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء" (سنن ترمذی حدیث نمبر:۱۲۰۹، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (سچے اور امانت دار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا)۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"التاجر الصدوق الأمين المسلم مع الشهداء يوم القيامة" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۱۳۹، المخلصات حدیث نمبر:۱۵۹۹، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (سچے اور امانت دار مسلمان تاجر کا حشر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا) اور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا ذریعۂ معاش زیادہ پاکیزہ ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا"عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور" (طبرانی، المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۲۱۴۰، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (اپنے ہاتھ کی محنت اور صحیح طریقہ پر خرید وفروخت سب سے زیادہ پاکیزہ ذریعہ معاش ہے)۔

اسلام میں تجارت کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلاف نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بارے مروی ہے کہ بار خلافت سنبھالنے تک تجارت سے

منسلک رہے (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۰۷۰)۔

خود امام اعظم ابوحنیفہؒ بہت بڑے تاجر تھے، اورزاہدوعابد، مجاہد، محدث اورفقیہ عبداللہ بن مبارک تاجر تھے (ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۹/۱۱۶، ط: ۳، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ—۱۹۸۵ء) اورعظیم محدث وقاری غندر محمد بن جعفر ہذلی تاجر تھے (مرجع سابق ۹/۱۰۰) اور "رے" کے زبردست عالم ابوجعفر عیسی بن ماہان رازی بھی تجارت کیا کرتے تھے (سابق مصدر ۷/۳۴۶) اورعظیم المرتبت محدث امام ہشام بن سنبر ابوبکر دستوائی بصری بھی تاجر تھے (سیر الاعلام ۷/۱۴۹)۔

الغرض اسلام نے نبی کریم ﷺ کے فرمان :"**نعم المال الصالح للمرء الصالح**" (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۷۶۳ اوراس کی سند صحیح ہے) (پاکیزہ مال نیک شخص کے لئے کیا خوب سرمایہ ہے) کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔

لیکن افسوس صد افسوس مسلمانوں نے موجودہ دور میں اس مبارک پیشہ کو بے توجہی کا شکار بنادیا ہے، اللہ تعالی ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ سے سرفراز کرے، اورتجارت میں لگنے کی توفیق دے۔

تجارت میں اعتدال:

اسلام دین فطرت اوراعتدال ہے، وہ اس دنیا کو امتحان گاہ قرار دیتا ہے، اوراللہ تعالی کی بندگی کو انسان کا اصل مقصود قرار دیتا ہے۔ لہذا جہاں اس نے کسب معاش کی طرف لوگوں کو راغب کیا ہے، اورتجارت سمیت دیگر ذرائع معاش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، وہیں وہ ایسی معاشی سرگرمی کی مذمت کرتا ہے جو انسان کو ذکر اللہ، اہتمام نماز اور دیگر عبادات اورواجبات سے غافل کردے، جیسا کہ ارشاد ہے :"**رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والأبصار ليجزيهم الله أحسن ما عملوا، ويزيدهم من فضله، والله يرزق من يشاء**

بغیر حساب" (۲۴/النور: ۳۷-۳۸) (یہ وہ لوگ ہیں جن کو کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کی یاد، نماز کے اہتمام اور زکوۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے، وہ ایک ایسے دن کی آمد سے اندیشہ ناک رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں سب مضطرب ہوں گے، کہ اللہ ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے، اور ان کو اپنے فضل سے مزید نوازے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب بخشتا ہے)۔

اور اگر معاشی سرگرمی میں ایسا انہماک ہو جو اللہ تعالی اور روز آخرت سے غافل کردے، تو وہ بازار کو ناپسندیدہ جگہ قرار دیتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"أبغض البلاد إلى الله أسواقها"** (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۶۷۱) (اللہ تعالی کی نگاہ میں مبغوض ترین زمین کے حصے بازار ہیں)، اور اگر تجارتی سرگرمی شرعی حدود کے اندر نہ ہو، اور کسب معاش کی خاطر حلال وحرام کی تمییز ختم ہوجائے اور طلب دنیا ہی زندگی کا مقصد بن جائے، تو ایسی معاشی تگ ودو اس کی نظر میں مذموم اور حرام ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"فأعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد إلا الحياة الدنيا ذلك مبلغهم من العلم، إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله، وهو أعلم بمن اهتدى"** (۵۳/النجم: ۲۹-۳۰) (تو تم ان لوگوں سے اعراض کرو، جنہوں نے ہماری یاد دہانی سے اعراض کیا ہے بس ان کے علم کی رسائی یہیں تک ہے، تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ یاب ہیں)۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"من جعل الهموم هما واحدا، هم المعاد، كفاه الله هم دنياه، ومن تشعبت به الهموم في أحوال الدنيا، لم يبال الله في أي أوديته هلك" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۱۰۶، اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے) (جو اپنی فکر کا میدان آخرت کو قرار دے گا تو اللہ تعالی اسے دنیا کی فکر سے محفوظ رکھے گا، اور جس کی فکریں دنیا کے احوال میں منتشر ہوجائیں تو اللہ کو پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ

اپنی فکر کی کس وادی میں ہلاک ہوجائے)۔

اورحضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا :"من کانت الدنیا همه، فرق الله علیه أمره، وجعل فقره بین عینیه، ولم یأته من الدنیا إلا ما کتب له، ومن کانت الآخرة نیته، جمع الله له أمره، وجعل غناه فی قلبه، وأتته الدنیا وهی راغمة" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۱۰۵،شعب الایمان حدیث نمبر: ۹۸۵۵،اوراس کی سند صحیح ہے) (جواپنی فکر کامحور دنیا کو بنالے،تو اللہ تعالی اس کے معاملہ کواس کے حق میں پراگندہ کردے گا، اوراس کی محتاجی کواس کے پیش نظر کردے گا،اور دنیا سے اسے وہی ملے گا جواس کے مقدر میں ہوگا،اورجس کا قصد آخرت ہو،تو اللہ تعالی اس کے لئے اس کے معاملہ کو یکجا کردے گا اوراس کے دل کو مستغنی کردے گا،اور دنیا اس کے پاس ذلیل وخوار ہوکر آئے گی)۔

اورحدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے :"یا ابن آدم! تفرغ لعبادتی،أملأ صدرک غنی، وأسد فقرک، وإن لم تفعل، ملأت صدرک شغلا، ولم أسد فقرک" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۴۶۶،سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۱۰۷،صحیح ابن حبان ۳۹۳، مسند احمد حدیث نمبر: ۸۶۹۷،اوراس کی سند حسن درجہ کی ہے)(اے آدم کے بیٹے!میری عبادت کے لئے فارغ ہوجاؤ، میں تیرے سینے کواستغناء سے بھردوں گا اور تیری محتاجی کو دور کردوں گا، اوراگرتم ایسانہیں کرتے ہو،تو میں تمہارے سینے کو مشغولیت سے بھردوں گا،اورتمہاری محتاجی کو ختم نہیں کروں گا)۔

الغرض تجارتی سرگرمی اور معاشی تگ ودو اچھی چیز ہے،لیکن اعتدال کے ساتھ جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"یا أیها الناس! اتقوا الله، وأجملوا فی الطلب، فإن نفساً لن تموت حتی تستوفی رزقها، وإن أبطأ، فاتقوا الله وأجملوا فی الطلب، خذوا ما حل ودعوا ما حرم" (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، حدیث

نمبر: ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۳۲۳۹، ۳۲۴۱، اور یہ حدیث صحیح ہے) (اے لوگو! اللہ سے ڈرو، اور تلاش معاش میں اعتدال سے کام لو، کیونکہ کوئی شخص اپنا مکمل رزق حاصل کرنے سے پہلے نہیں مرے گا، اگرچہ اس کی روزی دیر سے پہنچے، لہذا اللہ سے ڈرو، اور تلاش معاش میں اعتدال اختیار کرو، اور حلال کو اپناؤ اور حرام کو چھوڑو) ۔

تیسرا باب:

تجارت کے سلسلہ میں عمومی شرعی ضابطے

اسلام معاشی فتوحات کو فضل رب قرار دیتا ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کے اندر ہو، لہذا اس نے تجارت جیسے عظیم الشان ذریعۂ معاش کے لئے چند ضابطے مقرر کئے ہیں، تا کہ اس کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال اور پاکیزہ رہے، اور خبث اور ناپاکیزگی کی آلودگیوں سے محفوظ رہے۔

شریعت اسلامی میں تجارت کے سلسلہ میں عمومی شرعی ضابطے درج ذیل ہیں:

۱۔ دھوکہ اور فریب سے اجتناب:

شریعت اسلامی میں مالی کاروبار کی بنیاد صداقت اور امانت پر ہے، لہذا تجارتی اور معاشی فوائد کے لئے کی جانے والی دھوکہ دہی اور فریب کاری کی تمام قسموں کو وہ حرام قرار دیتی ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"یا أیها الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا أماناتکم وأنتم تعلمون"** (۸/الانفال: ۲۷) (اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے نہ کرو)۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "امانت" عام ہے جو تمام حقوق اور ذمہ داریوں کو شامل ہے جن میں مالی کاروبار کے اندر سچائی اور امانت داری کا مظاہرہ کرنا بھی شامل ہے۔ قرطبی لکھتے ہیں: **"الأمانات: الأعمال التی ائتمن اللہ علیها العباد، وسمیت أمانة؛ لأنها یؤمن معها من منع الحق"** (الجامع لاحکام القرآن ۷/۳۹۵) (امانت سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا ذمہ دار اللہ

تعالی نے بندوں کو بنایا ہے، اوران کو امانت کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ حق کو روکنے کا اندیشہ نہیں رہتا ہے)۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها" (۴/النساء:۵۸) (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو)۔

اس آیت کے اندر بھی "امانت" تمام حقوق اور ذمہ داریوں کو شامل ہے جن میں مالی معاملات کے سلسلہ میں عائد ہونے والے فرائض بھی داخل ہیں، اور مالی معاملات کے سلسلہ میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ فریق معاملہ کو دھوکہ نہ دیا جائے، اوراس سے سامان فروخت یعنی بکری کی اشیاء کے عیوب نہ چھپائے جائیں، قرطبی لکھتے ہیں: "فالآية شاملة بنظمها لكل أمانة, وهي أعداد كثيرة" (تفسیر قرطبی ۵/۲۵۷) (چنانچہ آیت اپنے لفظ کے ساتھ ہر امانت کو شامل ہے، اوراس کی متعدد قسمیں ہیں)۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤولاً" (۱۷/الاسراء: ۳۴) (اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کی پرسش ہونی ہے)۔

اس آیت میں تمام عہود ومواثیق میں خیانت سے منع کیا گیا ہے اور ہر قسم کے جائز عہد کو پورا کرنا لازم قرار دیا گیا ہے، ان عہود میں مالی معاملات کے اندر کسی قسم کی فریب کاری نہ کرنا بھی شامل ہے، چنانچہ طبری رقمطراز ہیں: "وأوفوا بالعقد الذى تعاقدون الناس فى الصلح بين أهل الحرب والإسلام، وفيما بينكم أيضا، والبيوع والأشربة والإجارات، وغير ذلک من العقود" (جامع البیان فی تأویل القرآن ۱۷/۴۴۴، ط:۱، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء) (اوراس عہد کو پورا کرو جو تم لوگوں سے کرتے ہو، خواہ اس کا تعلق مسلمان اور کافروں کے درمیان ہونے والی صلح سے ہو، یا تمہارے آپس کے معاملات سے ہو، یا خرید وفروخت، مشروبات اور اجارہ وغیرہ دیگر عہود سے ہو)۔

خود نبی کریم ﷺ نے تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں ہونے والی ہر قسم کی دھوکہ دہی

اور فریب کاری کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر غلہ کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، اور آپ ﷺ کو تری محسوس ہوئی، چنانچہ آپ ﷺ نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ بارش کی وجہ سے تر ہو گیا ہے، سو آپ ﷺ نے اسے تنبیہ فرماتے ہوئے کہا کہ تو نے اسے غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگوں کو پتہ چل جاتا "من غشنا فلیس منا" (صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث نمبر: ۱۰۲، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع حدیث نمبر ۳۴۵۲، سنن ترمذی، کتاب البیوع حدیث نمبر: ۱۳۱۵، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات حدیث نمبر: ۲۲۲۴، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۴۹۰۵، مسند حمیدی حدیث نمبر: ۱۰۶۳) (جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ایک بار غلہ کے پاس سے گزر ہوا، جسے مالک نے مزین کر رکھا تھا، اس پر آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا، تو اسے ردی غلہ پایا، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے تنبیہ فرمائی اور ہدایت دی کہ اچھے غلہ کو علاحدہ اور خراب غلہ کو علاحدہ کر کے بیچو، جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے (مسند احمد حدیث نمبر: ۵۱۱۳، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر: ۲۵۱۱، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے) اور حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور نبی کریم ﷺ "جنت البقیع تشریف لے گئے، اور اس موقع سے نبی کریم ﷺ نے ایک غلہ کے ڈھیر میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو اسے ملاوٹ والا پایا، چنانچہ آپ ﷺ نے بروقت تنبیہ فرماتے ہوئے کہا کہ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں" (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۵۸۳۳، ۱۶۴۸۹، اور یہ صحیح حدیث ہے)۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے "والمکر والخداع فی النار" (صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۵۶۷، ۵۵۵۹، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (اور دھوکہ اور فریب کا انجام جہنم ہے) اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا: "لا ضرر

ولا ضرار" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۳۴۰، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۲۷۷۸، اور یہ صحیح حدیث ہے) (نہ ابتداء ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ ہی مقابلہ کے طور پر کہ ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے)۔

اور حضرت ابوصرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : "**من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله عليه**" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۳۴۲، اور یہ حدیث حسن درجہ کی ہے) (جو نقصان پہنچائے گا، اس کی وجہ سے اللہ اسے ضرر میں مبتلا کرے گا، اور جو مشقت میں ڈالے گا، اللہ تعالی اس پر سختی کرے گا) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : : "**ملعون من ضار مسلماً أو غره**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۹۴۱، مسند بزار حدیث نمبر: ۴۳، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اللہ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جو مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اسے دھوکہ دے)۔

ان تمام احادیث پاک سے ظاہر ہے کہ تجارت کے اندر ہر طرح کی دھوکہ بازی حرام ہے، اور دھوکہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سامان فروخت کے عیوب چھپائے جائیں، کیونکہ خریدار کو عیب بتانا واجب ہے، اور نہ بتانے کی صورت میں بیچنے والا گنہگار ہے، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : "**المسلم أخو المسلم، ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعاً وفيه عيب إلا بينه له**" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۲۴۶، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۴۵۱، "والمعجم الکبیر" للطبرانی ج ۱۷، حدیث نمبر: ۸۷۷، المستدرک للحاکم ۲/۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے کوئی عیب دار چیز بیچے مگر اس کے سامنے اس عیب کو بیان کردے)۔

اسی لئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر سامان فروخت میں معتبر عیب ہو اور بیچنے والے نے عیب سے بری ہونے کی شرط نہ لگائی ہو اور خریدار کو عقد کے وقت عیب کا علم نہ ہو تو اسے عیب کی بنا پر رد کرنے کا اختیار ہوگا (کاسانی حنفی، بدائع الصنائع، کتاب البیوع ۵/۲۷۳، ط: ۲،

بیروت، العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶ء، حطاب مالکی، مواہب الجلیل، کتاب البیع ۴/ ۴۰۹، ط: ۳، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء، نووی شافعی، المجموع شرح المہذب، کتاب البیوع باب بیع المصراۃ والرد بالعیب ۱۲/ ۱۳۸، بیروت، دار الفکر، ابن قدامہ حنبلی المغنی کتاب البیوع فصل التدلیس فی البیع ۴/ ۱۰۸۔۱۰۹، قاہرہ، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۸ء)۔

اور دھوکہ ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ خریدا کو ترغیب دلانے کے لئے تیسرا شخص خریداری کے قصد سے بغیر سامان کی قیمت بڑھائے، تاکہ بھاؤ تاؤ کرنے والا خریدار دھوکہ کھا کر اسے خرید لے، لہذا ایسا کرنا حرام ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ **"نھی النبی ﷺ عن النجش"** (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۱۴۲، ۲۷۲۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۵۱۶) (نبی کریم ﷺ نے خریداری کے قصد کے بغیر سامان کی قیمت بڑھانے سے منع فرمایا)۔

اور عبداللہ بن ابی اوفی کا قول ہے **"الناجش آکل ربا خائن"** (صحیح البخاری ۳/ ۶۹، ط: ۱، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) (فریب کے طور پر دام بڑھانے والا سود خوار اور خیانت کرنے والا ہے) سو ایسا کرنے والا احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی کا مرتکب ہے بشرطیکہ خریدار اس سامان کا صحیح دام لگا رہا ہو (بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی حکم البیع سے کچھ پہلے ۵/ ۲۳۳) اور ایسی صورت میں دام بڑھانے والا گنہگار ہوگا، لیکن بیع صحیح رہے گی اور خریدار کو واپس کرنے کا حق نہ ہوگا (عمدۃ القاری ۸/ ۴۳۴، ط: ۱، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۸ء، الدر المختار مع رد المحتار ۵/ ۱۰۱، ط: ۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء)۔

اور یہی مسلک شافعیہ کا ہے لیکن ان کے نزدیک ایسا کرنا حرام ہے، اور اگر یہ عمل فروخت کنندہ کے اتفاق سے ہو تو بھی راجح قول کے مطابق خریدار کو واپس کرنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ کوتاہی خریدار کی ہے اس نے غور وفکر کیوں نہیں کیا یا ماہر خرید وفروخت سے مدد کیوں نہیں لی (المہذب مع المجموع کتاب البیوع، باب النجش ۱۳/ ۱۴) (جبکہ مالکیہ کے مشہور

مسلک کے مطابق اگر یہ عمل فروخت کنندہ کے اتفاق سے ہو تو خریدار کو واپس کرنے کا حق ہے، چنانچہ دردیر مالکی رقم طراز ہیں: "**فإن علم فللمشتری رده، فإن فات فالقیمة یوم القبض إن شاء، وإن شاء أدی ثمن النجش**" (الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی، باب البیع، فصل علۃ حرمۃ طعام الربا ۳/۶۸، بیروت، دار الفکر، اشاعت نمبر اور تاریخ کے بغیر) (سو اگر بیچنے والے کو دام بڑھانے والے کا علم ہو تو خریدار کو سامان واپس کرنے کا حق ہے، لیکن اگر سامان موجود نہ ہو تو اگر چاہے تو سامان پر قبضہ کرنے کے دن کی قیمت ادا کرے اور اگر چاہے تو بڑھا ہوا دام ادا کردے) اور حنابلہ کے صحیح مذہب کے مطابق اگر اتنا دام بڑھایا گیا ہو، جتنے دام کو لوگ عادتاً برداشت نہ کرتے ہوں تو خریدار کو معاملہ ختم کرنے یا جاری رکھنے کا اختیار ہوگا، ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں: "**إن کان فی البیع غبن لم تجر العادة بمثله فللمشتری الخیار بین الفسخ والإمضاء۔۔ وإن کان یتغابن بمثله فلا خیار له، وسواء کان النجش بمواطأة من البائع أو لم یکن**" (المغنی، کتاب البیوع، فصل بیع الرجل علی بیع أخیہ سے کچھ پہلے ۴/۱۶۰) (اگر خرید وفروخت کے اندر بدل معاوضہ میں اتنی زیادتی ہو جسے عادتاً لوگ برداشت نہ کرتے ہوں، تو خریدار کو معاملہ ختم کرنے اور نافذ رکھنے کا اختیار ہوگا۔۔۔ اور اگر اس مقدار کو لوگ برداشت کرتے ہوں تو اسے اختیار حاصل نہ ہوگا، خواہ دام بڑھانا فروخت کنندہ کے کے اتفاق سے ہو یا اتفاق سے نہ ہو)۔

دھوکہ اور فریب کی حوصلہ شکنی کی خاطر میرے نزدیک مالکیہ کا قول راجح ہے، اور اس لئے بھی کہ دھوکہ کے ساتھ کامل رضامندی مفقود ہے۔

۲ — جھوٹ سے پرہیز:

اپنے سامان کو رائج کرنے یا گاہک کی نگاہ میں مزین کرنے کے لئے جھوٹ بولنے کو بھی شریعت اسلامی حرام قرار دیتی ہے، چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم، قلنا:من هم يا رسول الله! فقد خابوا وخسروا، فقال:"المنان، والمسبل إزاره، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب "(سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۱۱، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۱۳۱۸، اور اس کی سند صحیح ہے) (تین اشخاص ایسے ہیں، جن پر اللہ تعالی کل قیامت کے دن نگاہ رحمت نہیں ڈالے گا، اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک سزا ہے، ہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول، یہ کون لوگ ہیں؟ کہ وہ ناکام ونامراد ہوئے، تو آپ ﷺ نے جواب دیا :(۱) احسان جتانے والا، اور (۲) ٹخنہ سے نیچے اپنی تہہ بند لٹکانے والا، اور (۳) جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے سامان کو رائج کرنے والا تاجر)۔

اور ایک موقع سے نبی کریم ﷺ نے تاجروں کو مخاطب کرکے فرمایا :"إن التجار يبعثون يوم القيامة فجارا إلا من اتقى الله، وبر، وصدق "(جامع معمر بن راشد حدیث نمبر: ۲۰۹۹۹، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۱۰، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۱۴۶، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۴۹۱۰، اور یہ حدیث حسن درجہ کی ہے) (سوداگر حضرات قیامت کے دن فاسق وفاجر کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے، مگر وہ تاجر جو اللہ سے ڈرے، نیکی کی روش اختیار کرے اور سچ بولے)۔

نیز آپ ﷺ نے جھوٹی قسم کو تجارتی آمدنی کی برکت ختم کرنے والا قرار دیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"اليمين الكاذبة منفقة للسلعة ممحقة للبركة "(صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۰۸۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۶۰۶، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۳۳۵، مسند احمد حدیث نمبر: ۷۲۰۷) (جھوٹی قسم سامان تجارت کو رواج دینے کا ذریعہ ہے لیکن برکت ختم کرنے کا سبب ہے)۔

۳۔غبن فاحش سے دوری:

نفع میں اتنی زیادتی مناسب نہیں جو سامان تجارت کی قیمت لگانے والے مختلف

ماہرین خرید وفروخت کے اندازہ سے بڑھ کر ہو، کہ یہ شریعت کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ عدل کے تقاضے کے خلاف ہے، جبکہ ہر چیز میں عدل مطلوب ہے، ارشاد الٰہی ہے: "**إن اللہ یأمر بالعدل**" (۱۶/النحل: ۹۰) (بے شک اللہ عدل کا حکم دیتا ہے)۔

اگرچہ فقہاء کے نزدیک دھوکہ کے بغیر غبن فاحش کی وجہ سے اس کے شکار فریق کو معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے، جیسا کہ "درمختار" میں ہے: "**لا رد بغبن فاحش، هو ما لا يدخل تحت تقويم المقومين في ظاهر الرواية۔۔۔ وقال: "إن غره" أي غر المشتري البائع أو بالعكس، أو غره الدلال، فله الرد، وإلا لا**" (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة ۵/۱۴۲، ط: ۲، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء) (غبن فاحش کی وجہ سے خرید وفروخت رد نہیں کی جائے گی، (اور غبن فاحش یہ ہیکہ سامان کی قیمت لگانے والے مختلف ماہرین مارکیٹ کے اندازہ سے قیمت بڑھ کر ہو) ظاہر الروایہ میں ایسا ہی ہے۔۔۔۔، اور مؤلف نے فرمایا کہ اگر خریدار فروخت کنندہ کو یا فروخت کرنے والا خریدار کو، یا دلال کسی کو دھوکہ دے تو دوسرے فریق کو حق رد ہوگا، ورنہ نہیں)۔

اور امام نووی شافعی رقمطراز ہیں: "**مجرد الغبن، لا يثبت الخيار وإن تفاحش**" (روضة الطالبین وعمدة المفتین، کتاب البیع، باب خیار المجلس والشرط ۳/۴۷۲، ط: ۳، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۱ء) (محض غبن خیار کو ثابت نہیں کرتا ہے خواہ غبن فاحش ہی کیوں نہ ہو) البتہ حنابلہ کے نزدیک بغیر دھوکہ کے بھی غبن فاحش کی وجہ سے رد کا حق حاصل ہے، چنانچہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: "**والمنصوص أن الغبن المثبت للفسخ ما لا يتغابن الناس بمثله**" (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، کتاب البیع، باب الخیار فی البیع ۴/۳۹۴، ط: ۲، بیروت، دار احیاء التراث العربی، تاریخ کے بغیر) (اور یہ بات صراحت سے منقول ہے کہ فسخ کو ثابت کرنے والا غبن وہ مقدار ہے جسے عام طور سے لوگ برداشت نہ کرتے ہوں)۔

اور بعض حنفیہ کی بھی یہی رائے ہے، جیسا کہ "درمختار" میں ہے: "**وقال: ويفتي**

بالرد" (الدرالمختار مع ردالمحتار ۵/ ۱۴۳) (اور فرمایا کہ (غبن فاحش کی وجہ سے) لوٹانے کا فتوی دیا جائے گا)۔

اور اس کی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :"**ظاهره الإطلاق :أي سواء غره أو لا**" (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیہ ۵/ ۱۴۳) (عبارت کے ظاہر سے یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم مطلق ہے خواہ دھوکہ دے یا نہ دے)۔

موجودہ دور میں دیانتداری اور اخلاق کی کمی اور دنیا کی حرص وہوس کے غلبہ کی وجہ سے میرے نزدیک حنابلہ اور بعض حنفیہ کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے۔

۴— سود سے پرہیز:

سود چونکہ انسان کے اندر بخل، کنجوسی، خودغرضی، مفاد پرستی، شقاوت، بے رحمی، سنگ دلی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے اور ہمدردی، ہم دمی، دردمندی، غم خواری اور امداد باہمی کی روح کو ختم کر دیتا ہے، اور محنت ومشقت اور ذہانت صرف کرنے کی اسپرٹ فنا کر دیتا ہے، اور خطرہ مول لیے بغیر نفع حاصل ہونے کی بنا پر اسے سست اور کاہل بنا دیتا ہے، لہذا اسلام نے اسے اس کی تمام صورتوں اور شکلوں کے ساتھ حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :"**وأحل الله البيع وحرم الربا**" (۲/البقرہ: ۲۷۵) (اور حال یہ ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام قرار دیا)۔

اور سود کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کیے بغیر سودخوروں کو اعلان جنگ دیا ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے :"**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**" (۲/البقرہ: ۲۷۸-۲۷۹) (اے ایمان والو! اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ)۔

اور یہ صراحت کی کہ سودخوار مخبوط الحواس، بے کرداراور بے درد ہوتے ہیں اوران کے عقل ودماغ سب پر شیطان کا تسلط ہوتا ہے، ارشاد ہے :"**الذین یأکلون الربا لا یقومون إلا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس**" (۲/البقرہ:۲۷۵) (جولوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے اپنی چھوت سے پاگل بنا دیا ہو)۔

خود نبی کریم ﷺ نے سودی معاملہ اوراس سلسلہ میں تعاون کی شناعت بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سود خوار، سود کھلانے والے اور سود لکھنے والے اور سود کے گواہ سب پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ :"**هم سواء**" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۵۹۸) (یہ سب برابر ہیں)۔

اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**درهم ربا یأکله الرجل وهو یعلم، أشد من ست وثلاثین زنیة**" (مسند احمد حدیث نمبر: ۲۱۹۵۷، اوراس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے) (سود کا ایک درہم جسے جانتے بوجھتے آدمی کھائے، وہ چھتیس بار زنا سے زیادہ سنگین ہے)۔

لہذا لازم ہے کہ تجارتی کاروبار اور معاشی سرگرمی سود حتی کہ اس کے شائبہ سے بھی پاک ہو، چنانچہ فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، جیسا کہ کاسانی رقمطراز ہیں :"**یکون ربا أو فیها شبهة الربا، وکل ذلک مفسد للعقد**" (بدائع الصنائع، کتاب الاجارہ، فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ ۴/۱۹۵) (یہ معاملہ سود پر مشتمل ہوگا یا اس میں سود کا شبہ ہوگا، اور دونوں میں سے ہر ایک عقد کو فاسد کر دیتا ہے) اور ایک جگہ لکھتے ہیں :"**ومنها الخلو من شبهة الربا، لأن الشبهة ملحقة بالحقیقة فی باب الحرمات احتیاطا**" (مرجع سابق، کتاب البیوع، فصل فی شرائط جریان الربا فی البیع ۵/۱۹۸) (اوران شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ معاملہ شبہ سود سے خالی ہو، اس لئے کہ بہ طور احتیاط حرام کے باب میں شبہ حقیقت سے ملا ہوا ہے) اور ایک مقام پر لکھتے ہیں : "**والتحرز عن حقیقة الربا وعن شبهة الربا واجب**" (مصدر سابق، کتاب القرض فصل فی شرائط

رکن القرض ۷ر۳۹۵) (اور سود کی حقیقت اور شبہ سود سے بچنا واجب ہے)۔

اور امام نووی شافعی لکھتے ہیں: **"ولا یحتمل الربا فی التابع، کما لا یحتمل فی الأصل"** (روضۃ الطالبین کتاب البیع ۳ر۵۴۸) (سود کو اصل شئی کی طرح اصل کی تابع چیز میں بھی برداشت نہیں کیا جائے گا)۔

۵- قمار سے اجتناب:

باطل طور سے مال کھانے کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ قمار وجوا بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر یقینی طور پر ایک شخص کا نفع ہو اور دوسرے کا خسارہ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع ۶ر۴۰۳)۔

چونکہ جوا ناجائز تجارتی مقابلہ آرائی کا ذریعہ اور مختلف قباحتوں کا سبب ہے، چنانچہ اس سے آپسی محبت والفت کی بجائے دشمنی، عداوت، اور بغض عام ہوتے ہیں، اور عام طور سے قمار وجوا عیاشی اور شراب نوشی کا ذریعہ بنتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ایسی تمام چیزوں کو ایک ہی آیت میں حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: **"یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون، وأطیعوا الله وأطیعوا الرسول واحذروا فإن تولیتم فاعلموا أنما علی رسولنا البلاغ المبین"** (۵ر المائدہ: ۹۰-۹۲) (اے ایمان والو، شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں تو ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ، شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں لگا کر تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو بتاؤ کیا اب تم ان سے باز آتے ہو، اور اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور بچتے رہو، اگر تم اعراض کرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے

رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من قال لصاحبه: تعال أقامرك، فليتصدق" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۴۸۶۰، ۶۱۰۷، ۶۳۰۱، ۶۶۵۰، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۵۷) (جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ میں تیرے ساتھ جوا کھیلوں، تو اسے صدقہ کرنا چاہئے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ جوا ایسی حرام چیز ہے کہ اس کی زبانی دعوت بھی معصیت ہے تو فعل جوا کس درجہ کی معصیت ہوگی؟ ابن حجر لکھتے ہیں: "فدعاه إلى المعصية، والقمار حرام باتفاق، فالدعاء إلى فعله حرام" (فتح الباری ۸/ ۶۱۳، بیروت، دار المعرفہ ۱۳۷۹ھ) (ایسا کہنے والے شخص نے اپنے ساتھی کو معصیت کی دعوت دی، جبکہ جوا بالاتفاق حرام ہے، لہذا فعل جوا کی دعوت بھی حرام ہوگی)۔

اسی لئے فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جو معاملہ قمار پر مشتمل ہو وہ فاسد ہے، چنانچہ تجارتی انشورنس (Commercial Insurance) اسلام کے اندر باطل ہے، اس لئے کہ وہ دیگر قباحتوں کے ساتھ قمار پر بھی مشتمل ہے۔

الغرض جو معاملہ قمار پر مشتمل ہو وہ فاسد ہے، چنانچہ امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: "وهو صورة القمار فكان فاسداً" (المبسوط، کتاب الاجارات، باب الرجل یستصنع الشئ ۱۵/ ۱۰۰، بیروت، دار المعرفہ، ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۳ء، اشاعت نمبر کے بغیر) (یہ بعینہ جوا کی شکل ہے لہذا عقد فاسد ہے) اور ایک جگہ لکھتے ہیں: "لأنها تصير في معنى القمار والمخاطرة، وذلك باطل شرعاً" (مرجع سابق کتاب اختلاف ابی حنیفة وابن ابی لیلی ۳۰/ ۱۵۸) (ایسی شرکت جوا اور انجام کار کی لاعلمی کے مفہوم میں ہوجائے گی، اور یہ شرعی اعتبار سے باطل ہے)۔

اور امام نووی شافعی لکھتے ہیں: "ليخرج العقد عن صورة القمار" (المجموع، کتاب السبق ۱۵/ ۱۳۱) (تاکہ عقد جوا کی شکل سے نکل جائے)۔

لہذا تجارتی کاروبار میں جوا کی تمام شکلوں سے پرہیز لازم ہے۔

٦ –اشیاءضروریہ کی ذخیرہ اندوزی سے اجتناب:

شریعت اسلامی اشیاءضروریہ کی گراں بیچنے کے لئے ذخیرہ اندوزی اور مارکیٹ میں اس کی مصنوعی قلت پیدا کرکے قیمت بڑھانے کو مذموم قرار دیتی ہے، کیونکہ سودخوار کی طرح ایسا کرنے والا شخص بھی اپنی مالی حرص، اپنی خودغرضی اور اپنی انانیت کی خاطر دوسروں کو مشقت میں مبتلا کرتا ہے، چنانچہ اس عمل کی حرمت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث مروی ہیں، جیسا کہ معمر بن عبداللہ بن نضلہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"لا يحتكر إلا خاطئی"** (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۰۵، مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث نمبر: ۱۲۸۰، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۶۷، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۱۵۴، مسند احمد حدیث نمبر ۱۵۷۵۸، اور اس کی سند صحیح ہے) (خطا کار ہی احتکار کرتا ہے) یعنی ایسا کرنے والا ایسی خطا کا مرتکب ہوتا ہے جو اسے اللہ تعالی سے دور کرکے ہلاکت سے قریب کردیتی ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"المحتكر ملعون"** (المستدرک للحاکم حدیث نمبر: ۲۱۶۴، اور اس کی سند میں کلام ہے) (ذخیرہ اندوزی کرنے والا اللہ تعالی کی رحمت سے دور ہے)۔

اسی وجہ سے علماء شریعت اور فقہاء امت نے بھی اس کے مذموم ہونے کی صراحت کی ہے، چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: **"الاحتكار الشرعي إمساك الطعام عن البيع وانتظار الغلاء مع الاستغناء عنه، وحاجة الناس إليه"** (فتح الباری ۴/۳۴۸) (شرعی طور پر ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ غلہ سے بے نیازی اور لوگوں کی حاجت کے باوجود گرانی کے انتظار میں اسے بیچا نہ جائے)۔

اور امام کاسانی (م: ۵۸۷ھ) رقمطراز ہیں: **"ويكره الاحتكار، وهو أن يشتري طعاماً في مصر ويمتنع عن بيعه وذلك يضر بالناس"** (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان ۵/۱۲۹)

(اور ذخیرہ اندوزی مکروہ تحریمی ہے، اور ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ شہر میں غلہ خریدے اور اسے بیچنے سے باز رہے، اور ایسا کرنے سے لوگوں کو ضرر ہو)۔

اور تمرتاشی محمد بن عبد اللہ غزی حنفی (م: ۱۰۰۴ھ) لکھتے ہیں: "**وكره احتكار قوت البشر والبهائم فى بلد يضر بأهله**" (تنویر الابصار مع الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ۶/۳۹۸) (انسان اور جانوروں کی خوراک کا ذخیرہ کرنا ایسے شہر میں مکروہ تحریمی ہے جہاں لوگوں کو اس سے ضرر ہوتا ہو)۔

اور امام ابو یوسف کے نزدیک جس چیز کے روکنے سے بھی عام لوگوں کو ضرر ہو وہ مذموم احتکار اور ذخیرہ اندوزی میں داخل ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: "**والتقييد بقوت البشر (والبهائم) قول أبى حنيفة ومحمد وعليه الفتوى، وعن أبى يوسف: كل ما أضر بالعامة حبسه، فهو احتكار**" (رد المحتار کتاب الحظر والإباحۃ فصل فی البیع ۶/۳۹۸) (اور انسان (اور جانور) کی خوراک کے ساتھ مقید کرنا ابو حنیفہ اور محمد کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے، اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جس چیز کا روکنا عام لوگوں کو ضرر پہنچائے، وہ ذخیرہ اندوزی میں داخل ہے)۔

اور مالکیہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ہر وہ چیز جس کا روکنا لوگوں کے لئے ضرر کا باعث ہو ذخیرہ اندوزی کی ممانعت میں شامل ہے، ابن رشد (جد) قرطبی (م: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں: "**لا اختلاف فى أنه لا يجوز احتكار شيئى من الطعام ولا غيره فى وقت يضر احتكاره بالناس ويغليه عليهم**" (البیان والتحصیل کتاب البیوع، فصل احتکار الرجل ۷/۳۶۰، ط: ۲، بیروت، دار الغرب، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء) (اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غلہ اور دیگر جنس میں سے کسی چیز کا ایسے وقت میں روکنا جائز نہیں ہے، جس وقت میں اس کا روکنا لوگوں کے لیے ضرر اور گرانی پیدا کرے) جبکہ حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف غلہ کی ذخیرہ اندوزی حرام ہے، امام نووی شافعی رقمطراز ہیں: "**ويحرم الاحتكار فى الأقوات**" (المجموع، کتاب البیوع، باب النجش

۱۳/۴۴)(اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی حرام ہے)۔

اور ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں : "والاحتکار حرام ---- (وھو) أن یکون المشتری قوتا" (المغنی، کتاب البیوع، فصل فی الاحتکار ۴/۱۶۶—۱۶۷) (اور ذخیرہ اندوزی حرام ہے اور (وہ یہ ہے کہ) خرید کردہ چیز خوراک ہو)۔

شریعت کی روح سے قریب تر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز کا بھی روکنا لوگوں کو ضرر میں مبتلا کردے، وہ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت میں شامل ہے، بلکہ ضرورت کے وقت اصل قیمت سے گراں بیچنا بھی ایک طرح سے ذخیرہ اندوزی ہے (ابن القیم، الطرق الحکمیۃ ص: ۲۰۵، مکتبۃ دار البیان، اشاعت نمبر اور تاریخ کے بغیر)۔

الغرض اگر ذخیرہ اندوزی سے عام لوگوں کو مشقت ہو تو حکومت کو حق ہے کہ ایسے لوگوں کا ذخیرہ صحیح قیمت پر جبراً فروخت کرائے۔ "عالمگیری" میں ہے : "قال محمد علیہ الرحمۃ للإمام أن یجبر المحتکر علی البیع إذا خاف الھلاک علی أھل المصر، ویقول للمحتکر : بع بما یبیع الناس و بزیادۃ یتغابن الناس فی مثلھا، ولا یسعر بالإجماع إلا إذا کان أرباب الطعام یتحاملون ویتعدون عن القیمۃ، وعجز القاضی عن صیانۃ حقوق المسلمین إلا بالتسعیر، فلا بأس بہ بمشورۃ أھل الرأی والبصر، ھو المختار وبہ یفتی" (ہندیہ، کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروہۃ والأرباح الفاسدۃ، فصل فی الاحتکار ۳/۲۱۴) (امام محمدؒ کا قول ہے کہ امام کو حق ہے کہ ذخیرہ کرنے والے کو بیچنے پر مجبور کرے جبکہ اسے شہریوں پر ہلاکت کا اندیشہ ہو، اور ذخیرہ اندوز سے کہے کہ لوگ جس دام پر بیچتے ہیں اس دام پر بیچو یا معمولی اضافہ کے ساتھ بیچو جسے لوگ عام طور پر برداشت کرلیتے ہیں، اور بالاتفاق دام مقرر نہ کرے، مگر جبکہ غلہ کے مالکان ظلم وزیادتی پر اتر آئیں اور اصل قیمت سے کافی تجاوز کرجائیں، اور قاضی کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی واحد راہ قیمت مقرر کرنا رہ جائے، تو ماہرین کے مشورہ سے قیمت مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہی قول مختار ہے اور

اسی پر فتوی دیا جاتا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ تاجروں کی ذمہ داری ہے کہ نفع کمانے کے چکر میں لوگوں کو مبتلائے مشقت نہ کریں اور مارکیٹ میں اشیاءِ ضروریہ کی مصنوعی قلت پیدا کر کے قیمت نہ بڑھائیں۔

۷۔حرام اشیاء کی تجارت سے پرہیز:

ایک مسلمان تاجر کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام حرام اور ناپاک اشیاء کی تجارت سے دور رہے، خواہ وہ ناپاک وحرام چیز سور ہو، یا خون، یا مردار، یا بت یا جاندار کے مجسمے، یا شراب یا منشیات، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله**" (۲/البقرہ: ۱۷۳) (اس نے تو بس تمہارے لیے مردار، خون، سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کے ذبیحہ کو حرام ٹھہرایا ہے)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام**" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۰۰۳) (ہر نشہ آور چیز شراب ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے)۔

اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے "**نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر**" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۶۸۶، اور اس کی سند میں کلام ہے) (ہر نشہ آور اور فتور آور چیز سے منع فرمایا) اور منشیات فتور آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان تاجر کی ذمہ داری ہے کہ جنسی کاروبار، رزائل کے اعلان برائی کو بھلائی کی شکل میں پیش کرنے والی اشیاء کی تجارت سے دور رہے، ارشاد الٰہی ہے: "**إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة، والله يعلم وأنتم لا تعلمون**" (۲۹/النور: ۱۹) (بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں ایک دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا

ہے، اورتم نہیں جانتے ہو)۔

اورشرعی ضابطہ ہے کہ جو چیز نجس اور حرام ہے، اس کی تجارت یعنی خرید وفروخت بھی حرام ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سنہ ۸ ہجری فتح مکہ کے سال مکہ کے اندر اعلان فرمایا کہ "**إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام**" (یقینا اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے)۔

اس پر اس موقع سے آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! مراد کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اسے تو کشتیوں اور چمڑوں پر لگایا جاتا ہے اور اس سے تیل کا کام لے کر چراغوں کو روشن کیا جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ حرام ہے، اور اس مناسبت سے فرمایا کہ یہود پر اللہ کی لعنت ہو کہ ان پر چربی حرام قرار دی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ ڈالا اور اس کا دام کھالیا" (صحیح البخاری حدیث نمبر:۲۲۳۶، صحیح مسلم ۱۵۸۱)۔

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے "**نهى عن التجارة في الخمر**" (صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۵۸۰) (شراب کی تجارت سے منع فرمایا)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إن الذى حرم شربها حرم بيعها**" (صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۵۷۹، سنن داری حدیث نمبر: ۲۱۵۳، ۲۵۷۱، مسند احمد حدیث نمبر:۲۰۴۱) (جس ہستی نے شراب نوشی حرام فرمائی ہے اسی نے اس کی خرید وفروخت بھی حرام ٹھہرائی ہے)۔

اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک یتیم کی شراب تھی چنانچہ ممانعت خمر کے بعد میں نے اس کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**أهريقوه**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۶۳، مسند ابی یعلی حدیث نمبر: ۱۲۷۷، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (اسے بہادو)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ کافر کے ہاتھ سے بھی بیچنے کی گنجائش ہوتی تو آپ ﷺ یتیم کی چیز بہانے کا حکم نہیں دیتے۔

اور حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے "**نهى عن ثمن الكلب ومهر البغي، وحلوان الكاهن**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۲۳۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۵۶۷، سنن نسائی حدیث نمبر: ۹۲۹۲، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۱۳۳) (کتے کے دام، زانیہ کی اجرت زنا اور کاہن کی اجرت کہانت سے منع فرمایا)۔

اور فقہاء اسلام نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ نجس اور حرام اشیاء کی تجارت بھی حرام ہے، چنانچہ ابن مازہ بخاری حنفی (م:۶۱۶ھ) رقمطراز ہیں :"**لا يجوز بيع ذبيحة المجوسي والمرتد وغير الكتابي، وكذلك لا يجوز بيع ما تركت التسمية عليه عمداً، ويجوز بيع ذبائح أهل الكتاب، وهو بناء على ما قلنا :إن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، ولا يحل الانتفاع بهذه الأشياء، فلا يجوز بيعها**" (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، کتاب البیوع، الفصل السادس فیما یجوز وما لا یجوز بیعہ ۶/۳۴۹، ط: ا، بیروت، العلمیہ، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۴ء) (مجوسی، مرتد اور غیر کتابی کے ذبیحہ کی خرید وفروخت جائز نہیں، اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں اور اہل کتاب کے ذبیحہ کی خرید وفروخت جائز ہے، اور یہ اس ضابطہ پر مبنی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ خرید وفروخت کا جواز کسی شئی سے فائدہ اٹھانے کے حلال ہونے کے ساتھ دائر ہے، اور ان اشیاء سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہے، لہذا اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے)۔

اور شیخی زادہ حنفی (م:۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں :"**جواز البيع يدور مع حل الانتفاع وحرمة الانتفاع بها**" (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب البیوع، مسائل شتی فی البیع ۲/۱۰۸، بیروت، دار الاحیاء، اشاعت نمبر اور تاریخ کے بغیر) (خرید وفروخت کے جائز ہونے کا دارومدار کسی شئی سے فائدہ اٹھانے کے حلال ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے حرام ہونے پر ہے یعنی جس چیز

سے فائدہ اٹھانا حرام ہو اس کی خرید وفروخت بھی حرام ہے)۔

اور شامی لکھتے ہیں :"**بيع الخالصة باطل** " (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ فصل فی البیع ۶/۳۸۵) (خالص انسانی فضلہ جو مٹی سے مل کر مغلوب نہ ہو، اس کی خرید وفروخت باطل ہے)۔اور حطاب مالکی لکھتے ہیں :"**واعلم أن المذهب على أن الأعيان النجسة لا يصح بيعها** " (مواہب الجلیل، کتاب البیوع، فرع بیع العبدثم قدم السید ۴/۲۵۹، ط: ۳، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ–۱۹۹۲ء) (جان لو کہ اصل مذہب مالکی یہ ہے کہ ناپاک چیزوں کی خرید وفروخت درست نہیں)۔

اور ماوردی شافعی (م: ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں :"**والثالث أن لا يعقداه على أمر منهى عنه، يعنى بذلك الأعيان المحرمة كالخمر والخنزير، ومالا منفعة فيه كالهوام والحشرات** " (الحاوی الکبیر، کتاب البیوع، فصل فی شروط البیع ۵/۱۳، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ–۱۹۹۹ء) (عقد کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ ممنوع امور یعنی حرام اشیاء جیسے شراب اور سور اور بے فائدہ چیز جیسے کیڑے مکوڑے پر عقد نہ کرے)۔

اور نووی شافعی لکھتے ہیں :"**وسائر الأعيان النجسة ولا يجوز بيعها بلا خلاف عندنا** " (المجموع، کتاب البیوع، باب ما یجوز بیعہ ومالا یجوز ۹/۲۲۷) (اور تمام ناپاک اشیاء کی خرید وفروخت مسلک شافعی میں اختلاف کے بغیر جائز نہیں)۔

اور ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :"**ولا يجوز بيع الخمر** "(المغنی کتاب البیوع،فصل بیع الخمر ۴/۱۶۹)(شراب کی خرید وفروخت جائز نہیں)۔

۸– مکمل باہمی رضامندی کا وجود:

تمام معاملات اور معاہدات کی طرح تجارت بھی ایک معاملہ ہے جس میں فریقین کی مکمل رضامندی ضروری ہے، لہذا کسی فریق کی مکمل رضامندی کے بغیر کوئی معاملہ اس کے سر

پرتھوپنا ناجائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (۴/النساء: ۲۹) (اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقہ پر نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندانہ تجارت کے راستہ سے حاصل ہو جائے)۔

ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "المتاجر المشروعة التي تكون عن تراض من البائع والمشتري فافعلوها وتسببوا بها في تحصيل الأموال" (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۳۵، ط۱: بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ) (جائز تجارت جو فروخت کنندہ اور خریدار کی باہمی رضامندی سے ہوتی ہے اسے اختیار کرو، اور مال حاصل کرنے کا اسے ذریعہ بناؤ)۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "البيع عن تراض" (جامع البیان ۸/ ۲۲۱، حدیث نمبر: ۹۱۴۷، اور یہ حدیث مرسل ہے) (خرید وفروخت باہمی رضامندی سے ہونی چاہئے)۔

اور حضرت حنیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مسند احمد حدیث نمبر: ۲۰۶۹۵، مسند ابی یعلی حدیث نمبر: ۱۵۷۰، اور یہ صحیح حدیث ہے) (کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں)۔

اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ مکمل باہمی رضامندی کے بغیر خرید وفروخت درست نہیں ہے، چنانچہ امام کاسانی رقمطراز ہیں: "ومنها الرضا" (بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شرائط الصحۃ فی البیوع ۵/ ۱۷۶) (اور خرید وفروخت کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط رضامندی ہے)۔

اور ماوردی شافعی لکھتے ہیں: "أحدها: أن يتبايعاه برضا منهما بالتبايع به" (الحاوی الکبیر، کتاب البیوع، فصل فی شروط البیوع ۵/ ۱۳) (اور عقد کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ فروخت کنندہ اور خریدار سامان فروخت کی خرید وفروخت کا معاملہ اپنی رضامندی سے کریں)۔

۹–اسبابِ نزاع سے احتراز:

ان تمام صورتوں سے احتراز کیا جائے جو نزاع کا باعث بنیں، جیسے سامان فروخت معلوم ومتعین نہ ہو، یا ثمن معلوم ومتعین نہ ہو، یا ادھار ثمن کی صورت میں ادائیگی کا وقت معلوم نہ ہو، یا جس چیز کو فروخت کیا جارہا ہو، وہ معدوم ہو، یا بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو، یا خرید کر قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کیا جارہا ہو، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :"**ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**" (۲/البقرہ: ۱۸۸) (اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ) اور آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں :"**وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع**" (روح المعانی ۱/۴۶۶، ط:۱، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۵ھ)۔ (اور باطل سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے لینے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے)۔

اور حضرت حکیم بن حزام ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے، جو میرے پاس نہیں ہوتی ہے، کیا میں اس سے وہ چیز بیچ سکتا ہوں؟ تاکہ پھر خرید کر اس کے حوالہ کردوں، تو آپ ﷺ نے جواب دیا: "**لا تبع ما ليس عندك**" (مسند طیالسی حدیث نمبر: ۱۳۶۰، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۱۸۷، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۳۲، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۵۰۳، اور یہ صحیح حدیث ہے) (جو چیز تیرے پاس موجود نہ ہو اسے مت بیچو)۔

اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :"**إذا اشترى أحدكم طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۱۳۲، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۵۲۵، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۴۹۷) (جب تم میں سے کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے مت بیچے)۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :"من

ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه"(صحیح البخاری حدیث نمبر:۲۱۲۶، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶،صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۵۲۶)(جو غلہ خریدے تو وہ اس پر قبضہ سے پہلے اسے نہ بیچے)۔

اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ سامان فروخت اور دام وغیرہ متعین ومعلوم ہونے چاہیئے، چنانچہ کاسانی رقمطراز ہیں :"**ومنها أن يكون المبيع معلوماً وثمنه معلوماً علما يمنع من المنازعة فإن كان أحدهما مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة فسد البيع** "(بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل شرائط الصحۃ ۱۵۶/۵)(اور بیع کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سامان فروخت معلوم ہواور اس کا دام بھی معلوم ہو، اس طرح کہ باعث نزاع نہ ہو، سو اگر دونوں میں سے کوئی اس طرح نامعلوم ہو کہ سبب نزاع بنے، تو خرید وفروخت فاسد ہوجائے گی)۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں :"**ومنها القبض فى بيع المشترى المنقول فلا يصح بيعه قبل القبض** "(بدائع الصنائع، کتاب البیوع،فصل شرائط الصحۃ ۱۸۰/۵)(اور خرید وفروخت کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط قابل انتقال خرید کردہ شئی کی فروخت میں قبضہ کا ہونا ہے لہذا قبضہ سے پہلے اس کی خرید وفروخت درست نہیں)۔

اور خطیب شربینی شافعی (م: ۹۷۷ھ) لکھتے ہیں :"**يحرم ثمن ماء الفحل، والبيع باطل؛ لأنه غير متقوم، ولا معلوم، ولا مقدور التسليم**"(مغنی المحتاج ۳۷۹/۲، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۴ء)(سانڈ کے مادہ منویہ کا ثمن (دام) حرام ہے، اور اس کی بیع باطل ہے، اس لئے کہ وہ شرعاً قیمتی مال نہیں ہے، اور نہ ہی معلوم ہے، اور نہ ہی اس کے حوالہ کرنے پر قدرت ہے)۔

۱۰- ایفاء عہد:

شریعت اسلامی کا حکم ہے کہ تجارتی معاملہ میں کوئی جائز معاہدہ ہو تو اسے پورا کرنا

لازم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"یاأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" (۵/المائدہ:۱) (اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان پورے کرو)۔

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ "عقد" کے لفظ میں ہر طرح کا قول وقرار داخل ہے بشرطیکہ شریعت کے دائرہ میں ہو، آلوسی لکھتے ہیں :"**المراد بها ما یعم جمیع ما ألزمه الله تعالی عباده، وعقد علیهم من التكالیف والأحكام الدینیة، وما یعقدونه فیما بینهم من عقود الأمانات والمعاملات ونحوهما مما یجب الوفاء به، أو یحسن دیناً، ویحمل الأمر علی مطلق الطلب ندباً أو وجوباً**" (روح المعانی ۳/۲۲۳، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) (عہد و پیمان سے مراد عام ہے جس میں وہ ساری ذمہ داریاں اور دینی احکام داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم ٹھہرایا ہے، اور اس میں وہ تمام امانتیں اور معاملات وغیرہ داخل ہیں جو بندے آپس میں کرتے ہیں، جن کو پورا کرنا لازم ہے یا دیانتاً واخلاقاً بہتر ہیں اور امر مطلق طلب پر محمول ہے خواہ استحباب کے طور پر ہو یا وجوب کے طور پر)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :"**یرفع لكل غادر لواء، فقیل :هذه غدرة فلان بن فلان**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۷۳۵، مسند احمد حدیث نمبر: ۴۶۴۸) (قیامت کے دن ہر عہد شکن کا جھنڈا لہرایا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی ہے)۔

اور حضرت عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً**" (سنن ترمذی، کتاب الاحکام، باب الصلح بین الناس حدیث نمبر: ۱۳۵۲، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۳۵۳، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے) (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں)، سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام ٹھہرائے، یا حرام کو حلال قرار دے)۔

اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ جائز عہد اور شرط کی پابندی لازم ہے،

امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: ''إلا أن يشترط عليه ذلک، فحينئذ يجب الوفاء بالشرط، لأنه مفيد، فبين الناس تفاوت في إقامة العمل بأيديهم'' (المبسوط، کتاب الاجارات ۱۵/ ۷۵) (مگر یہ کہ خود اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی اس پر شرط لگائی جائے، تو اس شرط کو پورا کرنا لازم ہے، اس لیے کہ وہ ایک مفید شرط ہے، اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں لوگوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے)، اور قاضی شریح کے قول ''الشرط أملک'' (مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر: ۱۰۶۰۵، سنن سعید بن منصور حدیث نمبر: ۶۶۶) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''أي يجب الوفاء به، إذا أمكن'' (المبسوط، کتاب الکفالۃ، باب الکفالۃ والحوالۃ إلی أجل ۲۰/ ۷۰) (شرط کو پورا کرنا واجب ہے، جبکہ ممکن ہو)۔

اور ابن مودود موصلی حنفی (م: ۶۸۳ھ) لکھتے ہیں: ''هو كل شرط يقتضيه العقد ويلائمه'' (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد ۲/ ۲۵، قاہرہ، مطبعۃ الحلبی ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء) (ہر ایسی شرط خرید و فروخت کے اندر جائز ہے جو عقد کا تقاضا ہو اور اس کے مناسب ہو)۔

اور کاسانی حنفی (م: ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں: ''شرط لا يقتضيه العقد، وفيه منفعة للبائع أو للمشتري أو للمبيع إن كان من بني آدم كالرقيق، وليس بملائم للعقد، ولا مما جرى به التعامل بين الناس'' (بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شرائط الصحۃ ۵/ ۱۶۹) (ایسی شرط جس کا عقد تقاضا نہ کرے، اور اس میں فروخت کنندہ یا خریدار یا سامان فروخت کا نفع ہو، اگر وہ انسانوں میں سے ہو، اور نہ ہی لوگوں کے درمیان اس کا عرف جاری ہو، تو وہ عقد کو فاسد کر دیتی ہے)۔

اور ابن العربی مالکی (م: ۵۴۳ھ) لکھتے ہیں: ''فبين أن الشرط الذي يجب الوفاء به ما وافق كتاب الله تعالى، أي دين الله تعالى، كذلک لا يلزم الوفاء بعقد إلا أن يعقد على ما في كتاب الله، وعلى المسلمين أن يلتزموا الوفاء بعهودهم وشروطهم إلا

أن يظهر فيها ما يخالف كتاب الله، فيسقط " (احکام القرآن ۲/ ۹، ط: ۳، بیروت، العلمیہ، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء) (چنانچہ حدیث نے واضح کیا کہ جس شرط کو پورا کرنا واجب ہے یہ وہ شرط ہے جو کتاب اللہ یعنی شریعت الٰہی کے موافق ہو، اسی طرح کسی عہد کو پورا کرنا لازم نہیں مگر یہ کہ اسے کتاب اللہ کے مطابق کیا جائے، اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے عہدوں اور شرطوں کو پورا کرنے کی پابندی کریں، مگر یہ کہ اس کے اندر کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جو کتاب اللہ کے مخالف ہو، تو وہ چیز ساقط ہو جائے گی)۔

اور شیرازی شافعی لکھتے ہیں: "**إذا شرط في البيع شرطا نظرت، فإن كان شرطاً يقتضيه البيع كالتسليم والرد بالعيب وما أشبههما لم يبطل العقد**" (المہذب مع المجموع، کتاب البیوع، باب ما یفسد البیع من الشروط ۹/ ۳۶۳) (اگر فروختگی کے اندر کوئی شرط لگائی، تو میں غور کروں گا، چنانچہ اگر وہ ایسی شرط ہوگی جو فروختگی کا تقاضا ہو جیسے سامان فروخت حوالہ کرنا اور عیب کی وجہ سے واپس کرنا، اور ان کی مانند چیز، تو عقد باطل نہیں ہوگا)۔

۱۱- دل شکنی سے پرہیز:

اسلام ایک ایسے معاشرہ کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جس میں اخوت وبھائی چارگی، محبت والفت اور دمسازی وہمدردی کی فضا عام ہو، لہٰذا شریعت اسلامی تجارتی کاروبار میں ایسے امور کو حرام قرار دیتی ہے جو کینہ کپٹ، کدورت، تنفر اور دل میں دشمنی پیدا ہونے کا ذریعہ بنے، اور جن کی بنا پر انسانی اور ایمانی بھائی ایک دوسرے سے متنفر ہو جائیں، چنانچہ سامان کے بیچنے یا خریدنے کی جانب فریق ثانی کے میلان کے بعد کم قیمت پر بیچنے یا زیادہ قیمت پر خریدنے کی پیشکش کرنا، اس کی نگاہ میں حرام ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لا يسوم الرجل على سوم أخيه**" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۴۱۳، سنن نسائی حدیث نمبر: ۴۵۰۲، مسند احمد حدیث نمبر: ۹۳۳۴) (کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ تاؤ

کرنے پر بھاؤ تاؤ نہ کرے)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لا يبيع الرجل على بيع أخيه**" (صحیح البخاری ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، صحیح مسلم ۱۴۱۲) (کوئی شخص اپنے بھائی کے فروخت کرنے کی حالت میں فروخت نہ کرے)۔

اور اس سلسلہ میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، ابن حجر لکھتے ہیں:

"**قال الجمهور: لا فرق في ذلك بين المسلم والذمي، وذكر الأخ خرج للغالب فلا مفهوم له**" (فتح الباری ۴/ ۳۵۳، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ) (جمہور اہل علم کا قول ہے کہ فریق ثانی کے میلان کے بعد بیچنے یا خریدنے یا بھاؤ تاؤ کرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں مسلمان اور ذمی کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور "مسلم بھائی" کی قید عمومی عادت کے طور پر ہے لہذا اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے)۔

اور انسانی اور ایمانی بھائی کی خیر خواہی کا بھی تقاضا ہے کہ معاملہ کی طرف میلان کے بعد کسی تیسرے شخص کی طرف سے مداخلت نہ ہو، جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے "**النصح لكل مسلم**" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۵۶) (ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی)۔

۱۲—عبادت سے غافل کرنے والی تجارتی سرگرمی سے اجتناب:

تجارتی اور معاشی سرگرمی میں ایسا انہماک حرام ہے جو انسان کو اصلی عبادات اور فرائض سے غافل کردے، کیونکہ حقیقی سعادت اور خوش بختی اور ترقی کا راز اللہ تعالی کی طاعت میں مضمر ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: "**رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والأبصار**" (۲۴/ النور: ۳۷) (یہ وہ لوگ ہیں جن کو کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کی یاد، نماز کے اہتمام اور زکوۃ کی ادائیگی سے

غافل نہیں کرتے، وہ ایک ایسے دن کی آمد سے اندیشہ ناک رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں سب مضطرب ہوں گے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے :**"یا أیھا الذین آمنوا لا تلھکم أموالکم ولا أولادکم عن ذکر اللہ"** (۶۳/المنافقون:۹) (اے ایمان والو، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے)۔

بلاشبہ اصحاب رسول کریم ﷺ کا یہی حال تھا کہ اللہ تعالی کی رضا ان کے نزدیک ہر چیز پر مقدم تھی، اور بڑے سے بڑے مواقع امید ان کو یاد الہی سے غافل نہیں کرتے تھے، سو ان کی زندگی متوازن تھی، وہ تجارتی کاروبار اور خرید و فروخت سب کچھ کرتے تھے، لیکن یاد الہی اور شریعت کے فرائض کی بجا آوری سے غافل نہیں ہوتے تھے، لیکن افسوس ہے آج کل کے مسلمانوں پر کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو ہی اپنا مطمح نگاہ بنالیا ہے، اور دنیا ان پر ایسی مسلط ہوئی ہے کہ نہ ان کو نماز کے اہتمام کا ہوش رہا، اور نہ ہی دیگر دین کے بنیادی فرائض کا خیال رہا، سچ فرمایا ہے نبی کریم ﷺ نے **"فو اللہ لا الفقر أخشی علیکم، ولکن أخشی علیکم أن تبسط علیکم الدنیا، کما بسطت علی من کان قبلکم، فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما أھلکتھم"** (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۱۵۸، ۴۰۱۵، ۶۴۲۵، صحیح مسلم: ۲۹۶۱) (اللہ کی قسم! مجھے تم پر محتاجی کا اندیشہ نہیں، لیکن اس بات کا اندیشہ ہے کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے، جس طرح تم سے پہلی امتوں پر کشادہ کی گئی، اور تم اس میں مقابلہ آرائی شروع کردو، جس طرح انہوں نے مقابلہ آرائی کی، اور وہ تمہیں ہلاک کردے جس طرح اس نے انہیں ہلاک کرڈالا)۔

چوتھا باب:

اسلحہ کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں شرعی ضابطے

دیگر پاک اور قابل انتفاع اشیاء کی تجارت کی طرح اسلحہ کی خرید وفروخت اور تجارت بھی فضل الٰہی ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ”وآخرون یضربون فی الأرض یبتغون من فضل اللہ“ (۷۳/المزمل: ۲۰) (اور دوسرے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کے فضل کی طلب میں سفر کریں گے)۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم“ (۲/البقرۃ: ۱۹۸) (اس امر میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کے طالب بنو)۔

چنانچہ ان آیات کے اندر مطلقاً ہر جائز تجارت سے حاصل ہونے والی معاشی فتوحات کو فضل الٰہی قرار دیا گیا ہے، جس میں ہتھیاروں کی تجارت بھی شامل ہے، اور حدیث پاک سے بھی یہ واضح ہے کہ ہر جائز تجارت بہترین اور پاکیزہ ترین ذریعہ معاش ہے (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: ۱۳۹۴۹، ج ۱۳/ ۲۱۵، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے)۔

اس اس جائز اور صحیح تجارت میں ہتھیار کی تجارت بھی داخل ہے، اسی بنا پر بعض صحابہ کرامؓ ہتھیار کے بھی تاجر تھے، جن میں نمایاں نام صفوان بن امیہؓ کا ہے، جن سے نبی کریم ﷺ نے جنگ ”حنین“ کے موقع سے عاریتاً ہتھیار لیا تھا (ابن حجر، الاصابہ ۳/ ۳۵۰، ط:۱، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۵ھ)۔

اور حضرت خباب بن ارتؓ ہتھیار بناتے اور بیچتے تھے (مرجع سابق ۲/ ۲۲۲، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۱۰۶۸، صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، صحیح مسلم: ۲۷۹۵، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۵۰۱۰)۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلامی نقطہ نظر سے ہتھیاروں کی تیاری اور تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ درج ذیل شرعی ضابطے سے مربوط ہو:

١ — درست نیت کا استحضار:

ہتھیاروں کی تجارت نیک نیتی سے ہو یعنی تاجر اس بات کی نیت کرے کہ وہ کسی فرد یا جماعت کے ساتھ ہتھیاروں کا کاروبار ظلم وزیادتی سے حفاظت کی خاطر کر رہا ہے، چنانچہ ایسی نیت کے ساتھ ہتھیاروں کا کاروبار باعث ثواب عمل بن جائے گا، جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إن الله يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه يحتسب فى صنعته الخير، والرامى به، ومنبله**" (سنن النسائی حدیث نمبر: ٣١٤٦، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ٢٥١٥، سنن ترمذی حدیث نمبر: ١٦٣٧، مسند احمد حدیث نمبر: ١٧٣٠٠، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (یقینا اللہ عزوجل ایک تیر کے سبب تین اشخاص کو جنت میں داخل فرمائے گا: اس کے بنانے والے کو جو اللہ تعالی سے اس کی تیاری میں بھلائی کی امید رکھتا ہو، اور تیر انداز کو اور تیر دینے والے کو)۔ اور "ترمذی" اور "مسند احمد" میں "تیر دینے والے" کی جگہ "**الممدبه**" (تیر کی امداد دینے والے کو) ہے۔

چنانچہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہتھیار فراہم کرنے والا تاجر جنت کا مستحق ہے، اگرچہ وہ قیمت لے کر ہتھیار فراہم کر رہا ہے، لیکن امداد کی ایک شکل یہ بھی ہے۔

٢ — غلط استعمال کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرنے سے اجتناب:

اسلامی شریعت چاہتی ہے کہ ہتھیاروں کا استعمال محتاط طریقے سے ہو تا کہ معاشرہ اور افراد کا امن وامان اور چین وسکون متاثر نہ ہو، اس سلسلہ میں اسلام کس قدر محتاط ہے، اس کا

اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بے نیام تلوار لینے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ "**نهى رسول الله ﷺ أن يتعاطى السيف مسلولاً**" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۵۸، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۱۶۳، صحیح ابن حبان ۵۹۴۶، مسند طیالسی حدیث نمبر: ۱۷۵۹، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۴۲۰۱، اور اس کی سند صحیح ہے) (رسول کریم ﷺ نے سونتی ہوئی حالت میں تلوار لینے سے منع فرمایا) حتی کہ اسلامی شریعت غیر محتاط طریقہ سے ہتھیار لینے کو اللہ تعالی کی رحمت سے دوری کا سبب قرار دیتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ "**أتى رسول الله ﷺ على قوم يتعاطون سيفا مسلولاً، فقال: "لعن الله من فعل هذا"؟ أو ليس قد نهيت عن هذا"؟ ثم قال: "إذا سلّ أحدكم سيفه، فنظر إليه، فأراد أن يناوله أخاه، فليغمده، ثم يناوله إياه**" (مسند احمد حدیث نمبر: ۲۰۴۲۹، المستدرک للحاکم حدیث نمبر: ۷۷۸۶ اور یہ صحیح حدیث ہے) (رسول کریم ﷺ ایسی قوم کے پاس آئے جو سونتی ہوئی تلوار باہم لے دے رہی تھی، سو آپ ﷺ نے فرمایا: جو ایسا کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہو، کیا ہم نے اس سے منع نہیں کا تھا؟ پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تلوار سونتے اور اسے دیکھے اور اپنے بھائی کو دینا چاہے تو اسے نیام میں ڈال دے، پھر اسے دے)۔

امن وامان کی برقراری کے سلسلہ میں دین اسلام کس قدر حساس ہے، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ بہ طور مزاح بھی کسی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کو وہ ممنوع قرار دیتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من أشار إلى أخيه بحديدة، فإن الملائكة تلعنه، حتى يدعه، وإن كان أخاه لأبيه وأمه**" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۶۱۶) (جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے، تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ اس عمل کو چھوڑ دے، خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو)۔

اور ایک روایت میں ہے: "**لا يشير أحدكم على أخيه بالسلاح، فإنه لا**

یدری، لعل الشیطان ینزع فی یدہ، فیقع فی حفرۃ من النار " (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۷۰۷۲)، "فیقع فی حفرۃ من النار " (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۷۰۷۲، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۶۱۷) (تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید شیطان اسے پھینکوا کر نشانہ لگوا دے، جس کے سبب وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے)۔

شریعت چاہتی ہے کہ ہتھیار کا استعمال جائز طریقہ پر ہو، چنانچہ پر امن جگہ جیسے حرم مکی اور پر امن وقت جیسے عید اور تہوار کے دن بے ضرورت ہتھیار لے جانے سے منع کرتی ہے، جیسا کہ اس کی وضاحت حضرت ابن عمرؓ کے ارشاد سے ہوتی ہے کہ حجاج بن یوسف ان کے پاس آیا جبکہ وہ حرم میں زخمی ہو گئے تھے، اور اس نے ان سے ان کا حال چال دریافت کیا اور انہوں نے جواب دیا کہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں، اس پر حجاج نے پوچھا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا، تو حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: "أصابنی من أمر بحمل السلاح فی یوم لا یحل فیہ حملہ " (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۹۶۷) (مجھے اس شخص نے زخمی کیا جس نے ایسے دن میں ہتھیار لانے کا حکم دیا، جس میں ہتھیار لانا حلال نہیں) (یعنی مکروہ اور نامناسب ہے)۔

اور حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "حملھا بطرا و أشرا، أو لم یتحفظ حال حملھا و تجریدھا من إصابتھا أحداً من الناس، و لا سیما عند المزاحمۃ فی المسالک الضیقۃ " (ابن حجر، فتح الباری ۲/ ۴۵۵، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ) (یہ اس حالت پر محمول ہے کوئی شخص بہ طور تکبر اور اتراہٹ ہتھیار لائے، یا اسے اٹھانے اور نیام سے باہر کرنے کی حالت میں کسی کو لگنے سے احتیاط نہ برتے خاص کر تنگ راہوں میں بھیڑ بھاڑ کے وقت)۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "لا یحل لأحدکم أن یحمل بمکۃ السلاح " (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۳۵۶) (تم میں سے کسی کے لیے حلال نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے)، لہذا اگر کسی شخص کے بارے میں گمان غالب ہو کہ وہ ڈاکو یا قاتل وغیرہ ہے تو ایسے شخص کے ہاتھ ہتھیار کی خرید و فروخت اور تجارت

حرام ہے۔

۳– حالت فتنہ میں فتنہ پروروں کے ہاتھ ہتھیاروں کی تجارت سے دوری:

فتنہ کی حالت میں چونکہ ہتھیار کا استعمال لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے ہوسکتا ہے، لہذا شریعت اسلامی ایسی حالت میں فتنہ پروروں کے ہاتھ ہتھیاروں کی فروختگی کو ناجائز قرار دیتی ہے، چنانچہ حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے **"نهى عن بيع السلاح في الفتنة"** (مسند بزار حدیث نمبر: ۳۵۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: ۲۸۶، ج ۱۸/ ۱۳۶، السنن الواردة فی الفتن للدانی حدیث نمبر: ۱۵۱، ج ۲/ ۴۰۹، السنن الکبری للبیہقی حدیث نمبر: ۱۰۷۸۰، ۱۰۷۸۱، اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے) (حالت فتنہ وفساد میں ہتھیار کی فروختگی سے منع فرمایا)۔

اور حضرت عمران بن حصینؓ حالت فتنہ میں ہتھیار فروخت کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع السلاح فی الفتنۃ وغیرہا ۳/ ۶۳، ط: ۱، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: **"المراد بالفتنة ما يقع من الحروب بين المسلمين، لأن في بيعه إذ ذاك إعانة لمن اشتراه، وهذا محله، إذا اشتبه الحال، فأما إذا تحقق الباغي، فالبيع للطائفة التي في جانبها الحق لا بأس به، قال ابن بطال: إنما كره بيع السلاح في الفتنة، لأنه من باب التعاون على الاثم"** (فتح الباری، کتاب البیوع ۴/ ۳۲۳) (فتنہ سے مراد مسلمانوں کے درمیان پیش آنے والی جنگیں ہیں، اس لئے کہ ایسی حالت میں ہتھیار فروخت کرنے میں اسے خریدنے والے کی مدد کرنا ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ صورت حال مشتبہ ہو، سو اگر بغاوت کرنے والے کا پتہ چل جائے، تو اس گروہ سے ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں جس کی طرف حق ہو، اور ابن بطال کا قول ہے کہ حالت فتنہ میں ہتھیار فروخت کرنا مکروہ اس وجہ سے ہے کہ یہ گناہ کے کام میں تعاون کے باب سے ہے)۔

اور فقہاء اسلام نے بھی عام طور پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ حالت فتنہ وفساد میں فتنہ پروروں کے ہاتھ ہتھیاروں کی فروختگی ناجائز ہے، چنانچہ ابوالحسن علی بن حسین بن محمد سغدی حنفی (م:۴۶۱ھ) لکھتے ہیں: "**یکرہ بیع السلاح من أھل الفتنة**" (سغدی، النتف فی الفتاوی، کتاب الشہادات باب الکراہیۃ ۲/ ۸۱۲، ط: ۲، بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۴۰۴ھ – ۱۹۸۴ء) (فتنہ پروروں سے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے)۔

اور علامہ کاسانی حنفی (م: ۵۸۷ھ) رقمطراز ہیں: "**ومنھا بیع السلاح من أھل الفتنة وفی عساکرھم؛ لأن بیعه منھم من باب الإعانة علی الاثم والعدوان وأنه منھی، ولا یکرہ بیع ما یتخذ منه السلاح منھم کالحدید وغیرہ، لأنه لیس معداً للقتال، فلا یتحقق معنی الإعانة**" (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب البیوع، بیان ما یکرہ من البیاعات وما یتصل بھا ۵/ ۲۳۳، وکتاب السیر، فصل بیان احکام البغاۃ ۷/ ۱۴۲، ط: ۲، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۶ھ – ۱۹۸۶ء) (اور مکروہ خرید وفروخت میں سے ایک فتنہ پروروں سے ہتھیار فروخت کرنا ہے اور ان کے لشکروں میں ہتھیار بیچنا ہے، اس لئے کہ ان سے ہتھیار بیچنا گناہ اور ظلم وزیادتی کے کام پر مدد کرنے کے باب سے ہے، اور اس سے منع کیا گیا ہے، اور ان سے ایسی چیز کا بیچنا مکروہ نہیں جس سے ہتھیار بنایا جائے جیسے لوہا وغیرہ، اس لئے کہ وہ لڑائی کے لئے تیار حالت میں نہیں ہے، لہذا امداد دینے کا مفہوم ثابت نہ ہوگا)۔

اور ابن نجیم (م: ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں: "**أطلق فی أھل الفتنة، فشمل البغاۃ وقطاع الطریق واللصوص**" (ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاۃ ۵/ ۱۵۵، ط: ۲، بیروت، دار الکتاب الاسلامی، تاریخ اشاعت کے بغیر) (مصنف نے فتنہ پروروں کو مطلق رکھا ہے، لہذا ان میں بغاوت کرنے والے، ڈاکو اور چور سب شامل ہیں)۔

لہذا ان تمام لوگوں کے ہاتھ جانتے بوجھتے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ یہ معصیت میں تعاون ہے، اور ہتھیار فتنہ کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ ہے سو فتنہ پروروں

کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا علت کی علت ہے۔ اور مالکیہ کا بھی یہی مسلک ہے، چنانچہ رعینی مالکی (م: ۹۵۴ھ) لکھتے ہیں :"یحرم بیع السلاح لمن یعلم أنه یرید قطع الطریق علی المسلمین أو إثارة الفتنة بینهم" (رعینی مالکی، مواہب الجلیل، کتاب البیوع ۴/ ۲۵۴، ط: ۳، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ — ۱۹۹۲ء) (اس شخص کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا حرام ہے، جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مسلمانوں پر ڈاکہ زنی یا ان کے درمیان فتنہ انگیزی کا قصد رکھتا ہے)۔

اور شافعیہ کا مذہب بھی کراہت کا ہے، جیسا کہ عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی (م: ۶۲۳ھ) لکھتے ہیں :"وکذا بیع السلاح من البغاة وقطاع الطریق مکروه، لکنه صحیح" (رافعی، فتح العزیز بشرح الوجیز، کتاب البیع ۸/ ۲۳۱، بیروت، دار الفکر) (اور ایسے ہی باغیوں اور ڈاکوؤں سے ہتھیار بیچنا مکروہ ہے لیکن فروختگی منعقد ہو جاتی ہے)۔

اور حنابلہ کے نزدیک یہ عقد ہی باطل ہے، جیسا کہ مرداوی حنبلی رقمطراز ہیں :"ولا یصح بیع العصیر لمن یتخذه خمراً، ولا بیع السلاح فی الفتنة، ولأهل الحرب، وهذا المذهب نقله الجماعة، وعلیه الأصحاب" (الانصاف، کتاب البیع ۴/ ۳۲۷، ط: ۲، بیروت، دار الاحیاء، تاریخ اشاعت کے بغیر) (رس اس شخص سے بیچنا صحیح نہیں ہے جو اسے شراب بنائے، اور نہ ہی حالت فتنہ میں ہتھیار فروخت کرنا صحیح ہے اور نہ ہی حربی کفار کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا صحیح ہے، اور یہی حنبلی مذہب ہے، اسی کو ایک جماعت نے نقل کیا ہے اور اسی مسلک پر فقہاء حنابلہ ہیں)۔

اور یہی حکم ان تمام اشخاص کا ہے جن سے لوگوں کے جان و مال کو خطرہ لاحق ہو، مثلاً مجرمانہ شبیہ رکھنے والے افراد جیسے چور، دھماکہ خیز مادے رکھنے کے سلسلہ میں سزا یافتہ، مشتبہ افراد، بدمعاش اشخاص، زیر حراست افراد، نابالغ بچے، ناقص العقل اشخاص، نفسیاتی (Pshchological) بیماری میں مبتلا اشخاص، اور عصبیت اور نسل پرستی (Racialism) کی بنا پر قتل کرنے والے افراد جو معاشرہ کو کمزور کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسے انتشار

(Anarchy) کے دہانہ پر پہنچانا چاہتے ہیں۔اور یہی حکم ڈکٹیٹروں (Dictators) اور مطلق العنان (Despotic) حکمرانوں (Rulers) کے ساتھ ہتھیاروں کی تجارت کا ہے جو بے قصوروں (Innocents) کے خلاف ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں۔

۴- دشمنانِ اسلام کے ہاتھ ہتھیاروں کی تجارت سے دوری:

جو ممالک رات ودن اسلام، اسلامی نظام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی سازشیں کررہے ہیں، ان کے ساتھ ہتھیاروں کی تجارت حرام ہے، نہ ان سے ہتھیار خریدنا درست ہے کہ اس سے وہ مالی اور معاشی اعتبار سے مضبوط ہوں گے، اور نہ ان کو ہتھیار بیچنا درست ہے کہ اس کا استعمال وہ مسلمانوں کے خلاف کریں گے، مسلمانوں کو سائنس (Science) اور ٹکنالوجی (Technology) میں ترقی کے ذریعہ خود اسلحہ سازی کی طرف توجہ دینی چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے :"یا أیها الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین أولیاء من دون المؤمنین أتریدون أن تجعلوا لله علیکم سلطانا مبینا " (۴/النساء: ۱۴۴) (اے ایمان والو! مسلمانوں کے مقابل کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کرالو)۔

اور فرمانِ الٰہی ہے:"یا أیها الذین آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یألونکم خبالا، ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من أفواههم، وما تخفی صدورهم أکبر، قد بینا لکم الآیات إن کنتم تعقلون " (۳/آل عمران: ۱۱۸) (اے ایمان والو! اپنے سے باہر والوں کو اپنا محرم راز نہ بناؤ، یہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے، یہ تمہارے لیے زحمتوں کے خواہاں ہیں، ان کی عداوت ان کے لبوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے بھی سخت تر ہے، ہم نے تمہارے لیے اپنی ہدایات واضح کردی ہیں، اگر تم سمجھ رکھتے ہو)۔

اورعام طور سے فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنا ناجائز ہے کیونکہ یہ ان کی تقویت کا باعث ہے، چنانچہ امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) رقمطراز ہیں: "**فإذا کان ذلک مکروها فی زمان الفتنة ممن هو من أهل الفتنة، فلأن یکره حمله إلی دار الحرب للبیع منهم کان أولی**" (سرخسی، شرح السیر الکبیر، مسئلہ نمبر: ۲۷۳۳، باب ما یکرہ إدخالہ دار الحرب ۱/۱۴۱۰، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، ۱۹۷۱ء) (پھر جب فتنہ پروروں سے فتنہ اور شورش وبلوہ کے زمانہ میں ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے تو حربیوں سے بیچنے کے لیے دار الحرب لے جانا بدرجہ اولی مکروہ ہوگا)۔

اور زین الدین ابوعبد اللہ محمد حنفی رازی (م: ۶۶۶ھ) لکھتے ہیں: "**یکره بیع السلاح والحدید والخیل منهم، ولو کانوا سلما بخلاف الطعام واللباس**" (تحفۃ الملوک ص:۱۸۱، ط:۱، بیروت، دار البشائر، ۱۴۱۷ھ) (حربی کفار سے ہتھیار، لوہا اور گھوڑے فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ وہ صلح کی حالت میں ہوں، لباس اور غلہ کے برخلاف)۔

اور عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی (م: ۶۸۳ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**ویکره بیع السلاح والکراع من أهل الحرب، وتجهیز إلیهم قبل الموادعة وبعدها؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهی عن ذلک، ولما فیه من تقویتهم علی المسلمین، لأنه معصیة، وکذلک الحدید وکل ما هو أصل فی آلات الحرب**" (ابن مودود حنفی، الاختیار لتعلیل المختار، کتاب السیر، فصل موادعۃ أہل الحرب ۴/۱۲۲، قاہرہ، مطبعۃ الحلبی، ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء) (حربی کفار سے ہتھیار اور گھوڑے فروخت کرنا اور اس طرح کے سامان کے ساتھ ان کی طرف تاجروں کو روانہ کرنا مکروہ ہے خواہ یہ صلح سے پہلے ہو یا اسکے بعد، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، اور اس وجہ سے کہ اس عمل کے ذریعہ مسلمانوں کے مقابل ان کو مضبوط کرنا ہے جو معصیت ہے، اور یہی حکم لوہے اور ہر اس چیز کا ہے جو جنگی اوزار کا مادہ ہو)۔

اور اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ حضرت خباب بن ارت عاص بن وائل کے

ہاتھ ہتھیار فروخت کرتے تھے جبکہ عاص حربی کافر تھے، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں: "**کنت قیناً بمکة، فعملت للعاص بن وائل سیفاً، فجئت أتقاضاہ، فقال: لا أعطیتک حتی تکفر بمحمد**" (صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۵۰۱۰، صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۷۹۵، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۳۱۶۲، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۱۰۶۸) (میں مکہ میں لوہار تھا، چنانچہ میں نے عاص بن وائل کے لیے تلوار تیار کی، پھر اس سے اجرت کا تقاضا کرنے کے لیے آیا، تو اس نے کہا کہ میں اس وقت تک تجھے اجرت نہیں دوں گا، یہاں تک کہ تم محمد کا انکار کردو)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عہد جاہلیت کا واقعہ ہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں اس کی صراحت ہے، نیز یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے، اور عام طور سے فقہاء نے فروخت کرنے کے مسئلہ سے بحث کی ہے، لیکن خریدنے کا بھی یہی حکم ہے اس لیے کہ اس معاملہ کے ذریعہ کفار معاشی طور پر مضبوط ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حربیوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا ناجائز ہے، مالکیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے جیسا کہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: "**یحرم بیع الحربیین آلة الحرب من سلاح أو کراع أو سروج أو غیرها ممن یتقوون به فی الحرب من نحاس وخرثی وغیرہ**" (رعینی مالکی، مواہب الجلیل، کتاب البیوع ۴/ ۲۵۳) (حربیوں سے آلات جنگ جیسے ہتھیار، گھوڑے، زین وغیرہ فروخت کرنا حرام ہے، جس سے جنگ کے اندر ان کو قوت حاصل ہو، مثلاً تانبا اور خیمہ کے ساز وسامان وغیرہ)۔

اور شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں: "**وأما بیع السلاح لأهل الحرب فحرام بالإجماع ولو باعهم إیاہ لم ینعقد البیع علی المذهب الصحیح ـــ واحتجوا للمذهب بأنهم یعدون السلاح لقتالنا، فالتسلیم إلیهم معصیة فیصیر بائعا ما یعجز عن تسلیمه شرعاً، فلا ینعقد**" (نووی، المجموع، کتاب البیوع، باب ما نہی عنہ من بیع الغرر وغیرہ ۹/ ۳۵۴، بیروت، دار الفکر) (بہرحال حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنا تو

بالاتفاق حرام ہے، اور اگر ان سے بیچ ہی دے تو صحیح مذہب کے مطابق بیع منعقد نہ ہوگی۔۔۔ اور صحیح مذہب کے لیے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ وہ ہتھیار ہم سے جنگ کے لیے تیار کرتے ہیں، لہذا ان کے حوالہ کرنا معصیت ہے، تو ایسی چیز کو فروخت کرنے والا ہو جائے گا، جس کے سپرد کرنے سے شرعی طور پر عاجز ہوگا لہذا بیع منعقد ہی نہیں ہوگی)۔

البتہ ان کے نزدیک لوہا بیچنا جائز ہے اس لیے کہ وہ ہتھیار کے لیے متعین نہیں ہے (نووی، روضۃ الطالبین کتاب البیوع، باب البیوع المنہی عنہا ۳/۴۰۰، ط: ۳، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ–۱۹۹۱ء)۔

۵– انصاف پسند غیر متعصب حاکم کے ممنوعہ ہتھیاروں کی فروختگی سے اجتناب:

انصاف پرور غیر متعصب حاکم نے جن آتشیں ہتھیاروں (Fire arms) جیسے بندوق (Gun) وغیرہ، اور دھار دار اسلحہ (Swords) جیسے تلوار (Saber) وغیرہ کی پرمٹ (Permit) کے بغیر فروختگی کو ممنوع قرار دیا ہو، ان کو لائسنس (License) دیکھے بغیر فروخت کرنا ناجائز ہے، کیونکہ حاکم وقت کو عارضی طور سے مباح کو مقید کرنے کا اختیار رہے، اور جو امور مخالف شرع نہ ہوں، ان میں حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے، ارشاد الٰہی ہے: **"یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم، فإن تنازعتم فی شئی فردوه إلى الله والرسول إن کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر وأحسن تأویلا"** (۴/النساء: ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے سربراہان کار کی، سو اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو، تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ طریقہ بہتر اور بہ اعتبار انجام اچھا ہے)۔

اور فقہاء اسلام نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، چنانچہ علامہ کاسانی (م: ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں: **"طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة فرض"** (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب السیر، فصل فی بیان أحکام البغاة ۷/۱۴۰) (غیر معصیت میں حاکم وقت کی اطاعت فرض ہے)۔

اور ابن رشد جد، ابو الولید محمد قرطبی مالکی (م: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں: "**فواجب على الرجل طاعة الإمام فيما أحب أو كره**" (ابن رشد، البیان والتحصیل، کتاب الجہاد الثانی، القوم یواقعون العدو ۳/ ۶۳، تحقیق: د جحی وآخرین، ط: ۲، بیروت، دار الغرب ۱۴۰۸ھ–۱۹۸۸ء) (چنانچہ پسندیدہ یا ناپسندیدہ معاملہ میں آدمی پر حاکم کی اطاعت فرض ہے)۔

اور ماوردی شافعی ابو الحسن علی (م: ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں: "**طاعة الإمام واجبة إلا فيما يعلم أنه ظلم**" (ماوردی، الحاوی الکبیر، کتاب الحدود، باب صفۃ القتل العمد ---- ۱۲/ ۷۷، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ–۱۹۹۹ء) (حاکم کی اطاعت واجب ہے، مگر جس چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ظلم ہے اس میں اطاعت واجب نہیں)۔

اور ابن قدامہ حنبلی، ابو محمد، موفق الدین، عبد اللہ (م: ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: "**لوجوب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية**" (ابن قدامہ، المغنی، کتاب الجراح، فصل أمر السلطان رجلاً فقتل آخر، مسئلہ نمبر: ۶۷۷۳، ۸/ ۲۶۶، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ–۱۹۶۸ء) (غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت واجب ہونے کی وجہ سے وہ معذور ہے)۔

البتہ اگر حکومتی ادارے افراد کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہوں، تو ایسی حالت میں افراد اپنے تحفظ کا خود انتظام کر سکتے ہیں، اور تاجر اسلحہ ان کی مدد کر سکتا ہے۔

۶–تجارتی مقابلہ آرائی کی خاطر رشوت سے دوری:

رشوت وہ مال ہے جو باطل پر مدد کی خاطر ایک انسان دوسرے کو دیتا ہے، "المصباح" کے حوالہ سے علامہ ابن عابدین محمد امین (م: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: "**ما يعطيه الشخص الحاكم، وغيره، ليحكم له أو يحمله على ما يريد**" (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوۃ والہدیہ، ۵/ ۳۶۲، ط: ۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ–۱۹۹۲ء) (رشوت وہ مال ہے جو ایک شخص حاکم وغیرہ کو دیتا ہے تاکہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یا اسے اپنے

مطلوب پر آمادہ کرے)۔

چنانچہ اسلحہ کے کاروبار میں دیگر کاروبار کی طرح ناجائز تجارتی مقابلہ آرائی (Race) کی خاطر رشوت دینے کو شریعت اسلامی حرام قرار دیتی ہے، کیونکہ اس طریقہ میں دوسرے کے مفاد کو متاثر کرکے خود کو مالدار بنانے کی ہوس وحرص ہے، اور اسی بنا پر اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کی حرام خوری کی مذمت کی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: **"وترى كثيراً منهم يسارعون في الإثم والعدوان, وأكلهم السحت لبئس ما كانوا يعملون, لولا ينهاهم الربانيون والأحبار عن قولهم الإثم وأكلهم السحت لبئس ما كانوا يصنعون "** (۵/المائدہ: ۶۲-۶۳) (تم ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری کی راہ میں گرم رو ہیں، کیا ہی برا ہے جو کچھ یہ کررہے ہیں، ان کے علماء اور فقہاء ان کو گناہ کی بات کہنے اور ان کو حرام کھانے سے روکتے کیوں نہیں؟ کتنی بری ہے یہ حرکت جو یہ کررہے ہیں)۔

اور نبی کریم ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے، چنانچہ عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ **"لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي "** (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۵۸۰، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۳۳۷، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۳۱۳، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۵۰۷۷، مسند احمد حدیث نمبر: ۶۵۳۳، ۶۷۷۸، ۶۷۷۹، ۶۸۳۰، ۶۹۸۴، المنتقی لابن الجارود حدیث نمبر: ۵۸۶)

(رسول کریم ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت بھیجی ہے)۔

لہذا ناجائز ہوڑ اور مقابلہ کی بنا پر زیادہ سے زیادہ اسلحہ حاصل کرنے یا فروخت کرنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔

۷- اسلام اور دینداری کے خلاف ہتھیاروں کا استعمال کرنے والوں کے ہاتھ خرید وفروخت سے پرہیز:

شریعت اسلامی چاہتی ہے کہ معاشرہ میں خیر اور بھلائی کا غلبہ ہو، لوگوں کو فکر ونظر کی

آزادی حاصل ہو، اور ہر طرف پاکیزگی سیرت وکردار کا چرچا ہو، لہذا ان لوگوں کے ہاتھ اسلحہ کی تجارت حرام ہے، جو مختلف بہانوں سے اسلام پسندوں کو ٹارچر کرتے ہیں، جو نیکی اور تقوی کے خلاف محاذ بناتے ہیں، جو دین داروں پر غیظ وغضب اس وجہ سے نہیں اتارتے ہیں کہ ان سے کوئی قصور سرزد ہوتا ہے، بلکہ ان کی نیکی بلند اخلاق اور پاکیزگی سیرت وکردار ہی ان ظالم بدبختوں کے نزدیک ان کا سب سے بڑا جرم بن جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: "**وما نقموا منهم إلا أن يؤمنوا بالله العزيز الحميد**" (۸۵/البروج:۸) (اور انہوں نے ان پر محض اس وجہ سے غصہ نکالا کہ وہ غالب سزاوار حمد اللہ پر ایمان لائے)۔

پانچواں باب :

عمومی قسم کے جدید اسلحہ کی تجارت کے سلسلہ میں شرعی حکم

عمومی (General) قسم کے جدید اسلحہ جیسے طپنچہ (Pistol) بندوق (Gun)، ریوالور (Revolver)، رائفل (Rifle)، شوٹ گن (Shotgun)، ایرگن (Airgun)، گولہ بارود (Munitions)، بم (Bomb)، گولی (Lead)، جنگی جہاز (Warship)، ٹینک (Tank)، جنگی ہیلی کاپٹر (War helicopter)، لڑاکا ہوائی جہاز (Combot Plane)، بمبار جہاز (Bomber Plane)، جیٹ ہوائی جہاز (Jet lines)، میزائل (Missile)، راکٹ (Rocket)، توپ (Cannon)، مشین گن (Machine Gun)، طیارہ شکن بندوق (Anti air craft gun)، مورٹار (Mortar)، اشک آور گولا (Tear bomb)، غوطہ خور کشتی (Submarine)، آبدوز شکن بم (Anti-submarine bomb)، دستی بم (Hand grenade) اور دیگر نئے ہتھیار کی تجارت جائز ہے، اس لیے کہ ہر دور کا اپنا مخصوص اور مؤثر ہتھیار ہوتا ہے، اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جمود میں برتری حاصل کرنے کی بجائے اپنے اسلحہ کے اندر بہتر تبدیلی لائیں، ان کو ترقی دیں، اور ان کو نئے طرز پر ڈھالیں، تا کہ ان کے اسلحہ دیگر قوموں کے اسلحہ کے مساوی اور برابر ہوں، اور نتیجتاً انہیں فوجی خود مختاری حاصل ہو، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو وصیت فرمائی : "إذا لقيت القوم، فقاتلهم بالسلاح الذى يقاتلونک به، السهم للسهم ، والرمح للرمح، والسيف للسيف "، کلاعی، ابو الربیع سلیمان بن موسی اندلسی (م: ۶۳۴ھ)، "الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والثلاثة الخلفاء" (۳/۲۱، تحقیق: عزالدین علی، ط:

۱، بیروت، عالم الکتب، ۱۴۱۷ھ) (جب لڑنے والی قوم سے تمہاری مڈبھیڑ ہو، تو ان سے اس ہتھیار سے لڑو جس ہتھیار سے وہ تمہارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں، یعنی تیر کا مقابلہ تیر سے، نیزہ کا مقابلہ نیزہ سے اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے)۔

سو اس سے پتہ چلا کہ مقابلہ کے ہتھیار میں برابری مطلوب ہے، لہذا ترقی یافتہ اسلحہ کی تیاری امت پر فرض ہے، اور ان کا استعمال مباح ہے۔

اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ قدیم اسلحہ جن کا جنگوں کا فیصلہ کرنے میں کوئی رول اور اثر نہیں رہا، ان کی جگہ جدید اسلحہ کو اختیار کرنا جائز ہے، چنانچہ امام ابن عابدین محمد امین (م: ۱۲۵۲ھ-۱۸۳۶ء) ''توپ'' جو ان کے زمانہ میں وجود میں آئی تھی، اس کے بارے میں لکھتے ہیں: **''ھی آلۃ ترمی بھا الحجارۃ الکبار، قلت: وقد ترکت الیوم للاستغناء عنھا بالمدافع الحادثۃ''** (ابن عابدین، ردالمحتار کتاب الجہاد ۱۲۹/۴، ط: ۲، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء) (منجنیق ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے ہیں، میں ابن عابدین کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں نو پید توپ کے ذریعہ اس سے بے نیازی ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا گیا ہے)۔ اور اپنے زمانہ میں وجود میں آنے والی گولی کے بارے میں رقمطراز ہیں: **''کرصاص، وقد استغنی بہ عن النبل فی زماننا''** (مرجع سابق، کتاب الجہاد ۱۲۹/۴) (جیسے گولی جس کی وجہ سے ہمارے زمانہ میں تیر سے بے نیازی ہوگئی ہے)۔

عام طور سے فقہاء مالکیہ، فقہاء شوافع اور حنابلہ نے بھی دشمن کے خلاف منجنیق استعمال کرنے کے جواز کی صراحت کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی مانند دیگر ترقی یافتہ ہتھیار اختیار کرنا ان کے نزدیک جائز ہے، مشہور مالکی فقیہ ابن رشد حفید، ابو الولید محمد بن احمد (م: ۵۹۵ھ) لکھتے ہیں: **''واتفق عوام الفقھاء علی جواز رمی الحصون بالمجانیق، سواء کان فیھا نساء وذریۃ أو لم یکن''** (ابن رشد حفید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۱۴۸/۲، کتاب الجہاد، الفصل الثالث فی معرفۃ ما یجوز من النکایۃ بالعدو، قاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء) (عام فقہاء کا

منجنیق کے ذریعہ قلعوں پر پتھر برسانے کے جواز پر اتفاق ہے، خواہ ان کے اندر خواتین اور بچے ہوں یا نہ ہوں)۔

اورخطیب شربینی شافعی (م: ۹۷۷ھ) تحریر فرماتے ہیں :"**ویجوز رمیھم بنار ومنجنیق**" (شربینی، مغنی المحتاج، کتاب السیر، فصل فیما یکرہ من الغزو ۶/۳۰، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء) (اور دشمنوں پر آگ پھینکنا اور منجنیق سے پتھر برسانا جائز ہے)۔

اورابن قدامہ مقدسی حنبلی (م: ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں :"**ویجوز نصب المنجنیق علیھم، وظاھر کلام أحمد جوازہ مع الحاجة وعدمھا، لأن النبیﷺ نصب المنجنیق علی أھل الطائف**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۷۶۲، معجم ابن الاعرابی حدیث نمبر: ۸۲۰، سنن البیہقی الکبری حدیث نمبر: ۱۷۸۹۹، السنن الصغری للبیہقی حدیث نمبر: ۲۸۴۳، المراسیل لأبی داؤد حدیث نمبر: ۳۳۵، اور اس کی سند میں کلام ہے)۔ **وممن رأی ذلک الثوری، والأوزاعی، والشافعی، وأصحاب الرأی**' (المغنی، کتاب الجہاد، مسئلہ نمبر: ۷۴۵۷، ۹/۲۸۷، مکتبۃ القاہرۃ، ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء) (اور دشمن کے خلاف منجنیق لگانا جائز ہے، اور امام احمد کے کلام سے بہ ظاہر، ضرورت ہونے اور نہ ہونے، دونوں صورتوں میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے طائف والوں کے خلاف منجنیق کا استعمال کیا تھا، اور یہی ثوری، اوزاعی، شافعی اور حنفیہ کی رائے ہے)۔

اورمتاخرین علماء اسلام میں سے امام شوکانی محمد بن علی (م: ۱۲۵۰ھ- ۱۸۳۴ء) نے ترقی یافتہ اسلحہ میں سے ایسے ہتھیار کو جو محارب اور غیر محارب میں تفریق نہیں کرتے، ضرورتاً استعمال کرنے کی بات کہی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :"**کالرمی بالمنجنیق والمدافع وما یشابہ ذلک**" (شوکانی، السیل الجرار المتدفق علی حدائق الأزہار ۴/۵۳۵، کتاب السیر، فصل التحریق والتغریق، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۵ھ) (منجنیق، توپ اور اس سے ملتے جلتے ہتھیار کا استعمال ضرورتاً ہی جائز ہے)۔

ترقی یافتہ اسلحہ اختیار کرنے کے سلسلہ میں کتاب وسنت کی ہدایات:

کتاب وسنت کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے ترقی یافتہ اسلحہ کو اختیار کرنا ضروری ہے تا کہ اہل باطل اہل حق کو مغلوب نہ کرسکیں، اور ان کی پر امن دعوتی سرگرمیوں میں روڑے نہ اٹکا سکیں، اور مذہب کے نام پر ظلم وتشدد کا بازار گرم نہ کرسکیں، چنانچہ اللہ تعالی نے مطلقاً ارشاد فرمایا ہے: **"وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم"** (۴/النساء:۱۰۲) (اور یہ گروہ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں)۔

اس آیت میں مطلقاً ہتھیار سے لیس ہونے کا حکم ہے جو ظاہر ہے کہ ہر دور کے اعتبار سے مختلف ہوگا، کیونکہ جب اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا ہے، تو پھر ان اسلحہ سے دست کش ہونے کی اجازت کیونکر ہوگی، جن کے نہ ہونے کی صورت میں اہل باطل کو روئے زمین پر فتنہ وفساد مچانے کی کھلی چھوٹ مل جائے، چنانچہ آلوسی لکھتے ہیں: **"حذرهم" أي احترازهم وشبهه بما يتحصن به من الآلات"** (آلوسی، روح المعانی ۳/۱۳۱، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) (اپنی حفاظت کا سامان لے لیں یعنی محتاط رہیں اور اپنے بچاؤ کا سامان اختیار کریں، اور اسی کی مانند ان تمام آلات اور اوزار سے لیس ہوں جن کے ذریعہ حفاظتی تدبیر کی جاتی ہے)۔

اور جب حالت نماز میں حفاظتی واحتیاطی نوعیت کی چیزوں سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں ہے، تو پھر دیگر حالتوں میں اپنی فوجی طاقت میں بہتری لانے سے غفلت برتنے کی کیونکر اجازت ہوگی۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: **"وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم"** (۸/الانفال: ۶۰) (اور ان کے لیے جس حد تک کرسکو طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے اللہ

کے اور تمہارے دشمنوں پر تمہاری ہیبت رہے اور ان دوسرے دشمنوں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی فوجی قوت کو ہر طرح کے اسلحہ اور ساز وسامان جنگ سے مضبوط کریں، اور ترقی یافتہ ہتھیار اختیار کرنے میں کسی طرح کے تردد کے شکار نہ ہوں، اس لیے کہ موجودہ دور میں ٹینک، توپ وتفنگ اور لڑاکے جہاز کی وہی اہمیت ہے جو کسی دور میں گھوڑوں کو حاصل تھی، چنانچہ امام ابن عاشور (م: ۱۳۹۳ھ) تحریر فرماتے ہیں : "**فاتخاذ السيوف والرماح والأقواس والنبال من القوة في جيوش العصور الماضية، واتخاذ الدبابات والمدافع والطيارات والصواريخ من القوة في جيوش عصرنا**" (ابن عاشور، التحریر والتنویر ۱۰/۵۵، تونس، الدار التونسیۃ للنشر، ۱۹۸۴ء) (سو تلوار، نیزے، کمانیں، تیر اپنانا گزشتہ ادوار کی افواج کے اندر قوت میں سے تھا اور ہمارے عہد کے لشکروں کے اندر ٹینک، توپیں، ہوائی جہاز اور میزائل اختیار کرنا قوت میں سے ہے)۔

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ آیت شریفہ منبر پر تلاوت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا : "**ألا إن القوة الرمي**" (آگاہ ہوجاؤ کہ قوت پھینکنے میں ہے) اور یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا) (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۹۱۸، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۱۴، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۸۱۳، مسند ابی یعلی حدیث نمبر: ۱۷۴۳، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۴۷۰۹، مسند طیالسی حدیث نمبر: ۱۱۰۳، سنن دارمی حدیث نمبر: ۲۴۴۸)۔ اور اس حدیث میں پھینکنے کے آلہ کو مطلق رکھا گیا ہے جو ہر زمانہ کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے چنانچہ عہد ماضی میں تیر پھینکنے کا آلہ تھا، تو موجودہ دور میں توپ، بم اور میزائل وراکٹ پھینکنے کے آلے ہیں، لہذا مقدور بھر اسلحہ اور سامان جنگ کی تیاری مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کے لئے مطلوب علم وفن کا سیکھنا بھی فرض ہے کہ جس چیز کے بغیر فرض کی ادائیگی نہ ہو سکے، وہ بھی فرض ہوجاتی ہے۔

ایک اور حدیث سے اتنا اشارہ ملتا ہے کہ ہر دور کے اعتبار سے ترقی یافتہ اسلحہ کی تیاری مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ دشمنوں پر ان کی ہیبت رہے، اور ضرورت پڑنے پر ان کو زیر کیا جاسکے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے "**نهى عن الخذف، وقال :إنها لا تصيد صيداً ولا تنكأ عدوا، ولكنها تكسر السن وتفقأ العين**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۵۴۷۹، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۹۵۴، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۳۲۲۶، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۵۵۱) (کنکری کو بیچ کی دو انگلیوں میں رکھ کر پھینکنے سے منع فرمایا، اور "وجہ یہ" بیان کی کہ ایسی کنکری نہ کوئی شکار کرے گی اور نہ ہی دشمن کو زخمی کرے گی، لیکن (ہوسکتا ہے کہ) دانت توڑ دے اور آنکھ پھوڑ دے)۔

اس حدیث کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے ہمارے پاس فیصلہ کن اور قوی اثر رکھنے والا ہتھیار ہونا چاہئے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس دور میں قوی اسلحہ بندوق، رائفل، مشین گن، توپ، بم، راکٹ اور میزائل وغیرہ ہیں، لہذا اس قسم کے اسلحہ کی تیاری اور ان کے چلانے اور استعمال کرنے کی مشق امت پر فرض کفایہ ہے۔

عمومی قسم کے جدید اسلحہ کے جواز پر عقلی دلیل:

امن وامان کی انسانی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، اس کے بغیر نہ کوئی سماج مختلف میدانوں میں ترقی کرسکتا ہے، اور نہ ہی پر امن وراحت زندگی گزار سکتا ہے، اسی بنیاد پر اسلام نے ظلم کی ہر قسم کو مبغوض اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں تقریباً ایک سو نوے مقامات پر ظلم کی شناعت اور قباحت کا ذکر آیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :"**ألا لعنة الله على الظالمين**" (۱۱/ہود: ۱۸) (آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر)۔ اور ایک جگہ فرمان الہی ہے :"**والله لا يحب الظالمين**" (۳/آل عمران: ۵۷) (اور اللہ ظالموں کو دوست

نہیں رکھتا)، اور ایک مقام پر ارشاد ہے :"إن الظالمين لهم عذاب أليم" (۱۴/ابراہیم: ۲۲) (بے شک ظالموں کے لیے ہی دردناک عذاب ہے)۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی موقع بہ موقع ظلم وجور کی شناعت اجاگر کی ہے، چنانچہ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :"**يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي، وجعلته بينكم محرما، فلا تظالموا**" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۵۷۷، الادب المفرد حدیث نمبر: ۴۹۰، مسند طیالسی حدیث نمبر: ۴۶۵، جامع معمر بن راشد حدیث نمبر ۲۰۲۷۲) (اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، سو تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو)۔

اور ایک موقع سے ارشاد فرمایا :"**الظلم ظلمات يوم القيامة**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۴۴۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۵۷۹، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۰۳۰، الادب المفرد حدیث نمبر ۴۸۵) (ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ظاہر ہوگا)۔

اگرچہ ظلم عام ہے جس میں ناحق قتل، بغیر اجازت کے دوسرے کے مال میں تصرف، نیز زبان و ہاتھ اور دیگر اعضاء سے کسی کو تکلیف دینا، سب شامل ہے جیسا کہ ابن عطیہ اندلسی (م: ۵۴۲ھ – ۱۱۴۸ء) (اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یعنی چیزوں کو بے محل رکھتے ہیں، مثلاً قتل کرتے ہیں، مال چھینتے اور لوٹتے ہیں اور ہاتھ اور زبان سے تکلیف دیتے ہیں)۔

لیکن سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ایک انسان کو مذہبی آزادی سے محروم کردیا جائے، اسے دعوتی سرگرمیوں سے روک دیا جائے، اور مذہب کی بنا پر اسے تشدد، جبر اور استحصال کا شکار بنایا جائے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے :"**والفتنة أشد من القتل**" (۲/البقرہ:۱۹۱) (اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے کسی کو ظلم وستم کا نشانہ بنانا، قتل سے بھی زیادہ سنگین اور بڑا جرم ہے، اور ایسی حالت کو ختم کرنے کے لیے جنگ صرف

مشروع ہی نہیں بلکہ واجب ہے، ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :"ولما كان الجهاد فيه إزهاق النفوس وقتل الرجال، نبه تعالى على أن ما هم مشتملون عليه من الكفر بالله والشرك به والصد عن سبيله أبلغ وأشد وأعظم وأطم من القتل " (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۸۸، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ) (چونکہ جہاد میں خون بہتا ہے اور اشخاص کا قتل ہوتا ہے (لہذا) اللہ تعالی نے (اس کے جواز کی دلیل) پر متنبہ فرمائی کہ کفار کا کفر وشرک میں مبتلا ہونا، اور اس کی راہ سے برگشتہ کرنے کے لیے جبر وقہر اور ظلم وستم سے کام لینا (Persecution) قتل سے زیادہ سنگین اور بڑا جرم ہے)۔

لہذا ظلم وستم اور جبر وقہر سے مذہب سے برگشتہ کرنے کی صورت حال کو ختم کرنے کے لیے اہل حق کے پاس ترقی یافتہ اسلحہ ہونے چاہئے، جس سے کہ اہل ظلم وفتن کی سرکوبی کی جاسکے، اگر چہ اللہ تعالی نے "ما استعطتم" (۸/الانفال:۶۰) (جس قدر تم سے ہو سکے) کی قید لگا کر یہ لطیف اشارہ فرمادیا ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی کے لیے یہ لازم نہیں کہ ان کے مقابل کے پاس جس طرح کا اور جتنا سامان ہو، ان کے پاس بھی اسی طرح کا اور اتنا ہی سامان ہو، بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی مقدور بھر جو سامان ہو سکے وہ جمع کرلیں، تو اللہ عزوجل کی نصرت ومدد اور رحمت ان کے ساتھ ہوگی۔

کیا یہ بات عقل سے بعید تر نہیں کہ دشمنان اسلام کے پاس زمین سے فضا میں مار کرنے والا، فضا سے زمین پر مار کرنے والا اور فضا سے فضا میں مار کرنے والا راکٹ ہو، بلکہ براعظم سے براعظم پر مار کرنے والا میزائل ہو (Inter Continental Ballistic Missile - ICBM)، اور وہ مسلمانوں کو زہر آلود گولیوں سے ہلاک کر رہے ہوں، اور بموں اور راکٹوں (Rockets) کے ذریعہ ان کو جلا رہے ہوں اور ان کے گھروں کو منہدم کر رہے ہوں، اور مسلمان یہ سوچتے رہیں کہ زہر آلود گولیوں کا استعمال کریں یا نہ کریں، اور بموں اور راکٹوں کے ذریعہ دشمنوں کو جلائیں اور تباہ وبرباد کریں یا نہ کریں۔

اسلحہ سازی :

عام اسلحہ کی تجارت کے احکام جاننے سے پہلے مناسب ہے کہ اسلحہ سازی کے احکام کی تفصیل بیان کردی جائے، جودرج ذیل ہے :

۱۔عمومی حالات میں اسلحہ سازی مباح ہے ، اس لئے کہ اس کا مقصد جان و مال کی حفاظت یا اس میں مدد دینا ہے، اور شرعی قاعدہ ہے کہ (**الأصل فی الأشیاء الاباحة**) (ابن نجیم، الأشباہ والنظائر ص ٦٦، بیروت، العلمیة ۱۴۰۰ھ ،سیوطی، الأشباہ ص ٦٠، بیروت، العلمیة ۱۴۰۳ھ)۔ اور محمد بن عمر رازی (٦٠٦ ھ) لکھتے ہیں: (**الأصل فی المنافع الاذن ، و فی المضار المنع**) (رازی، المحصول ٦/ ۱۳۱، ط:۱، ریاض، جامعۃ الامام ۱۴۰۰ھ) ۔(نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے، اور مضرت رساں چیزوں میں اصل ممانعت ہے)۔ اور عام حالات میں اسلحہ سازی کی ترغیب خود نبی کریم ۔ﷺ۔ نے دلائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے : "**إن الله یدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه یحتسب فی صنعته الخیر، والرامی به، و منبله**" (سنن النسائی حدیث نمبر: ۳۱۴۶، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۱۵، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۶۳۷، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۳۰۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (یقینا اللہ عزوجل ایک تیر کے سبب تین اشخاص کو جنت میں داخل فرمائے گا: اس کے بنانے والے کو جو اللہ تعالی سے اس کی تیاری میں بھلائی کی امید رکھتا ہو، اور تیر انداز کو اور تیر دینے والے کو)۔

۲ ۔ جہاد کی انجام دہی کے لئے درکار اسلحہ بنانا امت پر فرض کفایہ ہے، چنانچہ فقہی قاعدہ ہے :"**ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب**" (بابرتی محمد بن محمد (م:۷۸٦ھ)، العنایۃ شرح الہدایہ ۱/ ۲۱، ٦/ ۳۴۷، ۸/ ۱۰۷، بیروت، دار الفکر، طباعت نمبر اور تاریخ اشاعت کے بغیر، ہیثمی شافعی، احمد بن محمد "تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ۱/ ۱۸۹، مصر، المکتبۃ التجاریۃ، ۱۳۵۷ھ – ۱۹۸۳ء) ۔(جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو سکے، وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے)۔

اورفقہاء نے مختلف پیشوں اور صنعتوں اور خاص طور سے اسلحہ سازی کی صنعت سیکھنے کو امت پر فرض کفایہ قرار دیا ہے ،علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ لکھتے ہیں:" **کالصنائع المحتاج الیھا** "(ابن عابدین، ردالمحتار، المقدمۃ، ۱/ ۱۲۶، بیروت، العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴ء (جیسے ان تمام صنعتوں کا سیکھنا فرض کفایہ ہے جن کی ضرورت ہو) (نیز دیکھئے: دردیر مالکی، الشرح الکبیر ۲/ ۱۷۴، خطیب شربینی شافعی، مغنی المحتاج ۴/ ۲۱۳، رملی شافعی، نہایۃ المحتاج ۷/ ۱۹۴، ابن قیم حنبلی، الطرق الحکمیۃ ص ۴۷ ۲، ط: أنصار السنۃ المحمدیۃ)۔

۳۔ اگر کسی خطہ میں مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی راہ اسلحہ سازی کے سوا کوئی اور نہ ہو، تو وہاں کے مسلمانوں پر اسلحہ سازی اور اس کے لئے درکار فن کا سیکھنا فرض ہے، اس لئے کہ جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، لہذا اس کے لئے درکار وسائل کی تحصیل بھی فرض ہے۔

۴۔غلط نیت سے اسلحہ سازی حرام ہے، جیسے کسی کو قتل کرنے یا چور، ڈاکو اور شر پسندوں کو ہتھیار فراہم کرنے کی خاطر ہتھیار بنانا، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، (**و لا تقتلوا أنفسکم ان اللہ کان بکم رحیما**)[۴/النساء:۲۹] (اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بڑا مہربان ہے)۔اور فرمان باری تعالی ہے :(**و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان**)[۵/ المائدۃ:۲] (اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں تعاون نہ کرو)۔

پاک اور قابل انتفاع اسلحہ کی تجارت:

اور جب ان ترقی یافتہ اسلحہ کی تیاری یا تو مباح یا واجب ہے اور ان کا استعمال مباح ہے، تو ان کی خرید و فروخت اور تجارت بھی مباح ہے؛ اس لیے کہ شرعی ضابطہ ہے کہ جو چیز پاک اور قابل انتفاع ہو، اس کی خرید و فروخت اور تجارت بھی مباح ہے، اور علماء اسلام نے بھی عام طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ مباح اسلحہ کی خرید و فروخت اور تجارت مباح ہے،

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲ھ-۱۴۴۹ء) رقمطراز ہیں: "وفیه جواز بیع السلاح ورهنه وإجارته وغیر ذلک من الکافر مالم یکن حربیاً" (ابن حجر، فتح الباری، ۱۴۱/۵، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۳۷۹ھ) (اور اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ غیر حربی کافر سے ہتھیار بیچنا، اسے رہن رکھنا اور اسے کرایہ پر دینا جائز ہے)۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں: "ورهنه درعا من حدید" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۹۱۶)، "واستدل به علی جواز بیع السلاح من الکافر" (مرجع سابق ۱۴۲/۵) (اور "یہودی کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھی" اس سے ذمی کافر کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے کے جواز پر دلیل قائم کی گئی ہے) اور علامہ بدر الدین عینی (م: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: "أما إذا تحقق الباغی، فالبیع لمن کان فی الجانب الذی علی الحق، لا بأس به، و أما البیع فی غیر أیام الفتنة فلا یمنع" (عینی، عمدۃ القاری ۲۱۹/۱۱، بیروت، دار الاحیاء) (بہر حال جب بغاوت کرنے والے کا پتہ چل جائے، تو فریق حق میں سے کسی شخص کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور (اسی طرح) غیر فتنہ کے دور میں ہتھیار کی خرید و فروخت ممنوع نہیں)، اور ابن مودود موصلی حنفی (م: ۶۸۳ھ) لکھتے ہیں: "ولا یکره إدخال ذلک علی أهل الذمة، لأنهم التحقوا بالمسلمین فی الأحکام" (ابن مودود، الاختیار لتعلیل المختار" (کتاب السیر، فصل موادعۃ اہل الحرب ۱۲۲/۴، قاہرہ، مطبعۃ الحلبی، ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء) (اور ذمیوں کے پاس اسلحہ اور گھوڑے لے جانا مکروہ نہیں ہے، اس لیے کہ احکام کے اندر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل گئے ہیں)۔

اور جب ذمی کافروں کے ساتھ اسلحہ کی تجارت مباح ہے، تو مسلمانوں کے ساتھ بدرجہ اولی مباح ہوگی، علامہ مرغینانی (م: ۵۹۳ھ) لکھتے ہیں: "ولیس ببیعه بالکوفة من أهل الکوفة، ومن لم یعرفه من أهل الفتنة بأس، لأن الغلبة من الأمصار لأهل الصلاح" (الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب السیر، باب البغاۃ، ۴۱۴/۲، بیروت، دار الاحیاء) (کوفہ کے اندر کوفیوں سے اور جس شخص کے بارے میں فتنہ پروروں میں سے ہونا معلوم نہ ہو، اس کے ہاتھ

سے ہتھیار بیچنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ شہر کے اندر غلبہ اہل صلاح کا ہوتا ہے)۔

اور زیلعی حنفی (م: ۷۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**لم یدر أنه من أهل الفتنة لا یکره البیع له، لأن الغلبة فی دار الإسلام لأهل الصلاح، وعلى الغالب تبنى الأحكام دون النادر**" (زیلعی، تبیین الحقائق، کتاب السیر، باب البغاۃ ۳/۲۹۶، ط: ۱، قاہرہ، الامیریہ، ۱۳۱۳ھ) (معلوم نہ ہو کہ وہ اہل بغاوت میں سے ہے، تو اس کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ نہیں، اس لیے کہ اسلامی مملکت میں اہل صلاح کا غلبہ ہوتا ہے، اور احکام کی بنیاد غالب امر پر ہوتی ہے نہ کہ نادر معاملہ پر)۔

ان فقہی نقول سے پتہ چلا کہ عام حالات میں اسلحہ کی تجارت مباح ہے، اور چونکہ عمومی قسم کے جدید اور ترقی یافتہ اسلحہ کا بنانا اور استعمال کرنا شرعی اعتبار سے مباح ہے، لہذا ان کی خرید وفروخت اور تجارت بھی مباح ہے۔

البتہ سابق باب میں ذکر کردہ شرعی ضابطوں کا پایا جانا ضروری ہے، تا کہ اسلحہ کی تجارت امن وامان کو درہم برہم کرنے اور مالی حرص وہوس کی خاطر ناجائز مقابلہ آرائی کا ذریعہ نہ بنے، اور اسلحہ کا استعمال شیطانی راہ میں نہ ہو، بلکہ عادلانہ حکومت کی اجازت سے اچھے مقاصد کے لیے ہو، تا کہ معاشرہ اسلحہ کے سوداگروں کی ذاتی خواہش اور حرص کا شکار نہ ہو۔

اب ہم ذیل میں اسلحہ کی تجارت کے درجات کی تفصیل دیں گے، تا کہ مختلف حالات میں جدید اسلحہ کی تجارت کی شرعی حیثیت واضح ہو۔

۱– برسرِ پیکار دشمنانِ اسلام، ڈاکوؤں (Robbers)، قاتلوں (Killers) اور خون کے پیاسوں (Avengers) کے ہاتھ جدید اسلحہ کی خرید وفروخت اور تجارت حرام ہے، کیونکہ اس حالت میں اس کے معصیت میں استعمال کا یقین ہے، اور یہ معصیت کے لیے ایک گونہ محرک بھی ہے، اور اس کے لیے سبب قریب بھی ہے، تو گویا یہ براہ راست معصیت میں تعاون ہے، اور جو تعاون براہ راست اور سبب قریب محرک کی شکل میں ہو وہ حرام ہے، چنانچہ قرآن

کریم نے اللہ تعالی کی گستاخی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے معبودان باطل کو دشنام اور گالی دینے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "**ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم**" (۶/الانعام: ۱۰۸) (اور اللہ کے سوا یہ جن کو پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو کہ وہ تجاوز کر کے بے خبرانہ اللہ کو گالیاں دینے لگیں)۔

اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، چنانچہ ابن نجیم حنفی (م: ۹۷۰ھ) رقمطراز ہیں: "**ولم نبع سلاحاً منهم؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهى عن بيع السلاح من أهل الحرب، وحمله إليهم، ولأن فيه تقويتهم على قتال المسلمين، فيمنع من ذلک، وصرح الشارع بحرمته، أراد من السلاح ما يكون سببا لتقويتهم على الحرب، فدخل الكراع، والحديد؛ لأنه أصل السلاح، وهو ظاهر الرواية**" (ابن نجیم، البحر الرائق کتاب السیر، خیانۃ ملک الحربیین ۵/۸۶، ط: ۲، بیروت، دار الکتاب الاسلامی) (اور حربی کفار سے ہم ہتھیار فروخت نہیں کریں گے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنے اور ان کے پاس ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے، اور اس لیے بھی کہ اس معاملہ کے اندر مسلمانوں سے لڑنے کی قوت ان کو پہنچانا ہے، لہذا اس سے منع کیا جائے گا، اور شارح نے اس کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے، اور "سلاح" سے مراد وہ سامان حرب ہے جو ان کو جنگ کے سلسلہ میں قوت پہنچائے، لہذا گھوڑے اور لوہے، اس میں داخل ہیں، اس لیے کہ لوہا ہتھیار کی اصل ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے)۔

اور ماوردی شافعی (م: ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں: "**فأما بيع السلاح على أهل الحرب فحرام لما فيه من تقوية أعداء الله على أهل دين الله**" (ماوردی، الحاوی الکبیر، کتاب البیوع، فصل بیع السلاح ۵/۲۷۰، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء) (رہا حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنا تو یہ حرام ہے، اس لیے کہ اس معاملہ کے اندر اللہ تعالی کے دین کے حاملین پر اللہ عزوجل کے دشمنوں کو قوت پہنچانا ہے)۔

اور حطاب مالکی (م: ۹۵۴ھ) لکھتے ہیں :"**يحرم بيع السلاح لمن يعلم أنه يريد قطع الطريق على المسلمين، أو إثارة الفتنة بينهم**" (حطاب مالکی، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، کتاب البیوع ۴/ ۲۵۴، ط: ۳، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ–۱۹۹۲ء) (اس شخص سے ہتھیار فروخت کرنا حرام ہے، جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مسلمانوں پر ڈاکہ زنی یا ان کے درمیان فتنہ انگیزی کا قصد رکھتا ہے)۔

۲– حالت صلح میں حربیوں اور باغیوں اور بے لائسنس داروں کے ہاتھ جدید اسلحہ کی تجارت مکروہ تحریمی ہے؛ چنانچہ ابن مودود حنفی (م: ۶۸۳ھ) لکھتے ہیں :"**ويكره بيع السلاح والكراع من أهل الحرب، وتجهيزه إليهم قبل الموادعة وبعدها**" (ابن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، کتاب السیر، فصل موادعۃ أہل الحرب ۴/ ۱۲۲، قاہرہ، مطبعۃ الحلبی، ۱۳۵۶ھ–۱۹۳۷ء) (حربیوں سے ہتھیار اور گھوڑے فروخت کرنا، اور ان کو ان کے پاس بھیجنا صلح سے پہلے اور بعد میں مکروہ ہے)۔

چونکہ بعض فقہاء احناف نے اس معاملہ کو حرام اور بعض نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، لہٰذا میرے نزدیک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ برسر پیکار ہونے کی حالت میں یہ معاملہ حرام ہو، اور عام حالات میں مکروہ تحریمی۔

اور باغیوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ وہ ان کا استعمال امام عادل اور اس کے پیروکار کے خلاف کریں گے، لہٰذا خود اس ہتھیار سے معصیت وجود میں آئے گی، اور فعل معصیت میں تعاون حرام ہے، اگرچہ یہ معاملہ معصیت کا محرک اور باعث تو نہیں ہے، لیکن معصیت کا سبب قریب ہے، اور جو تعاون سبب قریب موصل (معصیت تک پہنچانے والا) غیر محرک (جو ابھارنے والا نہ ہو) کی شکل میں ہو، وہ بھی حرام ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:"**وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**" (۵/المائدہ: ۲) (تم نیکی اور تقوی کے کام میں تعاون کرو، اور گناہ وظلم وزیادتی میں

تعاون نہ کرو)۔

لیکن چونکہ اس حالت میں معصیت کے وجود میں آنے کا گمان غالب ہے، یقین نہیں ہے، لہذا اسے مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے، اور فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، چنانچہ عمر بن محمد بن عوض سنامی حنفی (م: ۷۳۴ھ) لکھتے ہیں :"**ویکره بيع السلاح من أهل الحرب ومن أهل الفتنة ، وعساكر الفتنة؛ لأنه معونة لهم عليها**" (سنامی حنفی، نصاب الاحتساب، فی الاحتساب علی أہل الاکتساب ص: ۲۸۳) (حربیوں، فتنہ پروروں اور فتنہ کے لشکروں سے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ یہ فتنہ پر ان کی مدد کرنا ہے)۔

اور امام سرخسی (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں :"**وهكذا نقول، فإن بيع السلاح في أيام الفتنة اكتساب سبب تهييجها، وقد أمرنا بتسكينها، قال** صلى الله عليه وآله وسلم :"**الفتنة نائمة لعن الله من أيقظها**" (شرح السیر الکبیر، باب ما یکرہ إدخالہ دار الحرب ۱/۱۴۱۰، مسئلہ نمبر: ۲۷۳۳، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات ۱۹۷۱ء، اور حدیث کے لیے دیکھئے: تاریخ قزوین' للرافعی ۱/۲۹۱، صحابی، انس بن مالک، اور اس کی سند میں کلام ہے) (اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ فتنہ کے زمانہ میں فتنہ پروروں سے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ زمانہ فتنہ میں ہتھیار فروخت کرنا، فتنہ کو بھڑکانے کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ ہمیں فتنہ کو فرو کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :"فتنہ خفتہ ہے، اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اسے بیدار کرے)۔

اور حصکفی محمد بن علی حنفی (م:۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں :"**ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة، إن علم؛ لأنه إعانة على المعصية**" (حصکفی، الدر المختار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ ۴/۲۶۸، ط: ۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ—۱۹۹۲ء) (اگر معلوم ہو تو فتنہ پروروں سے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ یہ معصیت پر تعاون ہے)۔

اور بے لائسنس داروں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ ان کے ذریعہ معاشرہ کے امن وامان کو درہم برہم کرنے کا گمان غالب ہے۔

۳- باغیوں کولوہا فروخت کرنا، یا ایسا مادہ فروخت کرنا جس سے سامان جنگ تیار کیا جا سکے، معصیت کا سبب بعید ہے، لہذا اگر اس شئ کو معصیت میں استعمال کئے جانے کا علم ہو تو مکروہ ہے، ورنہ نہیں، اور یہ فقہاء کی تعلیل سے واضح ہے، چنانچہ ابن نجیم لکھتے ہیں: "**بيع الحديد لا يجوز من أهل الحرب، ويجوز من أهل البغي، والفرق أن أهل البغي لا يتفرغون لعمله سلاحاً، لأن فسادهم على شرف الزوال، بخلاف أهل الحرب**" (ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاۃ ۵/۱۵۴، بیروت، دار الکتاب الاسلامی) (حربیوں سے لوہا فروخت کرنا جائز نہیں، اور باغیوں سے جائز ہے، اور دونوں مسئلوں کے درمیان فرق کی وجہ یہ ہے کہ باغی لوہے سے ہتھیار بنانے کے لیے فارغ نہیں ہوتے ہیں، اس لیے کہ ان کا فساد زائل ہونے کے قریب ہوتا ہے، برخلاف حربیوں کے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس کا علم ہو کہ باغی لوہے سے ہتھیار بنا کر اہل حق کا قتل کریں گے، تو ان کے ہاتھ لوہا فروخت کرنا مکروہ ہوگا۔

۴- اگر کسی شخص کے بارے میں ہتھیار کے غلط استعمال کا ظن ہو، تو ایسی حالت میں اس کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تنزیہی ہے؛ اس لیے کہ غلط استعمال کا یقین ہونے کی صورت میں فروخت کرنا حرام ہے، اور گمان غالب کی صورت میں مکروہ تحریمی ہے، تو مطلق ظن کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔

۵- اگر یہ یقین ہو کہ جدید اسلحہ کی تجارت اور انہیں مسلمانوں کو فراہم کئے بغیر ان کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں ہے، تو ایسی حالت میں جدید اسلحہ کی تجارت کے ذریعہ انہیں ہتھیار فراہم کرنا فرض کفائی ہے۔

۶- اگر جدید اسلحہ کی تجارت کے ذریعہ مسلمانوں کو ہتھیار بہم پہنچائے بغیر، ان کو تحفظ نہ حاصل ہونے کا گمان غالب ہو، تو ایسی حالت میں جدید اسلحہ کی تجارت کے ذریعہ انہیں ہتھیار پہنچانا واجب کفائی ہے۔ اللہ تعالی ارشاد ہے: "**ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم**

رحیماً‘‘(۴/النساء:۲۹)(اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بڑا مہربان ہے)۔

اس سے پتہ چلا کہ مسلم معاشرہ کے تحفظ کا بندوبست کرنا ضروری ہے، خواہ اس کی صورت یہ ہو کہ قیمت لے کر ہتھیار فراہم کیا جائے، تو اس صورت کو اختیار کرنا بھی لازم ہوگا۔

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ’’**وتعاونوا علی البر والتقوی**‘‘(۵/المائدہ:۲)(اور تم نیکی اور تقوی کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون کرو)۔

اور اس آیت کی تفسیر میں قرطبی لکھتے ہیں: ’’**والتعاون علی البر والتقوی یکون بوجوہ، فواجب علی العالم أن یعین الناس بعلمہ، فیعلمھم، ویعینھم الغنی بمالہ، والشجاع بشجاعتہ فی سبیل اللہ، وأن یکون المسلمون متظاھرین کالید الواحدۃ**‘‘ (قرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد (م: ۶۷۱ھ) ’’الجامع لاحکام القرآن‘‘ ۶/۴۷، ط: ۲، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴ء) (نیکی اور تقوی پر تعاون کی کئی شکلیں ہیں، چنانچہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے علم کے ذریعہ لوگوں کی مدد کرے، اور انہیں علم سکھائے، اور مالدار مال کے ذریعہ ان کی مدد کرے، اور بہادر اللہ کی راہ میں اپنی بہادری کے ذریعہ مدد کرے، اور مسلمان ایک ہاتھ کی طرح ایک دوسرے کے پشت پناہ بنیں)۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’**وھم ید علی من سواھم**‘‘(سنن نسائی حدیث نمبر: ۴۷۳۴، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۴۵۳۰، اور اس کی سند صحیح ہے)(اور مومن دوسروں کے خلاف ایک دوسرے کے حمایتی ہیں)۔

اس سے پتہ چلا کہ اہل ایمان کی حمات کی اگر یہی شکل ہو کہ قیمت لے کر ان کو ہتھیار فراہم کیا جائے، تو ایک گروہ پر ایسا کرنا واجب ہوگا۔

۷- مسلمانوں کی تقویت کی نیت سے جدید اسلحہ کی تجارت مندوب ومستحب ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’**المسلم أخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ، ومن کان فی حاجۃ أخیہ کان اللہ فی حاجتہ**‘‘(صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۴۴۲، ۶۹۵۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۰)

(مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ظلم کے حوالہ کرتا ہے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا، اللہ اس کی حاجت پوری فرمائے گا)۔ اور اس کی شرح میں ابن حجرؒ لکھتے ہیں :"بل ينصره ويدفع عنه۔۔ وقد يكون ذلك واجباً، وقد يكون مندوباً بحسب اختلاف الأحوال " (ابن حجر، فتح الباری ۵/۹۷، بیروت، دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ) (بلکہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس سے اذیت دور کرتا ہے، اور ایسا کرنا حالات کے اختلاف کے مطابق کبھی واجب ہوگا، اور کبھی مستحب)۔

اور مدد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان بھائی کو ہتھیار سے مسلح کیا جائے، تاکہ کوئی اسے اذیت نہ پہنچا سکے۔

۸– عام حالات میں جدید اسلحہ کی خرید و فروخت اور تجارت مباح ہے، کیونکہ وہ پاک اشیاء کی تجارت ہے، بشرطیکہ مکمل شرعی ضابطوں کے ساتھ ہو، اور فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ زبیدی یمنی حنفی (م: ۸۰۰ھ) تحریر فرماتے ہیں :"وإن كان لا يعرف أنه من أهل الفتنة، فلا بأس بذلك" (زبیدی، الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الحظر والاباحۃ، بیع السلاح فی أیام الفتنہ ۲/۲۸۶، ط:۱، المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۲۲ھ) (اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ فتنہ پروروں میں سے ہے تو اس کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔

۹– ملکی قانون یا ولی الامر (سربراہ حکومت) کے احکام کی خلاف ورزی کر کے جدید ہتھیاروں میں سے ممنوعہ اسلحہ کی خرید و فروخت اور تجارت ناجائز اور گناہ کا کام ہے، کیونکہ حاکم وقت کو مباح کو عارضی طور پر مقید کرنے کا اختیار ہے اور حفاظت کا کام موجودہ دور میں حکومتی حفاظتی ادارہ کے ذمہ ہے، اور جو امور شریعت کے منافی نہ ہوں، ان میں حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (۴/النساء:۵۹) (اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ارباب اقتدار کی)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اسلامی معاشرے کے سربراہ کار خواہ ارباب علم وبصیرت ہوں یا ارباب اقتدار وسیاست ان کی غیر معصیت میں اطاعت لازم ہے، چنانچہ آلوسی لکھتے ہیں:

"أمراء المسلمین فی عهد الرسول ﷺ وبعده۔۔۔، وقیل :المراد بهم أهل العلم ۔۔۔ وحمله کثیر -ولیس ببعید- علی ما یعم الجمیع، لتناول الاسم لهم؛ لأن للأمراء تدبیر أمر الجیش والقتال، وللعلماء حفظ الشریعة وما یجوز مما لا یجوز ۔۔۔۔ ثم إن وجوب الطاعة لهم ما داموا علی الحق، فلا یجب طاعتهم فیما خالف الشرع " (آلوسی، محمود، روح المعانی ۳/ ۶۴ – ۶۴، تحقیق: عطیہ، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) ("اولو الامر" سے مراد رسول کریم ﷺ کے زمانہ اور بعد کے زمانہ کے مسلمانوں کے امراء وحکام ہیں ۔۔۔، اور بعض نے کہا ہے کہ ان سے مراد علماء ہیں ۔۔۔۔۔، اور بہت سے اہل علم نے اس کا مصداق ایسے مفہوم کو قرار دیا ہے جو سب کو شامل ہو — اور یہ بات مستبعد نہیں — اس لیے کہ لفظ ان سب کو شامل ہے، چنانچہ امراء وحکام لشکر اور جنگ کے معاملات کا انتظام کرتے ہیں، اور علماء شریعت کی حفاظت کرتے ہیں اور جائز اور ناجائز میں امتیاز فرماتے ہیں ۔۔۔۔، پھر اولوا الامر کی اطاعت کا وجوب اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ حق پر قائم رہیں سو شریعت کے مخالف احکام میں ان کی اطاعت واجب نہیں)۔

اس سے پتہ چلا کہ مغرب کے ایجنٹ (Agent) حکام جو اہل حق کا ناطقہ بند کرتے ہیں اور صحیح اسلام کی آواز دبانے کے لیے تمام حکومتی وسائل اور ذرائع کا استعمال کرتے ہیں، ان کی اطاعت لازم نہیں۔

الغرض عادل وحق پرست حکمراں کی اطاعت لازم ہے، اگر ان کے احکام خلاف شرع نہ ہوں، چنانچہ حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن أمّر علیکم عبد مجدع أسود، یقودکم بکتاب الله تعالی، فاسمعوا له وأطیعوا" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۲۹۸، ۱۸۳۸، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۶۶۴۶) (اگر تمہارے اوپر سیاہ فام نک کٹا

(عیب دار) غلام کو حاکم مقرر کردیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے، تو اس کی سنو اور اطاعت کرو)۔

اور فقہاء نے بھی عام طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ غیر معصیت میں حکام وقت کی اطاعت لازم ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین رقمطراز ہیں: **"طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة"** (منحۃ الخالق، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، وقت صلاۃ العید، ۲/ ۱۷۳، بیروت، دار الکتاب الاسلامی) (غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت واجب ہے)۔

اور ابن رشد جد مالکی (م: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں: **"ولا اختلاف بين الأمة في وجوب الإمامة، ولزوم طاعة الإمام"** (ابن رشد، البیان والتحصیل، کتاب المغازی، ما یزع ال إمام الناس ۱۷/ ۵۹، ط: ۲، بیروت، دار الغرب، ۱۴۰۸ھ – ۱۹۸۸ء) اور امت کے درمیان امامت وحکومت کی تنصیب کے وجوب اور سربراہ حکومت کی اطاعت کے لزوم کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

اور عمرانی شافعی ابو الحسین یحییٰ (م: ۵۵۸ھ) تحریر فرماتے ہیں: **"طاعته تجب كما تجب طاعة الإمام"** (عمرانی، البیان فی مذہب ال إمام الشافعی، کتاب الحدود، مسأئلۃ آمر بقتل رجل ۱۱/ ۳۵۲، ط: ۱، جدہ، دار المنہاج، ۱۴۲۱ھ – ۲۰۰۰ء) (جس طرح حاکم کی اطاعت لازم ہے اسی طرح اس کے نائب کی اطاعت واجب ہے)۔

اور بہوتی حنبلی منصور بن یونس (م: ۱۰۵۱ھ) لکھتے ہیں: **"لوجوب طاعة الإمام في غير المعصية"** (بہوتی، شرح منتہی الارادات، کتاب الحدود، فصل: قتل العدد بالواحد ۳/ ۲۶۲، ط: ۱، بیروت، عالم الکتب، ۱۴۱۴ھ – ۱۹۹۳ء) (اس لیے کہ غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت لازم ہے)۔

۱۰– البتہ اگر ملکی قانون یا حاکم وقت کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ممنوعہ جدید اسلحہ کی تجارت کی گئی، تو تاجر گنہ گار ہے، لیکن تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال اور پاک رہے گی، چنانچہ ابن البزاز کردری حنفی، حافظ الدین محمد بن محمد بن شہابؒ

(م۸۲۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:"**استأجروا مسلماً لبناء بیعة أو كنیسة، أو لنحت طنبور، یحل الأجر ویطیب إلا أنه یأثم الأجیر، لأنه إعانة علی المعصیة**" (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاجارات، الفصل العاشر فی الحظر والإباحۃ ۱۲۵/۲، بہامش الجزء الخامس من الہندیہ، مصر، امیریہ ۱۳۱۰ھ) (مسلمان کو کلیسا، یا گرجا گھر کی تعمیر یا ستار (ایک قسم کا باجا) تراشنے کے لیے مزدوری پر رکھا، تو مزدوری حلال اور پاکیزہ رہے گی، مگر مزدور گنہ گار ہوگا، اس لیے کہ اس عمل کے اندر معصیت پر تعاون ہے) تو جب عمل معصیت میں تعاون کے باوجود مزدوری حلال ہے، تو ہتھیار کی تجارت تو اصلاً مباح ہے، لہٰذا اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال رہے گی۔

ممنوعہ اسلحہ کی تجارت کی حرمت کی وجہ معاشرہ کے امن وامان کا درہم برہم ہونا ہے، لہٰذا فروخت کرنے کی وجہ سے تاجر گنہ گار ہوگا، لیکن چونکہ بذات خود ہتھیار پاک شئ ہے، اس لیے اس کی فروختگی سے حاصل ہونے والی آمدنی پاکیزہ رہے گی۔ جس طرح اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت حرام ہے، لیکن حرمت کے باوجود کوئی شخص معاملہ کر ہی لے تو وہ گنہ گار ہوگا، لیکن خرید وفروخت صحیح رہے گی، البتہ خرید وفروخت کرنے والا گنہگار ہوگا۔

امام سرخسی محمد بن احمد (م: ۴۸۳ھ) رقمطراز ہیں :"**والنهی متی كان لمعنیً فی غیر المنهی عنه لا یفسد البیع، كالنهی عن البیع وقت النداء**" (سرخسی، المبسوط، کتاب البیوع، باب بیوع ذوی الأرحام ۱۴۰/۱۳، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۴۱۴ھ–۱۹۹۳) (اور نہی (ممانعت) جب "منہی عنہ" (جس چیز سے ممانعت کی گئی ہو) کے علاوہ میں پائے جانے والے سبب کی وجہ سے ہو، تو وہ بیع کو فاسد نہیں کرے گا، جیسے اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت کی ممانعت ہے)۔

چونکہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہتھیار کی خرید وفروخت مباح کام ہے لہٰذا انتظامی اعتبار سے ممانعت کے سبب معاملہ کرنے والا گنہ گار ہوگا، لیکن اصل اباحت کی بنا پر آمدنی حلال رہے گی۔

امام شافعیؒ (م: ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں :"**ألا تری أن رجلاً لو اشتری سیفاً،**

ونوى بشرائه أن يقتل به كان الشراء حلالاً، وكانت النية بالقتل غير جائزة، ولم يبطل بها البيع، وكذلك لو باع البائع سيفاً من رجل يراه أنه يقتل به رجلاً كان هكذا" (شافعی الام، کتاب ابطال الاستحسان ۷/ ۳۱۳، بیروت، دارالمعرفہ ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء) (کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اگر تلوار خریدے، اور اپنی خریداری کے ذریعہ اس بات کی نیت کرے کہ اس کے ذریعہ قتل کرے گا، تو خریداری حلال ہوگی، اور قتل کی نیت ناجائز ہوگی، اور اس نیت کی وجہ سے بیع باطل نہ ہوگی، اور ایسے ہی اگر فروخت کنندہ کسی ایسے شخص سے تلوار فروخت کرے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ کسی شخص کو قتل کرے گا، تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا، یعنی بیع صحیح رہے گی، البتہ قتل کی نیت ناجائز ہوگی)، اور جانتے بوجھتے ایک گونہ تعاون کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ انتظامی ممانعت ایک خارجی سبب ہے جس کی بنا پر آمدنی میں کوئی اثر نہیں ہوگا، نیز غلط استعمال کے محض شک کی وجہ سے آمدنی حرام نہ ہوگی۔ جس طرح حربیوں کے ہاتھ فروخت کردہ ہتھیار کی آمدنی حلال ہے، البتہ حرام کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے تاجر گنہ گار ہوگا، اور حاکم اسے تعزیراً سزا دے گا۔

امام سرخسی محمد بن احمد (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: **"فإن أدخل ذلک رجل من المسلمين أو أهل الذمة، فعلم به أدب بالضرب والحبس، لأنه ارتكب ماهو حرام، وقصد به الإضرار بالمسلمين"** (سرخسی، شرح السیر الکبیر، باب ما یحل للمسلمین أن یدخلوہ دار الحرب من التجارات ۱/ ۱۵۶، مسئلہ نمبر: ۳۱۰۲، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات ۱۹۷۱ء) (سو اگر مسلمانوں یا ذمیوں میں سے کوئی شخص ہتھیار وغیرہ دارالحرب میں داخل کردے، اور اس کا پتہ چل جائے، تو اسے مار اور قید کے ذریعہ سزا دی جائے گی؛ اس لیے کہ اس نے حرام عمل کا ارتکاب کیا، اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا قصد کیا)۔

۱۱- اگر امام المسلمین مجلس شوری کے ساتھ تبادلہ خیال کے نتیجہ میں حربیوں سے بعض

ہتھیار بیچنے کی ضرورت سمجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، امام سرخسی لکھتے ہیں :''**ألا ترى أن عند تحقق الضرورة يجوز بيع السلاح منهم**'' (مرجع سابق، باب فداء الاسری ۱/ ۱۶۱۸، مسئلہ نمبر: ۳۲۱۷)۔

چھٹا باب :

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کے سلسلہ میں شرعی حکم

پہلے باب میں یہ بات گزری ہے کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیاروں کی تین قسمیں ہیں :

(۱) نیوکلیر ہتھیار(Nuclear Weapons: NW) یہ سخت دھماکہ خیز ایٹمی بم(Atomic Bomb) ہیں جو بعض عناصر جیسے یورونیم (Uranium) کے جوہری جزء کو ریزہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی طاقت کے سہارے کام کرتے ہیں۔اسی وجہ سے اسے ذراتی بم(Fissile Bomb) بھی کہتے ہیں۔

اسی قسم میں ہائڈروجن بم(Hydrogen Bomb)اور نٹروجن بم (Nitrogen Bomb) داخل ہیں، جن کے اندر طاقت ہائڈروجن اور نٹروجن کے ایٹمس (Atoms) کی ترکیب سے حاصل ہوتی ہے، اسی وجہ سے انہیں(Fusion Bomb) بھی کہتے ہیں، نیز انہیں نیوکلیر حرارتی بم(Themo Nuclear Bomb) بھی کہتے ہیں۔

اور اسی قسم میں مختلف سمتوں میں ذرات بکھیرنے والے بم (Fission Bombs) بھی داخل ہیں، جن کے اندر طاقت ایٹمی ذرات یکجا کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

اور اسی قسم میں تابکار بم (Radiological Bomb) بھی شامل ہے، جس کی طاقت ایٹمی شعاعوں سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲) کیمیاوی ہتھیار:(Chemical Weapons: CW) یہ وہ ہتھیار ہیں، جو انسانی جسم میں درد یا اس کے زہر آلود ہونے کا سبب بنتے ہیں، خواہ گیس (Gas) کی شکل

میں ہوں، جیسے کلورائن (ایک سبزی مائل زرد رنگ گیس Chlarine) :، یا سیال مادہ کی شکل میں ہوں، جیسے سرسوں گیس (Mustard Gas)، زہریلی گیس (Poison Gas)، VX گیس (ایک قسم کی زہریلی گیس، اور اسے اعصاب گیس (Nerve Gas) بھی کہتے ہیں، فوسجین گیس :(Phosgene Gas ایک قسم کی زہریلی گیس)، سارین گیس Sarin Gas: ایک قسم کی زہریلی گیس) اور سیانیڈ گیس (ایک سخت زہریلی قسم کی گیس : Cyanide Gas)، یا ٹھوس جسم کی شکل میں ہوں جیسے کلورائن اسٹوونین (Chlorine Aseitovanon) اور فاسفورس :Phosphorus ایک تابناک کیمیاوی زہریلا ہلکے زرد رنگ کا مادہ جو مرکب حالت میں پایا جاتا ہے)۔

(۳) حیاتیاتی ہتھیار :(Biological Weapons) یہ وہ ہتھیار ہیں جو امراض کا سبب بننے والے زندہ موجوداب (Living Organisms) یا ان کے زہر سے تیار ہوتے ہیں، خواہ وائرس (Virus) یا جراثیم وبکٹر یا (Bacteria) یا ایک خلیہ (Cell) والے ابتدائی حیوانات یا حیاتیاتی عمل (Bio-Process) کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے زہر کی شکل میں ہوں۔

گویا کہ حیاتیاتی ہتھیار میں زندہ موجودات (Living Organisms) جیسے چوہے، مچھر اور پسو وغیرہ یا ان کے زہر کا استعمال انسانوں کو تباہ کرنے یا انہیں خسارہ سے دوچار کرنے یا ان کے نباتاتی یا حیواناتی جائدادوں کو تباہی کا شکار بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

چونکہ اس طرح کے ہتھیار میں جراثیم اور بکٹر یا (Backeria) یعنی زہریلے کیڑوں کا استعمال ہوتا ہے، لہذا انہیں جراثیمی ہتھیار (Bacteriological Weapons) بھی کہتے ہیں۔

اس قسم کے ہتھیار کے استعمال سے طاعون (Plague) اور حیاتیاتی ہتھیار میں سب سے خطرناک انتھرکس (Anthrax) (بکری اور دیگر جانوروں سے ماخوذ جراثیم وبکٹر یا، جن

کا اثر چمڑے اور پھیپھڑے پر پڑتا ہے، جس سے چمڑے پر سخت قسم کے پھوڑے پھنسیاں نکلتے ہیں اور پھیپھڑے میں سوزش اور نمونیا (Pneumonia) کی بیماری لاحق ہوتی ہے) ہے، چنانچہ برطانیہ نے ۱۹۴۱ء میں انتھرکس سے پر بم (Anthrax Bomb) جزیرہ ''جرنیارڈ'' (Gruiinard) پر گرایا تھا، جس کے نتیجہ میں بہت سے مویشی مر گئے، اور مجبوراً کلی طور پر اس جزیرہ سے سیر وسیاحت کو روکنا پڑا، کیونکہ اب تک اس کے جراثیم باقی ہیں، اور ماہرین کا خیال ہے کہ آئندہ ہزار سال تک وہ باقی رہیں گے۔

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تیاری:

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تجارت کا حکم جاننے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس امر پر غور کیا جائے کہ اس طرح کے اسلحہ کی تیاری جائز ہے یا نہیں؟

چنانچہ اس سوال کا جواب اسلامی شریعت کی روشنی میں یہ ہے کہ اس طرح کے ہتھیار کی تیاری اور تحصیل اور تیار کرنے کے لیے درکار علوم وفنون کا سیکھنا فرض ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

الف — قرآن کریم سے:

۱ — اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم، وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم"** (۸/الانفال: ۶۰) (اور ان کے لیے جس قدر تم کر سکو ہتھیار اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، جس سے اللہ اور اپنے دشمنوں پر ہیبت قائم کر سکو، اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے)۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے ''قوت'' کا عام لفظ بیان فرمایا ہے، زمانۂ نزول قرآن کے مروجہ اسلحہ کا ذکر نہیں فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر دور کے اعتبار سے قوت کا نظم ضروری ہے، خواہ یہ قوت تلوار، تیر اور نیزے کی شکل میں ہو یا توپ (Cannon) یا بندوق (Gun) یا مشین گن (Machine Gun) یا طیارہ شکن بندوق (Antiaircraft Gun) یا میدانی گن (Field Gun) یا مورٹار (ثقیل بندوق جو بم یا گولا دشمنوں کی اونچی صف کی طرف پھینکتی ہے Mortar :) یا بم (Bomb) یا راکٹ (Rocket) یا میزائل (Missile)، یا ٹینک (Tank)، یا لڑاکا ہوائی جہاز (Combat Plane)، یا آبدوز کشتی (Submarine)، یا آبدوز شکن بم (Anti-submarine Bombs)، یا ایٹم بم (Nuclear Bomb)، یا ایٹمی قوت (Nuclear Energy)، یا ہیڈروجن بم (Hydrogen Bomb) یا کیمیاوی ہتھیار (Chemical Weapons) یا حیاتیاتی ہتھیار (Bialogical Weapons) کی شکل میں ہوں، ''قوت'' کے اس عام مطلق اور جامع لفظ میں یہ سب شامل ہیں، بلکہ ہر دور کے مناسب تمام جنگی سازوسامان، ہتھیار، سواری، جنگی فنون اور جنگی ورزش اس میں داخل ہیں۔

اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایسے ہتھیار تیار کریں جن کی وجہ سے دشمنوں پر ان کی ہیبت قائم رہے اور وہ ان کو نرم چارہ سمجھ کر ان پر حملہ کرنے یا ان کے استحصال کی ہمت نہ کرسکیں، چنانچہ طبری لکھتے ہیں :**"ما أطقتم أن تعدوه لهم من الآلات التي تكون قوة لكم عليهم من السلاح والخيل"** (طبری، محمد بن جریر (م:۳۱۰ھ)، جامع البیان فی تأویل القرآن ۱۴/۳۱، ط:۱، بیروت، الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ—۲۰۰۰ء) (گھوڑوں اور ہتھیاروں سے جس قدر سازوسامان جنگ تم تیار کرسکو، جو دشمنوں کے خلاف تمہاری قوت کا ذریعہ بنے) اور ابوعبداللہ محمد بن عمر، فخر الدین رازی (م:۶۰۶ھ) لکھتے ہیں :**"قال أصحاب المعاني :الأولى أن يقال :هذا عام في كل ما يتقوى به على حرب العدو، وكل ما هو آلة للغزو والجهاد، فهو من جملة**

القوة" (رازی، مفاتیح الغیب ۱۵/ ۴۹۹، ط: ۳، بیروت، دار الاحیاء، ۱۴۲۰ھ) (معانی اور مفاہیم پر نظر رکھنے والے اہل علم نے کہا کہ زیادہ بہتر اور راجح یہ ہے کہ کہا جائے کہ قوت ہر اس ساز وسامان جنگ میں عام ہے جس سے دشمن سے لڑنے کی قوت حاصل ہو، اور ہر وہ چیز جو جنگ اور جہاد کے لیے آلہ ہو وہ قوت کے اندر داخل ہے)۔

اور آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ حسینی (م: ۱۲۷۰ھ) رقمطراز ہیں: "**كل ما يتقوى به في الحرب كائناً ما كان--- والظاهر العموم، إلا أنه عليه الصلاة والسلام خص الرمي بالذكر؛ لأنه أقوى ما يتقوى به**" (آلوسی، روح المعانی ۵/ ۲۲۰، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) (قوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جنگ میں طاقت حاصل ہو، خواہ وہ کوئی بھی شئی ہو، اور یہ ظاہر ئی قوت" کا عام ہونا ہی معلوم ہوتا ہے، البتہ نبی کریم ﷺ نے خاص طور سے تیر اندازی کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ وہ تقویت کے اسباب میں سے سب سے زیادہ طاقت کا ذریعہ ہے)۔ اور سعدی تحریر فرماتے ہیں: "**فدخل في ذلك أنواع الصناعات التي تعمل فيها أصناف الأسلحة والآلات من المدافع والرشاشات، والبنادق، والطيارات الجويه، والمراكب البرية والبحرية، والحصون والقلاع والخنادق، وآلات الدفاع، والرأى: والسياسة التي بها يتقدم المسلمون، ويندفع به شر أعدائهم، وتعلم الرمي، والشجاعة والتدبير**" (سعدی، عبدالرحمن بن ناصر (م: ۱۳۷۶ھ) "تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان" ص: ۳۲۴، ط: ۱، بیروت، الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ—۲۰۰۰ء) (چنانچہ اس قوت کے اندر تمام قسم کی صنعتیں داخل ہیں جہاں قسم قسم کے ہتھیار اور اوزار تیار کئے جاتے ہیں، جیسے توپ (Cannon)، مشین گنیں (Machine Guns)، بندوقیں (Guns)، ہوائی جہاز (Air Craft)، خشکی (Terrestrial) کی سواریاں، سمندری سواریاں (Ships)، قلعے (Forts)، خندقیں (Trenches)، دفاع کے آلات، رائے: وہ سیاست جس سے مسلمان ترقی کریں، اور ان سے ان کے دشمن کی شرارت دور ہو، نشانہ بازی سیکھنا، شجاعت اور تدبیر)۔

اور علامہ صدیق بن حسن قنوجی، ابوالطیب (م: ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :"**والقوة كل ما يتقوى به في الحرب على العدو**" (قنوجی، فتح البیان فی مقاصد القرآن ۲۰۱/۵، بیروت، العصریہ، ۱۴۱۰ھ-۱۹۸۹ء) (اور قوت ہر وہ چیز ہے جس سے دشمن کے خلاف جنگ میں تقویت حاصل ہو)۔

۲- اللہ تعالی کا فرمان ہے :"**ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم، لا تعلمونهم الله يعلمهم**" (۸/الانفال: ۶۰) (جس قوت کے ذریعہ اللہ اور اپنے دشمنوں پر ہیبت قائم کرسکو، اوران کے علاوہ کچھ دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ ظالموں کو ظلم وزیادتی سے باز رکھنے کے لیے مسلم ملک کو ہر طرح کے ہتھیار سے لیس ہونا شرعی اعتبار سے مطلوب ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ جابروں (Tyronnicals)، سرکشوں (Oppressors) اور دشمنان اسلام کو جارحانہ حرکتوں (Aggressiveness) سے روکے رکھا جائے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ حق پرست اسلامی ممالک کے پاس عام تباہی مچانے والے اسلحہ ہوں، چنانچہ سرد جنگ (Cold War) کے زمانہ میں براہ راست جنگ سے جس چیز نے باز رکھا، وہ یہی چیز تھی کہ دونوں فریق ایٹمی ہتھیار سے مسلح تھے، جس سے توازن کی حالت بنی رہی۔

نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امت اسلامیہ کو اس حالت میں ہونا چاہئے کہ کوئی اس کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کے پاس عام تباہی مچانے والے ہتھیار ہوں جس کی وجہ سے کوئی ان کو نرم چارہ سمجھنے کی حماقت نہ کرسکے۔ چنانچہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی (م: ۳۷۳ھ) لکھتے ہیں :"**تخوفون بالسلاح عدو الله وعدوكم**" (سمرقندی، بحر العلوم ۲۹/۲، تحقیق: مطرجی، بیروت، دار الفکر) (تیار کردہ ہتھیار کے ذریعہ اللہ اور اپنے

دشمنوں پر ہیبت قائم کرسکو)۔

اور خازن، علاء الدین علی بن محمد (م: ۷۴۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''تخوفون بتلک القوة وبذلک الرباط عدو اللہ وعدوکم'' (خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل ۲/ ۳۲۳، بیروت، العلمیة، ط:۱، ۱۴۱۵ھ) (اس تیار کردہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں کے ذریعہ اللہ اور اپنے دشمنوں پر ہیبت قائم کرسکو)۔

اور علامہ سعدی عبد الرحمن بن ناصر (م: ۱۳۷۶ھ) لکھتے ہیں: ''وهذه العلة موجودة فيها في ذلك الزمان، وهي إرهاب العدو، والحكم يدور مع علته، فإذا كان شئی موجود أكثر إرهاباً منها، كالسيارات البرية والهوائية، المعدة للقتال التی تكون النكاية فيها أشد، كانت مأموراً بالاستعداد بها، والسعی لتحصيلها، حتى إنها إذا لم توجد إلا بتعلم الصناعة، وجب ذلك؛ لأن ما لا يتم الواجب إلا به، فهو واجب'' (تفسیر سعدی ۱/ ۳۲۴، ط:۱، بیروت، الرسالة، ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء) (اور یہ علت یعنی دشمنوں پر ہیبت قائم کرنا اس زمانہ میں تیر اندازی اور بندھے ہوئے گھوڑوں کے اندر تھی، اور حکم کا دارومدار اس کی علت پر ہوتا ہے، لہذا تیر اندازی سے زیادہ ہیبت پیدا کرنے والی کوئی شئی موجود ہو، جیسے خشکی (Land) اور فضائی (Air) سواریاں جو جنگ کے لیے تیار کی جاتی ہیں، اور جن کے اندر زیر کرنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے، تو اس کے ذریعہ تیاری کرنے اور اس کی تحصیل کی کوشش کرنے کا بھی حکم ہوگا، یہاں تک کہ اگر صنعت سیکھنے کے ذریعہ ہی ان چیزوں کو وجود میں لایا جاسکتا ہو، تو اس کا سیکھنا واجب ہوگا، اس لیے کہ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوسکے، وہ چیز بھی واجب ہوجاتی ہے)۔

۳- اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''فأرسلنا عليهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آيات مفصلات، فاستكبروا وكانوا قوماً مجرمين'' (۷/الاعراف: ۱۳۳) (تو ہم نے ان پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون،

تفصیل کی ہوئی نشانیاں، تو انہوں نے تکبر کیا اور یہ مجرم لوگ تھے)۔

اس آیت میں قوم فرعون پر مسلط ہونے والے پانچ قسم کے عذاب: پانی کے طوفان، ٹڈی دل، جوؤں اور گھنوں کے طوفان، مینڈکوں اور خون کے مسلط کئے جانے کا ذکر ہے، چنانچہ اس آیت کے اندر فرعون اور اس کی سرکش قوم کے جس عذاب سے دوچار ہونے کا ذکر ہے، وہ بڑی حد تک جدید حیاتیاتی ہتھیار (Biological Weapons) کے مشابہ ہے، لہذا قوم فرعون کی طرح ضدی، ہٹ دھرم اور سرکش قوم پر ہیبت قائم کرنے کے لیے لازم ہے کہ اہل حق مسلمان اس قسم کے حیاتیاتی اسلحہ (Biological Weapons) تیار کریں۔

۴- اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "وإن عاقبتم فعاقبوا ابمثل ما عوقبتم به " (۱۶/النحل:۱۲۶) (اگر تم بدلہ لو تو بس اتنا لو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے)۔

اس آیت میں مظلوم کو یہ حق قانونی اعتبار سے دیا گیا ہے کہ اس کا اس شخص سے بدلہ لینا جائز ہے جو اس پر ظلم کرے، بشرطیکہ بدلہ لینے میں مقدار ظلم سے تجاوز نہ ہو اور معروف اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے بدلہ لیا جار ہا ہو تا کہ جرم اور سزائے جرم میں عدم توازن نہ ہو۔

علامہ سعدی لکھتے ہیں :"وإن عاقبتم "من غیر زیادۃ منکم علی ما أجراہ معکم " (تفسیر سعدی ص: ۴۵۲، ط:۱، بیروت، الرسالۃ ۱۴۲۰ھ—۲۰۰۰ء) (اور اگر تم اس شخص سے بدلہ لو جو قول و عمل کے ذریعہ تمہیں اذیت پہنچائے، تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے، بغیر اس کے کہ تم خود کے ساتھ کیے جانے والے سلوک سے زیادتی کرو)۔

چنانچہ اس آیت میں اس بات کو مباح قرار دیا گیا ہے کہ اذیت کا بدلہ اسی جیسی اذیت سے لینا درست ہے، تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امت اسلامیہ کے پاس عام تباہی مچانے والے اسلحہ ہونے چاہئے، تا کہ اس کے اندر بدلہ کی قوت ہو، اور کوئی اسے نرم چارہ نہ سمجھ سکے، اور ایسا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ دشمنان اسلام دنیا میں ایٹم بم کا تجربہ کر چکے ہیں، چنانچہ امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو شہر "ہیروشیما" اور "ناگاساکی" پر ایٹم بم گرا کر تین

لاکھ انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ لہذا جب دشمنان اسلام ایٹمی اسلحہ سے مسلح ہو کر دو ارب سے زائد مسلمانوں کا استحصال کر رہے ہیں، ان کے مال و دولت اور ذرائع پیداوار اور وسائل ثروت پر قابض ہیں، تو مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ مقابلہ کے لیے اس قسم کے اسلحہ تیار کریں، چنانچہ آلوسی لکھتے ہیں: "وإذا لم يقابلوا بالمثل عم الداء العضال، واشتد الوبال والنكال، وملك البسيطة أهل الكفر والضلال، فالذى أراه -والعلم عند الله تعالى- تعين تلك المقابلة على أئمة المسلمين وحماة الدين" (آلوسی، روح المعانی ۵/۲۲۰، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) (اور اگر برابری کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جائے، تو لاعلاج بیماری عام ہو جائے گی، اور فساد سخت ہو جائے گا اور آفت سنگین ہو جائے گی، اور روئے زمین پر کفار اور گمراہوں کا قبضہ ہو جائے گا، لہذا میری رائے میں — اور حقیقی علم اللہ تعالی کے پاس ہے — یہ مقابلہ مسلمانو ں کے حکام اور دین کے محافظوں پر متعین ہے)۔

چنانچہ آج وہی صورتحال ہے جس کا خدشہ آلوسیؒ کو تھا، ہر جگہ باطل کا دور دورہ ہے، مسلمان کفر و شرک کی چالوں میں گھرے ہوئے ہیں، اور صحیح اسلام کے نمائندوں کا ناطقہ بند کر دیا گیا ہے، لہذا مخلص مسلم حکمرانوں پر واجب ہے کہ وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ سے مسلح ہوں تا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی بے وزنی کا دور ختم ہو۔

۵ – اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: "**ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الأرض، ولكن الله ذو فضل على العالمين**" (۲/البقرہ: ۲۵۱) (اور اگر اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: "**ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوة ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً**" (۲۲/الحج: ۴۰) (اور اگر اللہ لوگوں کو، ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا، تو خانقاہیں، گرجے، کنیسے اور مسجدیں، جن میں کثرت سے

اللہ کا نام لیا جاتا ہے، ڈھائے جا چکے ہوتے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی پر ایمان رکھنے والے مخلص بندوں پر واجب ہے کہ روئے زمین سے فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لیے اشرار ومفسدین سے مقابلہ کے لیے تیار رہیں کیونکہ اگر اللہ کے نیک وصالح بندے اشرار وشیاطین کو دفع نہیں کریں گے تو زمین برائیوں اور شرور کا گہوارہ بن جائے گی، اور دینی اقدار اور شعائر پامال کئے جائیں گے، چنانچہ ہمیشہ ان کے اندر جذبۂ جہاد بیدار رہنا چاہئے، کیونکہ یہ جذبۂ جہاد دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لیے ہے، اور اس کا مقصد دینی اقدار اور شعائر کی حفاظت اور لوگوں کو مذہبی آزادی فراہم کرنا ہے، وہ دہشت گردی (Terrorism) نہیں، اور اس کے حاملین دہشت گرد (Terrorists) نہیں، یہ دینداری کے خلاف نہیں جیسا کہ یہود ونصاری موجودہ دور میں پروپیگنڈہ (Propaganda) کر رہے ہیں، بلکہ یہ عین دینداری ہے، یہ نبیوں، رسولوں اور اللہ کے صالح بندوں کا ہمیشہ وطیرہ رہا ہے۔

اور جب اللہ تعالی کے باایمان اور مخلص بندوں کے ذمہ داری ہے کہ دنیا کے اندر امن وشانتی قائم کریں اور لوگوں کو مذہبی آزدی فراہم کریں، تو ابلیسی نظام کے حامل اشرار ومفسدین جو دنیا کو شر وفساد سے بھر دینا چاہتے ہیں اور زمین کو نیکی اور بھلائی اور تقوی کے آثار سے خالی کر دینا چاہتے ہیں، وہ ضرور مزاحم بنیں گے، اور اگر طاقتوں میں توازن نہیں ہوگا تو چند طاقتور ممالک دنیا بھر کے کمزور ممالک کا استحصال (Exploitation) کریں گے، تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالی کے باایمان مخلص بندوں پر فرض ہے کہ وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کریں تاکہ اشرار ومفسدین کو دنیا کے شر وفساد سے بھر دینے اور مذہب کے نام پر جبر وزیادتی کرنے کا موقع نہ ملے۔

٦ – اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: **"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین"** (۲/البقرہ: ۱۹۰) (اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے

جنگ کرو جوتم سے جنگ کریں، اور حد سے بڑھنے والے نہ بنو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م: ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں :

"**كما يقاتلونكم فقاتلوهم أنتم** " (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/۳۸۷، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ) (جس طرح وہ تم سے جنگ کرتے ہیں تو تم بھی ان سے اس طرح جنگ کرو)۔ چنانچہ اس آیت سے پتہ چلا کہ اہل ایمان کو مدافعت کرنے کا پورا حق ہے اور وہ مدافعت اس قسم کے اسلحہ سے کر سکتے ہیں جن سے دشمن مسلم ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہر دور میں دشمن جن ہتھیار سے مسلح ہوں ان کو تیار کریں، اور چونکہ موجودہ دور میں دشمنان اسلام ایٹمی طاقت اور دیگر عام تباہی مچانے والے اسلحہ سے لیس ہیں، لہذا مسلم حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار رکھیں، تاکہ دشمن ان کو نرم چارہ سمجھ کر ان پر حملہ کرنے کی جرأت اور ہمت نہ کر سکے۔

۷- اللہ عزوجل کا فرمان ہے :"**وقاتلوا المشركين كافة، كما يقاتلونكم كافة، واعلموا أن الله مع المتقين**" (۹/التوبہ:۳۶) (اور مشرکوں سے سب مل کر جنگ کرو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے)۔

اس آیت میں تمام سیاسی یا تجارتی یا معاشی مفادات اور تمام قسم کے تعلقات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم ہے اس لیے کہ خود ان مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ عملاً یہی رویہ ہے، وہ سب کے سب مسلمانوں کو دشمن سمجھتے ہیں اور ان سے لڑنے اور ان کو مارنے کے لیے تیار رہتے ہیں، امام جصاص رازی، احمد بن علی (م: ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:"**وقال أبوحنيفة وأبو يوسف ومحمد ومالك وسائر فقهاء الأمصار** :"**إن الجهاد فرض إلى يوم القيامة، إلا أنه فرض على الكفاية**" (جصاص، أحکام القرآن ۳/۱۴۶، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء) (ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، مالک اور دیگر

تمام فقہاء کا قول ہے کہ جہاد قیامت تک فرض ہے البتہ وہ فرض کفایہ ہے)۔

چونکہ کفار کی طرف سے سرکشی، ہٹ دھرمی، ریشہ دوانی، سازش، جوڑتوڑ، شرارت، محاربہ اور لڑائی کا بگل بجانے کا خطرہ ہر وقت ہے، لہذا مسلم حکمرانوں پر لازم ہے کہ ان کے محاربہ کے توڑ کی صلاحیت رکھنے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار رکھیں۔

۸- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"واقتلوهم حيث وجدتموهم"** (۴/النساء: ۸۹) (اور قتل کرو جہاں کہیں بھی پاؤ)، اور ایک جگہ ارشاد ہے: **"فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم"** (۹/التوبہ: ۵) (تو ان مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو) اور ایک دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے: **"واقتلوهم حيث ثقفتموهم وأخرجوهم من حيث أخرجوكم"** (۲/البقرہ: ۱۹۱) اور (ان کو جہاں کہیں تم پاؤ قتل کرو اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے) اور ایک تیسری جگہ ارشاد ہے: **"فإن لم يعتزلوكم ويلقوا إليكم السلم، ويكفوا أيديهم فخذوهم واقتلوهم حيث ثقفتموهم، و أولئك جعلنا لكم عليهم سلطانا مبيناً"** (۴/النساء: ۹۱) (سو اگر یہ تم سے کنارہ کش نہ رہیں، تم سے صلح جویانہ رویہ نہ رکھیں، اور اپنے ہاتھ نہ روکیں، تو تم ان کو گرفتار کرو اور قتل کرو جہاں کہیں پاؤ)۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ کفار و مشرکین کی طرف سے جارحانہ اور ظالمانہ اقدامات کبھی بھی ہو سکتے ہیں اور وہ بزعم خویش اسلام کو مٹانے کے لیے مختلف قسم کی ریشہ دوانیاں کر سکتے ہیں لہذا ان کے توڑ کے لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار رکھیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ایسے بدعہد، محارب اور مفسدین سے حدود حرم میں بھی جنگ وقتال کو مباح قرار دیا ہے۔

۹- اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: **"أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير"** (۲۲/الحج: ۳۹) (جن سے جنگ کی جائے ان کو جنگ کرنے کی اجازت دی گئی، بوجہ اس کے کہ ان پر ظلم ہوا، اور بے شک اللہ ان کی مدد پر پوری طرح قادر ہے)۔

اس آیت میں مظلوم مسلمانوں کو جن پر مظالم وشدائد کے پہاڑ توڑے گئے کفار سے جنگ کی اجازت دی گئی ہے تا کہ وہ فساد کو مٹا کر حق وعدل قائم کریں۔

چنانچہ اسلام کے عہداول کی طرح اس وقت مسلمان پوری دنیا میں مظلوم اور بے بس ہیں، اور اپنے دفاع کا حق رکھتے ہیں، اور یہ بالکل واضح ہے کہ ان کی بے بسی اور مظلومیت کا ازالہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بغیر ممکن نہیں، لہذا مسلم امت پر فرض ہے کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار کرے۔

۱۰- اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :"**ولا یطئون موطئاً یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلاً إلا کتب لھم به عمل صالح، إن الله لا یضیع أجر المحسنین**" (۹/التوبہ: ۱۲۰) (اور جو قدم بھی وہ کفار کو رنج پہنچانے والا اٹھاتے ہیں اور جو چرکا بھی وہ کسی دشمن کو لگاتے ہیں، ان سب کے بدلے میں ان کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اللہ خوب کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق کی راہ میں مومن جو چرکا دشمن کو لگاتا ہے اور جو نقصان اسے پہنچاتا ہے، اور جو زخم اسے لگاتا ہے وہ اللہ تعالی کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے، چنانچہ اس کے بدلے میں اللہ سبحانہ اس کے کھاتے میں ایک عمل صالح درج فرماتا ہے جس کا بہتر صلہ روز جزا میں اسے مل کر رہے گا۔

لہذا آیت کے اندر راہ حق کے فرزانوں کے لیے لطیف اشارہ ہے کہ ان پر عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری فرض ہے، تا کہ یہ تیاری دشمنان اسلام کے لیے غیظ وغضب کا ذریعہ بنے، اور ان کے اندر یہ ہمت نہ ہو کہ وہ مسلمانوں کے استحصال (Exploitation) کی کوشش کریں، یا ان کو نرم چارہ سمجھ کر ان پر حملہ کرنے کی جرأت دکھا سکیں۔

۱۱- اللہ تعالی کا ارشاد ہے :"**ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکة**" (۲/البقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو تباہی میں نہ جھونکو)۔

اس آیت میں اللہ تعالی کی راہ میں جان اور مال کی قربانی دینے سے بچنے کو اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونکنا قرار دیا گیا ہے، علامہ بیضاوی ناصر الدین عبداللہ بن عمر (م: ۶۸۵ھ) رقمطراز ہیں: "**بالكف عن الغزو والإنفاق فيه، فإن ذلك يقوى العدو ويسلطهم على إهلاككم**" (بیضاوی، انوار التنزیل وأسرار التأویل ۱/۱۲۹، ط: ۱، بیروت، دار الاحیاء، ۱۴۱۸ھ) (اللہ کی راہ میں جنگ کرنے اور اس میں خرچ کرنے سے باز رہنے کے ذریعہ خود کو تباہی میں نہ ڈالو، کیونکہ یہ دشمن کی تقویت کا ذریعہ بنے گا اور ان کو مسلمانوں کو ہلاک کرنے پر مسلط کرے گا)۔

اور امام طبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م: ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: "**ولا تستسلموا الهلكة، فتعطوها أزمتكم فتهلكوا**" (طبری، جامع البیان ۳/۵۹۳، ط: ۱، بیروت، الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰) (خود کو ہلاکت کے حوالہ بایں طور نہ کرو کہ اپنی باگ وڈور اسے دے کر ہلاک ہو جاؤ)۔

چنانچہ اس آیت سے پتہ چلا کہ خود کو ہلاکت کے حوالہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے اور خودکشی حرام ہے، خواہ انفرادی خودکشی ہو یا جماعتی یا ملکی، لہذا آیت میں لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہر دور کے ترقی یافتہ اسلحہ تیار کریں، کیونکہ اس قسم کے اسلحہ سے ان کا دور رہنا جو دشمنان اسلام استعمال کر رہے ہیں، اور جن کی بدولت وہ ساری دنیا کو شرور وفتن اور ظلم وجور سے بھر رہے ہیں، قومی خودکشی کے مترادف ہے، اور پوری قوم کو خودکشی کے حوالہ کرنا حرام ہے، لہذا عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری امت پر فرض ہے۔

۱۲- اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "**ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون**" (۶۳/المنافقون: ۸) (حالانکہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے، لیکن یہ منافقین نہیں جانتے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: "**وإن الذين يحادّون الله ورسوله أولئك في**

الأذلین" (۵۸/المجادلۃ: ۲۰) (جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے برسر مخالفت ہیں، وہی لوگ ذلیلوں میں ہیں)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ مقابلہ کے بغیر دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا اور ذلت کو قبول کرنا حرام ہے، اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ پر اہل ایمان کا قادر نہ ہونا، یہ ذلت کا بڑا سبب ہے، لہذا ان پر فرض ہے کہ کم از کم دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لائق عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار کریں، تا کہ کسی مخالف اسلام طاقت کو ان کی طرف نگاہ اٹھانے کی ہمت نہ ہو۔

ب — احادیث مبارکہ سے:

۱ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی تدبیر کی کاٹ کے لیے تمام بہتر سے بہتر طریقے اختیار کیے، چنانچہ غزوۂ احزاب شوال ۵ھ کے موقع سے جبکہ کفر کا متحدہ محاذ اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مسلمانوں کو مدینہ کی ان سمتوں میں خندق کھودنے کا حکم دیا جن سے حملہ کا قوی خطرہ تھا، چنانچہ شہر کی شمالی اور مغربی سمت میں ساڑھے تین میل لمبی ایک خندق سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سربراہی میں تین ہزار مجاہدین نے کھودی (سیرۃ ابن ہشام ۲/۲۱۶، ۲۲۴، تحقیق: السقا، ط: ۲، مصر، مطبعۃ البابی، ۱۳۷۵ھ — ۱۹۵۵ء، صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۸۳۵، صحیح مسلم: ۱۸۰۴)۔

جبکہ خندق کی کھدائی عربوں میں معروف نہیں تھی، اس سے معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام سے مقابلہ کے لیے ہر دور کے ترقی یافتہ اسلحہ کی تیاری امت پر فرض ہے، اور اس دور میں امت کی عزت کی بحالی عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بغیر ممکن نہیں، لہذا اس پر فرض ہے کہ دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لائق عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار کرے۔

۲– حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أنتم أعلم بأمر دنياكم" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۳۶۳، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۲۵۴۴) (تم اپنے دنیوی معاملات سے خوب واقف ہو)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیوی معاملات جن کے بارے میں کتاب وسنت کی صریح نص نہ ہو، ان کے بارے میں ارباب فکر ونظر اور اجتہاد فیصلہ کرسکتے ہیں، چنانچہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ دنیوی معاملات کی اس قسم سے ہیں جن کی ضرورت ارباب بصیرت پر اس دور میں مخفی نہیں ہے، لہذا توازن کی حالت پیدا کرنے کے لیے ان کی تیاری امت پر فرض ہے۔

۳– حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إليّ من أن تركبوا" (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۳۰۰، جامع معمر بن راشد حدیث نمبر: ۲۱۰۱۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (تیراندازی کرو اور سواری کرو، اور تمہارا تیراندازی کرنا مجھے تمہارے سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے)۔

اس دور میں تیر دور تک مار کرنے والا ہتھیار تھا جسے نبی کریم ﷺ نے شرعاً مطلوب قرار دیا، اور آج کے دور میں ایٹم بم وغیرہ کو دور دراز مسافت کی طرف پھینکا جاسکتا ہے، لہذا موجودہ دور میں شرعی اعتبار سے ایٹمی ہتھیار وغیرہ مطلوب ہیں۔

۴– حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: "ألا إن القوة الرمي" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۹۱۸) (آگاہ ہوجاؤ کہ طاقت پھینکنے میں ہے) اور یہ طاقت اس دور میں تیراندازی میں تھی، اور یہ طاقت اس دور میں عام تباہی مچانے والے اسلحہ میں ہے، لہذا امت پر فرض ہے کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار کرے۔

۵– عرینہ کے کچھ اشخاص مدینہ منورہ آکر اسلام لے آئے، لیکن انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہیں آئی، تو نبی کریم ﷺ نے ان کو صدقہ کے اونٹ کے دودھ اور پیشاب بہ طور

علاج پینے کا حکم دیا، اور وہ شفا یاب ہو گئے، لیکن انہوں نے ناشکری کی اور اونٹ کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور ان کا مثلہ بنایا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کا تعاقب کرایا، اور ان کے پیر ہاتھ کاٹنے اور ان کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۳۳۰، ۶۸۰۲، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۶۷۱)۔

ان مجرموں کی آنکھیں اسے لیے پھوڑی گئی تھیں کہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "**إن ذلک وقع علیهم علی سبیل القصاص**" (فتح الباری ۱/۳۴۰، بیروت، دارالمعرفۃ ۱۳۷۹ھ) (ان کے ساتھ ایسا برتاؤ قصاص کے طور پر ہوا)۔

اس سے پتہ چلا کہ برابری کا برتاؤ کرنا درست ہے، اور جب حقیقت یہ ہے کہ دشمنان اسلام کے پاس عام تباہی مچانے والے اسلحہ موجود ہیں، جن کی بنا پر وہ ممالک کا استحصال کرتے ہیں اور قوموں کو ذلیل وخوار کرتے ہیں، اور انہیں غلام بناتے ہیں، تو توازن کی حالت پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار زیادہ سے زیادہ تیار کریں، تاکہ دشمنان اسلام کی ہمت نہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی طرف نگاہ اٹھا سکیں۔

ج – فقہی قواعد و اصول سے استئناس:

۱– فقہی قاعدہ ہے: "**الوسائل لها أحكام المقاصد**" (عثیمین، محمد بن صالح (م ۱۴۲۱ھ) الأصول من علم الأصول ص: ۲۷، دار ابن الجوزی، ۱۴۲۶ھ، حاشیۃ البجیرمی الشافعی علی الخطیب ۳/۴۰۷، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۵ھ) (وسائل وذرائع کے لیے مقاصد کے احکام ہیں) یعنی مطلوب شئی کی طرف پہنچانے والے ذریعہ کا حکم وہی ہے جو مطلوب شئی کا ہے، چنانچہ ماٴمورات (جن کا حکم دیا گیا ہے) کے وسائل بھی مامور ہیں اور منہیات (جن سے روکا گیا ہو) کے وسائل بھی منہی عنہ (جن سے روکا گیا ہو) ہیں۔

اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا مقصد مسلمانوں کے لیے طاقت کی فراہمی، امن

وامان کی بحالی اور حق وعدل کا قیام ہے، اور شرعی اعتبار سے یہ سب چیزیں مطلوب ہیں، لہذا ان سب چیزوں کے قیام کے لیے درکار وسائل یعنی عام تباہی مچانے والے ہتھیار بھی مطلوب ہوں گے، سوجس طرح حق وعدل کو قائم کرنا فرض ہے، اسی طرح عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری بھی فرض ہوگی۔

۲–فقہی قاعدہ ہے : "**ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب**" (بابرتی، محمد بن محمد (م: ۷۸۶ھ)، العنایۃ شرح الہدایہ ۱/۲۱، ۶/۳۴۷، ۸/۱۰۷، بیروت، دار الفکر، طباعت نمبر اور تاریخ اشاعت کے بغیر، ہیثمی شافعی، احمد بن محمد "تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ۱/۱۸۹، مصر، المکتبۃ التجاریۃ، ۱۳۵۷ھ–۱۹۸۳ء)۔(جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو سکے، وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کی تیاری، نیز دشمنوں سے امت کو تحفظ فراہم کرنا فرض ہے، اور موجودہ دور میں عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بغیر یہ فرض وجود میں نہیں آسکتا ہے، لہذا عام تباہی مچانے والے ہتھیار کی تیاری امت پر فرض ہے۔

د–فقہاء کے اقوال سے استئناس:

۱– عام طور سے فقہاء کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ مسلمانوں کو جس چیز سے قوت حاصل ہو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ قدیم قلعہ شکن آلۂ حرب منجنیق کے ذریعہ دشمن پر پتھر پھینکنے کے جواز پر تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے، گو اس کی زد میں ضمناً غیر محارب افراد آجائیں، جیسا کہ علامہ نسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد (م: ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

"**ونحاربهم بنصب المجانيق، وحرقهم وغرقهم وقطع أشجارهم وإفساد زروعهم ورميهم وإن تترسوا ببعضنا ونقصدهم**" (کنز الدقائق مع تبیین الحقائق، کتاب السیر ۳/۲۴۳، قاہرہ، امیریہ، ط: ۱، ۱۳۱۳ھ) (اور ہم ان سے جنگ کریں گے منجنیق لگا کر، جلا کر، ڈوبا کر، ان کے درخت کاٹ کر، اور ان کی کھیتیوں کو خراب کر کے، اور ان پر تیر چلا کر، خواہ وہ ہم میں سے بعض کو

ڈھال بنالیں (لیکن) ہم کفار کا قصد کریں گے)۔

اور قرافی مالکی، ابوالعباس، شہاب الدین احمد (م ۶۸۴ھ) لکھتے ہیں: ”**وإذا كان معهم النساء والصبيان، فأربعة أقوال: يجوز المجنيق دون التغريق والتحريق، وهو مذهب الكتاب، ويجوز جميع ذلک عند أصبغ**“ (قرافی، الذخیرۃ، کتاب الجہاد، الباب الخامس فی القتال ۳/۴۰۹، ط:۱، بیروت، دار الغرب، ۱۹۹۴ء) (اور اگر کفار کے ساتھ خواتین اور بچے ہوں تو مسئلہ کے سلسلہ میں چار قول ہیں:

(۱) منجنیق لگانا جائز ہے، جلانا اور ڈبونا جائز نہیں اور ”المدونۃ“ میں یہی مذکور ہے، اور فقیہ اصبغ کے نزدیک سب جائز ہے)۔ اور ابن رشد حفید مالکی، ابو الولید محمد بن احمد (م ۵۹۵ھ) لکھتے ہیں: ”**واتفق عوام الفقهاء على جواز رمي الحصون بالمجانيق، سواء كان فيها نساء وذرية، أو لم يكن**“ (ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، کتاب الجہاد، الفصل الثالث فی معرفۃ ما یجوز من النکایۃ بالعدو ۲/۱۴۸، قاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء) (اور عام فقہاء کا دشمن کے قلعوں پر منجنیق سے پتھر پھینکنے کے جواز پر اتفاق ہے، خواہ ان میں خواتین اور بچے ہوں یا نہیں)۔

اور خطیب شربینی شافعی (م: ۹۷۷ھ) لکھتے ہیں: ”**ورميهم بنار ومنجنيق، وما في معنى ذلک من هدم بيوتهم، وقطع الماء عنهم، وإلقاء حيات أو عقارب عليهم، ولو كان فيهم نساء وصبيان، لقوله تعالى: ”وخذوهم واحصروهم“** (۹/التوبہ: ۵)، **وفي الصحيحين: ”أنه ﷺ حاصر أهل الطائف“، وروى البيهقي ”أنه نصب عليهم المنجنيق“** (حدیث کی تخریج گزر چکی)، ”**وقيس به ما في معناه مما يعم الإهلاک به**“ (خطیب شربینی، مغنی المحتاج ۶/۳۰، بیروت، العلمیہ، ط:۱، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء) (اور دشمن کفار پر آگ پھینکنا اور ان کے قلعے پر منجنیق سے پتھر برسانا، اور اس سے ملتے جلتے امور جیسے ان کے گھروں کو منہدم کرنا، ان سے پانی بند کر دینا اور ان پر سانپ بچھو ڈالنا خواہ ان میں خواتین اور بچے ہوں،

اس لیے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ''اوران کو پکڑو اوران کو گھیرو'' اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ فرمایا (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۴۳۲۵، ۴۸۰۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۷۷۸) اور ''بیہقی'' نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر منجنیق نصب فرمایا'' (السنن الصغیر للبیہقی حدیث نمبر ۲۸۴۲، السنن الکبری للبیہقی حدیث نمبر: ۱۷۸۹۹، اوراس کی سند میں کلام ہے) اور اسی پر اس آلۂ حرب کو قیاس کیا گیا ہے جس سے عمومی ہلاکت ہوتی ہے)۔

اور ابن قدامہ حنبلی، ابومحمد، موفق الدین عبداللہ بن احمد (م ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں :

''ويجوز نصب المنجنيق عليهم، وظاهر كلام أحمد جوازه مع الحاجة وعدمها''

(ابن قدامہ ''المغنی'' کتاب الجہاد مسئلہ نمبر: ۷۵۷۴، ۹/۲۸۷، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ–۱۹۶۸ء) (اور دشمن کے خلاف منجنیق نصب کرنا جائز ہے اور امام احمد کے کلام سے اس کا جواز ضرورت اور عدم ضرورت دونوں صورتوں میں معلوم ہوتا ہے)۔

چنانچہ ان فقہی اقتباسات سے واضح ہے کہ مذاہب اربعہ اور دیگر فقہاء اسلام کے نزدیک دشمن کے خلاف منجنیق لگانا جائز ہے اور منجنیق ایک ایسا جنگی آلہ ہے جس سے عمومی تباہی ہوسکتی ہے، لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر متقدمین فقہاء زندہ ہوتے تو عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری کو امت پر فرض قرار دیتے، نیز فقہاء نے دشمنوں پر سانپ اور کژدم ڈالنے کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ حیاتیاتی ہتھیار (Biological Weapons) کے مشابہ ہے، اس سے پتہ چلا کہ امت پر تمام قسم کے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری فرض ہے۔

(۲) علامہ ابن عابدین (م ۱۲۵۲ھ–۱۸۳۶ء) نے نوایجاد توپ کو منجنیق کے مشابہ قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں :''وقد تركت اليوم للاستغناء عنها بالمدافع الحادثة''

(ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب: نصب المجانیق ۴/۱۲۹، ط: ۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ– ۱۹۹۲ء) (اور منجنیق کو موجودہ دور میں نو پید توپوں کے سبب بے نیازی ہونے کی وجہ

سے چھوڑ دیا گیا ہے)۔

اوراسی طرح علامہ صنعانی محمد بن اسماعیل حسنی (م: ۱۱۸۲ھ — ۱۷۶۷ء) نے توپوں کو منجنیق کے مشابہ قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: **"وفی الحدیث دلیل علی أنه یجوز قتل الکفار إذا تحصنوا بالمنجنیق، ویقاس علیه غیره من المدافع ونحوها"** (امیر صنعانی "سبیل السلام شرح بلوغ المرام ۲/۴۷۸، قاہرہ، دارالحدیث، طباعت اوراشاعت کی تاریخ کے بغیر) (اور حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ کفار جب قلعہ بند ہو جائیں تو ان کو منجنیق کے ذریعہ قتل کرنا جائز ہے، اوراسی پر توپ وغیرہ کو قیاس کیا جائے گا)۔

چنانچہ اگر یہ فقہاء زندہ ہوتے، اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ پر امت کے قادر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی بے بسی، لاچاری بے وزنی اور ذلت کا مشاہدہ کرتے، تو ضرور عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری امت پر فرض قرار دیتے۔

ہ — عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری فرض ہونے پر عقلی دلائل:

۱ — جس ذلت وخواری میں اس وقت امت اسلامیہ مبتلا ہے، وہ بعینہ اس پیشین گوئی کے مطابق ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی ہے: **"یوشک الأمم أن تداعی علیکم کما تداعی الأکلة إلی قصعتها، فقال قائل: اومن قلة نحن یومئذ؟ قال: "بل أنتم یومئذ کثیر، ولکنکم غثاء کغثاء السیل، ولینزعن الله من صدور عدوکم المهابة منکم، ولیقذفن الله فی قلوبکم الوهن"، فقال قائل: یا رسول الله! وما الوهن؟ قال: حب الدنیا وکراهیة الموت"** (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۹۷، شرح السنۃ للبغوی حدیث نمبر: ۴۲۲۴، اور اس کی سند صحیح ہے) (عنقریب قومیں تم پر باہم مل کر ہلہ بولیں گی، جس طرح بھوکے اپنے پیالہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں، کسی شخص نے پوچھا، اس وقت کیا ہم کم ہوں گے؟ جواب میں فرمایا: بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگی، اور اللہ

تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت ختم کردے گا، اور تمہارے دل میں ''وہن'' ڈال دے گا، کسی شخص نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ''وہن'' کیا چیز ہے؟، جواب دیا: ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت'')۔

اور بہ ظاہر اس ذلت سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے اس کے سوا کہ مسلمان یورپ کی غلامی سے آزاد ہوں، اور جرأت اور ہمت پیدا کر کے عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کریں، لہذا ہر قسم کے عام تباہی مچانے والے ہتھیار کی تیاری امت پر فرض ہے۔

۲- ضرر ایک درجہ پر نہیں ہے بلکہ اس کی ذات اور آثار کے اعتبار سے اس میں تفاوت ہوتا، اور اصل یہ ہے کہ ضرر کو مکمل طور پر ختم کیا جائے، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو **"یدفع شر الشرین"** (زحیلی محمد ''القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة'' (۲۱۹/۱، ط۱:، دمشق، دار الفکر، ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶ء) (دوشر میں سے بدتر شر کو دور کیا جائے گا) اور **"الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف"** (زرقا، احمد، شرح القواعد الفقہیۃ ص: ۱۹۹، ط: ۲، دمشق، دار القلم، ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء) (ہلکے ضرر کے ارتکاب کے ذریعہ سخت ضرر کو دور کیا جائے گا) اور اس سے ملتے جلتے فقہی قواعد پر عمل ہوگا، اور چونکہ موجودہ دور میں اسلامی امت جس طرح کی محکومانہ اور غلامانہ زندگی گزار رہی ہے یہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے خطرات کے مقابلہ میں زیادہ سنگین ہے، لہذا امت پر عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری فرض ہے۔

۳- جہاد کی مشروعیت اس وقت ہے جب کہ دین ومذہب، جان ومال، عقل وخرد اور عزت وآبرو کا تحفظ خطرہ میں پڑ جائے، لہذا عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال ناحق جان ومال اور عزت وآبرو کو مباح ٹھہرانے کے لیے نہیں ہوگا؛ کیونکہ مجاہدین اسلام کا مقصد اللہ تعالی کی رضا ہے نہ کہ مال ودولت اور کشور کشائی، جیسا کہ ارشاد ہے: **"تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً، والعاقبة للمتقين"** (۲۸/القصص: ۸۳) (یہ آخرت کا گھر ہم انہیں لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں غرور

اور فساد کے چاہنے والے نہیں ہیں، اور انجام کار کی کامیابی اللہ ترسوں ہی کے لیے ہے)۔

اور موجودہ دور میں دین ومذہب، جان ومال، عقل وخرد اور عزت وآبرو کا حقیقی تحفظ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری کے بغیر ممکن نہیں، چنانچہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری امت پر فرض ہے۔

۴- موجودہ دنیا ظلم وزیادتی سے بھر گئی ہے، اور بہ ظاہر اس کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک مسلمان عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے مالک نہ بنیں۔

۵- جنگ کی علت محض کفر نہیں، اس لیے کہ مذہبی آزادی اسلام کا بنیادی دستور ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے :"**لا إکراہ فی الدین**" (۲/البقرہ:۲۵۶) (دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے) اور ایک جگہ ارشاد ہے :"**ولو شاء ربک لآمن من فی الأرض کلھم جمیعاً أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین**" (۱۰/یونس:۹۹) (اور اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین پر جتنے لوگ بھی ہیں سب ایمان قبول کر لیتے، تو کیا تم لوگوں کو مجبور کروگے کہ وہ مومن بن جائیں؟) بلکہ اسلامی جنگ کی علت ظلم وزیادتی کا خاتمہ ہے تاکہ مذہب کے نام پر کوئی کسی پر تشدد نہ کر سکے اور ہر شخص کو موقع مل سکے کہ وہ صحیح دین کو سمجھ کر اپنے کفر کو زائل کر سکے، جیسا کہ ارشاد ہے:"**ویکون الدین للہ، فإن انتھوا فلا عدوان إلا علی الظالمین**" (۲/البقرہ: ۱۹۳) (اور دین اللہ کا ہوجائے، پھر اگر یہ باز آجائیں تو اقدام صرف ظالموں کے خلاف جائز ہے)۔

چنانچہ رازی لکھتے ہیں :'**قاتلوھم لغرض أن یکون الدین کلہ للہ، فعلی ھذا التقریر، لم یمتنع حملہ علی إزالۃ الکفر عن جمیع العالم؛ لأنہ لیس کل ما کان غرضاً للإنسان، فإنہ یحصل، فکان المراد الأمر بالقتال لحصول ھذا الغرض، سواء حصل فی نفس الأمر أو لم یحصل**" (تفسیر الرازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر (م:۶۰۶ھ) ۱۵/۴۸۴، ط:۳، بیروت، دارالاحیاء، ۱۴۲۰ھ) (اس مقصد کے لیے ان سے جنگ کو تمام دنیا سے کفر کا خاتمہ کرنے

پر محمول کرنا محال نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ضروری نہیں کہ انسان کا جو مقصد ہو، وہ حاصل ہوجائے، تو اس مقصد کے حصول کے لیے جنگ کا حکم دینا مراد ہوگی، خواہ واقع میں یہ مقصد حاصل ہو یا نہ ہو)۔

چنانچہ رازی کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم وجبر کا خاتمہ ہوتا کہ دین کے سمجھنے سے کوئی کسی کو روک نہ سکے، یہ اسلامی جنگ کا ہدف ہے۔ لہذا مسلمانوں کی طرف سے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے غلط استعمال کا اندیشہ نہیں ہے، اس لیے ان پر اس قسم کے اسلحہ کی تیاری مذہبی جبر کے خاتمہ کے لیے فرض ہے۔

۶– ہتھیار کی نوعیت میں برابری اگرچہ مقابلہ کی شرط نہیں ہے، اور مسلمانوں کی مقدور میں جس قدر ساز وسامان اور اسلحہ کی تیاری ممکن ہے اتنی ہی تیاری کافی ہے، جیسا کہ ''ما استطعتم'' (۸/الانفال ۶۰:) (جس قدر تم سے ہو سکے) میں اس کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ البتہ ''بہترین امت'' اور بہتر دعوت کی حامل جماعت اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے بہتر ہدایات رکھنے والی ملت کی حیثیت سے ان پر لازم ہے کہ اسلحہ میں برتری یا کم ازکم برابری حاصل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ انسانیت کو ڈکٹیٹروں (Dictators) اور ظالموں (Unjusts) کے پنجۂ ظلم وستم سے رہائی مل سکے۔

۷– جنگ کا مقصد انسانیت کے دشمنوں کی طاقت کو توڑنا اور ان کو شرارت اور جبر سے باز رکھنا ہے، اور موجودہ دور میں ان نیک مقاصد کا تحقق عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بغیر ممکن نہیں، لہذا امت پر اس قسم کے ہتھیار تیار کرنا فرض ہے۔

۸– انصاف کے ساتھ صلح (Conciliation) اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ فریق دوم جنگی ساز وسامان سے مسلح ہو، تاکہ فریق اول جارحیت (Aggression) نہ کرسکے، چنانچہ منصفانہ امن وشانتی (Peace) کا قیام اس کے بغیر ممکن نہیں کہ امت اسلامیہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کرے، لہذا اس پر اس قسم کے ہتھیار تیار کرنا فرض ہے۔

۹-حق و باطل کی کشمکش (Clash) ابدی ہے، اور جب تک یہ دنیا قائم ہے اس وقت تک یہ کشمکش جاری رہے گی، چنانچہ شیطان کے ایجنٹ (Agents) ہر قسم کے ممکنہ وسائل کے ذریعہ حق کو شکست دینے کی کوشش کرر ہے ہیں، لہذا اہل حق پر بھی فرض ہے کہ اہل باطل سے برتر یا کم از کم مساوی عام تباہی مچانے والے ہتھیار تیار کریں۔

۱۰- جب انسانیت دشمن حکام تینوں قسم کے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا بنی نوع انسان پر استعمال کر چکے ہیں، تو پھر اسلامی امت ہی اس سے دور کیوں رہے؟ جبکہ ان کے جہاد کا مقصد لوگوں کو آزادئ فکر ونظر فراہم کرنا ہے، اور ان کو تاریکی اور روشنی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے آراستہ کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "**کتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور بإذن ربهم إلى صراط الله العزيز الحميد**" (۱۴/ابراہیم:۱) (یہ کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اس لیے اتاری ہے کہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ، ان کے رب کے اذن سے، اللہ غالب سزاوار حمد کے راستہ کی طرف)، چنانچہ عقائد واعمال کی تاریکیاں اور ایمان وعمل صالح کی روشنی دکھانا ہی اس دین کا مقصد ہے، اور اسی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے نبی اسلام کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا، چنانچہ فرمان باری تعالی ہے: "**وما أرسلناک إلا رحمة للعالمين**" (۲۱/الانبیاء:۱۵۷) (اور ہم نے تم کو تو بس اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

اور اسلامی جنگ کا ہدف ہدایت کی راہ کھولنا ہے نہ کہ ہدایت پر مجبور کرنا، اور قتل کرنا، کیونکہ قتل اسلام کی نگاہ میں بذات خود مقصد نہیں، جیسا کہ خود نبی اسلام نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا: "**انفذ على رسلک حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام وأخبرهم بما يجب عليهم، فو الله لأن يهدى الله بک رجلاً خير لک من أن يكون لک حمر النعم**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۰۰۹، ۳۷۰۱، ۴۲۱۰، صحیح مسلم ۲۴۰۶) (آہستگی سے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو، اور ان پر واجب

ہونے والے حقوق سے انہیں آگاہ کرو، سو اللہ تعالی کی قسم! تمہارے ذریعہ اللہ تعالی ایک شخص کو ہدایت دے دے، تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے)۔ لہذا ایسی رحیم وشفیق امت زیادہ حقدار ہے کہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کرے، تا کہ انسانیت کو پنجۂ ظلم واستبداد سے رہائی دلا سکے۔

۱۱- دشمنان اسلام نے اپنی انسانیت دشمن حرکتوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانیت کو اصل خطرہ ان کی طرف سے ہے نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے، چنانچہ دوسری عالمی جنگ کے موقع سے امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو ہنستے کھیلتے شہر ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر ایٹم بم گرا کر تین لاکھ انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

لہذا انسانیت پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو ختم کرنے کے لیے امت اسلامیہ پر واجب ہے کہ وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کرے۔

۱۲- تینوں قسم کے عام تباہی مچانے والے اسلحہ بنانے والے ممالک کی یہی حرص ہے کہ یہ اسلحہ صرف انہیں کے پاس رہیں، تا کہ دیگر قوموں کا استحصال (Exploitation) اور لوٹ کھسوٹ (Pillage) وہ آسانی سے کرسکیں۔ ایسی صورتحال میں کیا یہ ناسمجھی نہیں ہوگی کہ مسلمان عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری چھوڑ کر استحصال اور لوٹ کھسوٹ کے شکار بنتے رہیں؟

۱۳- اس وقت پوری دنیا میں عملی طور پر دین حق کی دعوت کے راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں چنانچہ حق اور خیر وبھلائی کی دعوت دینے والوں کو مختلف بہانے سے ٹارچر (Torture) کیا جا رہا ہے ان کو تعذیب کا شکار بنایا جا رہا ہے، اور ان کو نام نہاد دہشت گردی (Terrorism) کا الزام دے کر طرح طرح سے ستایا جا رہا ہے اور جیلوں میں ٹھونسا جا رہا ہے، چنانچہ اس صورت حال سے نکلنے کی بس ایک ہی صورت ہے کہ مخلص مسلم حکمراں عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار کر کے عالمی پاور بنیں، لہذا اس قسم کے مہلک ہتھیار زیادہ سے زیادہ تیار

کرناان پر فرض ہے۔

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کے استعمال کا شرعی حکم:

عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تجارت کا حکم جاننے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی شریعت کی روشنی میں اس بات پر غور کیا جائے کہ اس طرح کے ہتھیار کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

چنانچہ اس سوال کا جواب اسلامی شریعت کی روشنی میں یہ ہے کہ اس طرح کے مہلک ہتھیار کا استعمال شرعی ضابطوں کے پائے جانے کی صورت میں مباح ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

الف — قرآن کریم سے:

ا — اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"يسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه، قل قتال فيه كبير، وصد عن سبيل الله، وكفر به والمسجد الحرام، وإخراج أهله منه أكبر عند الله، والفتنة أكبر من القتل، ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم إن استطاعوا"** (۲/البقرہ: ۲۱۷) (وہ تم سے ماہ محترم میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں جنگ بڑی سنگین بات ہے (لیکن) اللہ کے راستہ سے روکنا، اس کا کفر کرنا، مسجد حرام سے روکنا، اور اس کے لوگوں کو اس سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس جنگ سے بھی زیادہ سنگین ہے، اور جبر وظلم کے ذریعہ سے لوگوں کو دین سے پھیرنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، اور یہ لوگ تم سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں، اگر وہ پھیر سکیں)۔

۲ — اللہ تعالی کا فرمان ہے: **"والفتنة أشد من القتل"** (۲/البقرہ: ۱۹۱) (اور فتنہ قتل

سے بھی زیادہ سنگین ہے)۔

چنانچہ ان آیات سے واضح ہے کہ اسلام کی نظر میں "فتنہ" (Persecution) یعنی دین سے پھیرنے کے لیے اذیتیں دینا اور جبر وظلم سے کسی کو اس کے مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرنا، قتل وقتال سے بھی بڑا جرم اور سنگین معاملہ ہے، چنانچہ کفار ومشرکین نے مکہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لیے جو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیں، اور ان پر مظالم کے جو پہاڑ توڑے، قرآن اسے فتنہ اور قتل وقتال سے زیادہ سنگین جرم قرار دیتا ہے، چنانچہ رازی، محمد بن عمر (م ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: **"الفتنة هي ما كانوا يفتنون المسلمين عن دينهم، ۔۔۔۔ وقال: "ومن الناس من يقول آمنا بالله فإذا أوذي في الله جعل فتنة الناس كعذاب الله"** (۲۹/العنکبوت: ۱۵)، **"والمراد أنهم آذوهم وعرضوهم على العذاب"** (رازی، مفاتیح الغیب ۶/۲۹۱، ط: ۳، بیروت، دار الاحیاء، ۱۴۲۰ھ) (فتنہ سے مراد دین سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لیے جبر وظلم کا سہارا لینا ہے ۔۔۔۔ (جیسا کہ) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، لیکن جب اللہ کی راہ میں انہیں دکھ پہنچتا ہے، تو وہ لوگوں کے پہنچائے ہوئے دکھ کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیتے ہیں"، اور اس فتنہ سے مراد وہ اذیت ہے جو دین کی وجہ سے کفار کی طرف سے پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یقینا جن لوگوں نے ایمان لانے والوں اور ایمان لانے والیوں کو دین سے پھیرنے کے لیے اذیتیں پہنچائیں، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی) اور مراد یہ ہے کہ انہوں نے اہل ایمان کو اذیت دی اور ان کو آگ کے حوالہ کیا)۔

اور امام بیضاوی عبد اللہ بن عمر، ناصر الدین (م ۶۸۵ھ) تحریر فرماتے ہیں: **"والفتنة أشد من القتل، أي المحنة التي يفتتن بها الإنسان"** (بیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل ۱/۱۲۸، ط: ۱، بیروت، دار الاحیاء، ۱۴۱۸ھ) (دین سے برگشتہ کرنے کے لیے مصیبت میں مبتلا کرنا قتل سے بھی سنگین جرم ہے)۔

اگرچہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا دشمنوں پر استعمال بڑی سنگین بات ہے،لیکن اللہ کے بندوں اور بندیوں سے فکر ونظر کی آزادی چھین لینا، اوران کو اس بنا پر ظلم وستم کا نشانہ بنانا کہ وہ اللہ پر ایمان کیوں لائے ، یاان پر اس بنا پر ظلم وجبر کرنا کہ وہ مسلمان کیوں ہیں، یاان کو شہری حقوق سے اس لیے محروم کر دینا کہ وہ مومن کیوں ہیں، یا بے قصوروں کو جھوٹا الزام لگا کر اسٹیٹ دہشت گردی (State Terrorism) کا شکار بنانا، یا خیر وبھلائی کی دعوت دینے والوں کو جھوٹا الزام لگا کر تعذیب کی زد میں لانا اور جیلوں میں ٹھونس دینا، یہ ظلم وستم عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال سے بھی زیادہ سنگین ہے، اس لیے اس طرح کے سنگین تر فتنہ کو مٹانے کے لیے مخلص عادل مسلم حکمراں کو مجلس شوری کے مشورہ کے بعد اگر عام تباہی مچانے والے ہتھیار کے استعمال کی نوبت آجائے تو استعمال کی اجازت ہے۔

ب—احادیث مبارکہ سے:

ا—حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے شب خوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی زد میں خواتین اور بچے آجاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی (صحیح البخاری، کتاب الجہادو السیر ، باب أہل الدار یبیتون، فیصاب الولدان والذراری، حدیث نمبر: ۳۰۱۲، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، حدیث نمبر: ۱۷۴۵)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اسلام میں شب خوں مارنے کی اجازت ہے،خواہ اچانک رات کی تاریکی میں حملہ کرنے کی وجہ سے اس کی زد میں بچے اور خواتین آجائیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :"قال أحمد :لا بأس بالبیات، ولا أعلم أحدا کرهه" (ابن حجر، فتح الباری ۶/ ۱۴۶، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ) (شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں، اور مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اسے مکروہ قرار دیا ہو)۔

اور ضمناً خواتین اور بچے کے ہلاک ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں :"قوله :هم

منهم، أی فی الحکم تلک الحالة، ولیس المراد إباحة قتلهم بطریق القصد إلیهم، بل المراد إذا لم یمکن الوصول إلی الآباء إلا بوطء الذریة، فإذا أصیبوا لاختلاطهم بهم، جاز قتلهم" (مرجع سابق ۱۴۷/۶) (نبی کریم ﷺ کا ارشاد" بچے کافر باپ کے درجہ میں ہیں"، یعنی اس حالت میں حکم میں دونوں برابر ہیں، اور یہ مراد نہیں کہ ان کا قصد کر کے ان کو قتل کرنا مباح ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کافر آباء تک بچوں کو روندے بغیر پہنچنا ممکن ہو(تو ایسا کیا جا سکتا ہے) چنانچہ اگر بچے باپوں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ہلاکت کی زد میں آ رہے ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر ظلم وجور کو ختم کرنے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کی ضرورت ناگزیر ہو جائے تو اشرار ومفسدین کے خاتمہ کے لیے ان کا استعمال مباح ہے، خواہ ضمناً غیر محارب افراد بھی اس کی زد میں آجائیں۔

ج- عقلی دلائل :

۱- مذہب کی بنیاد پر جبر وظلم کا بازار گرم کرنا، بے قصوروں کو اسٹیٹ دہشت گردی (state Teroorism) کا نشانہ بنانا، محض شک کی بنیاد پر لوگوں کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرنا، بے قصوروں کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے جیل میں ٹھونسنا، اور نیکی، بھلائی، سماجی مساوات اور عدل وانصاف کے علمبرداروں کو مختلف اصطلاحات وضع کر کے بدنام کرنا، دین حق وفطرت کی شبیہ بگاڑنا، اور بدیوں اور منکرات کو غلط طریقے سے سماج پر تھوپنا، یہ سب چیزیں اس سے زیادہ سنگین ہیں کہ غیر محارب حضرات عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی زد میں آجائیں۔

۲- عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی وجہ سے توازن کی حالت بنی رہے گی، اور اہل باطل کو شر ور فتن پھیلانے میں حد سے تجاوز کرنے سے پہلے بار بار سوچنا پڑے گا، لیکن انجام سے آگاہی کے باوجود اگر وہ حدود کو پھلانگتے ہیں، تو ایسی صورت میں اہل حق کو فتنہ وفساد اور ظلم

وستم کی جڑ کاٹنے کے لیے عام تباہی مچانے والے ہتھیار کے استعمال کا حق ہوگا، بشرطیکہ دیگر متبادل طریقے سے مجرمین اور مفسدین کی شرارت کا خاتمہ ممکن نہ ہو۔

۳– باطل طاقتیں عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی بدولت انسانیت کو تباہی کے بھنور میں دھکیل رہی ہیں، چنانچہ ایسے مفسدین کا قلع قمع کیے بغیر انسانیت کو چین وسکون نصیب نہیں ہوسکتا ہے، لہذا آخری چارہ کار کے طور پر اہل حق کو اس قسم کے مہلک ہتھیار کے استعمال کا حق ہونا چاہئے۔

د– استعمال کے جواز پر فقہاء کے اقوال سے استئناس:

عام طور سے فقہاء اسلام نے دشمن کو زیر کرنے کے لیے ان طریقوں کی بھی اجازت دی ہے، جن کی وجہ سے عمومی تباہی ہوتی ہے اور غیر محارب بھی زد میں آجاتے ہیں، اگرچہ قدیم طریقوں اور جدید عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی سنگینی میں بہت فرق ہے، لیکن دونوں میں قدر مشترک فتنہ وفساد اور ظلم وستم کی جڑ کاٹنا ہے، اور علت میں اس قدر اشتراک قیاس کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔

اب ہم ان فقہی اقتباسات کو پیش کریں گے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمومی تباہی والے اسلحہ کا دوران جنگ استعمال صحیح ہے۔

۱– ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (م۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:"**قال أبوحنيفةؒ لا بأس بقطع شجر المشركين ونخيلهم وتحريق ذلك؛ لأن الله عزوجل قال :"ماقطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله "** (۵۹/الحشر:۵) (ابویوسف، الرد علی سیر الاوزاعی ص:۸۵، ط۱: حیدرآباد، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ) (ابوحنیفہؓ کا قول ہے کہ مشرکین کے عام درخت اور کھجور کے درخت کاٹنے اور ان کے جلانے میں کوئی حرج نہیں؛ اس لیے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے

یا جوسلامت چھوڑ دیے، تو یہ اللہ کے حکم سے ہوا''، اور یہ ظاہر ہے کہ معاشی تباہی کا اثر غیر محارب پر بھی پڑتا ہے۔

اور علامہ کاسانی (م ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں: "ولا بأس بإحراق حصونهم بالنار، وإغراقها بالماء، وتخريبها وهدمها عليهم، ونصب المنجنيق عليها؛ لقوله تبارک وتعالى: "يخربون بيوتهم بأيديهم وأيدی المؤمنين" (۵۹/الحشر: ۲)، ولأن كل ذلک من باب القتال؛ لما فيه من قهر العدو وكبتهم وغيظهم، ولأن حرمة الأموال لحرمة أربابها، ولا حرمة لأنفسهم حتى يقتلون، فكيف لأموالهم؟ ولا بأس برميهم بالنبال، وإن علموا أن فيهم مسلمين من الأسارى والتجار، لما فيه من الضرورة، إذ حصون الكفرة قلما تخلو من مسلم أسير، أو تاجر، فاعتباره يؤدی إلى انسداد باب الجهاد، ولكن يقصدون بذلک الكفرة دون المسلمين؛ لأنه لا ضرورة فی القصد إلى قتل مسلم بغير حق، وكذا إذا تترسوا بأطفال المسلمين، فلا بأس بالرمی إليهم؛ لضرورة إقامة الفرض، لكنهم يقصدون الكفار دون الأطفال" (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب السیر، فصل فی بیان ما یجب علی الغزاۃ الافتتاح بہ حالۃ الوقعۃ ۷/۱۰۰–۱۰۱، ط: ۲، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶ء) (دشمنوں کے قلعوں کو آگ سے جلانے، پانی سے ڈبونے، تباہ و برباد کرنے اور ان پر منہدم کرنے اور ان پر منجنیق چلانے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: "وہ اپنے گھروں کو اجاڑ رہے تھے خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی)، اور اس لیے بھی کہ یہ سب جنگ کا حصہ ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دشمن مغلوب، ذلیل ورسوا اور سخت غیظ وغضب کا شکار ہوتا ہے، اور اس لیے بھی کہ مال کی حرمت مالک کی حرمت کی وجہ سے ہے، اور ان کی ذات کی کوئی حرمت نہیں ہے، یہاں تک کہ قتل کئے جاتے ہیں، سو پھر ان کے اموال کی کیونکر حرمت ہوگی؟ اور ان پر تیر چلانے میں کوئی حرج نہیں خواہ یہ معلوم ہو کہ ان کے اندر مسلمان قیدی اور سوداگر ہیں، اس لیے کہ تیر

اندازی کی ضرورت ہے؛ کیونکہ کفار کے قلعے بہت کم مسلم قیدی یا تاجر سے خالی ہوتے ہیں، لہذا اس کا اعتبار کرنا جہاد کے دروازہ کے بند ہونے کا ذریعہ ہوگا، لیکن مجاہدین اس کے ذریعہ دشمن کفار کا قصد کریں گے نہ کہ مسلمان کا، اس لیے کہ ناحق مسلمان کے قتل کا قصد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور ایسے ہی جب کفار بچاؤ کے لیے مسلم بچوں کو ڈھال بنالیں، تو ان پر تیر چلانے میں کوئی حرج نہیں، فرض جہاد قائم کرنے کی ضرورت کے پیش نظر، البتہ مجاہدین کفار کا قصد کریں گے نہ کہ بچوں کا)۔

البتہ جلانے اور ڈبونے کا جواز اس وقت ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو، چنانچہ علامہ ابن عابدین، محمد امین حنفی (م: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: **"لکن جواز التحريق والتغريق مقيد - كما في شرح السير - بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلک، بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز؛ لأن فيه إهلاک أطفالهم ونسائهم ومن عندهم من المسلمين"** (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب حرق الکفار ۴/۱۲۹، ط۲: بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ — ۱۹۹۲ء، نیز دیکھئے: سرخسی، شرح السیر الکبیر، باب ما یحل للمسلمین أن یفعلوہ بالعدو ۱/۱۵۵۴، مسئلہ نمبر: ۳۰۵۹) (لیکن جلانے اور ڈبونے کا جواز جیسا کہ "شرح السیر الکبیر" نامی کتاب میں ہے — اس صورت میں ہے جبکہ اس کے بغیر مجاہدین دشمنوں پر فتحیابی پر سخت مشقت کے بغیر قادر نہ ہوں، سو اگر اس کے بغیر دشمنوں کو زیر کرنے پر قادر ہوں، تو جلانے اور ڈبونے کا اقدام کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس کے اندر خواتین، بچے اور ان کے یہاں موجود مسلمانوں کو ہلاک کرنا ہے)۔

اس سے پتہ چلا کہ مجرمین اور مفسدین کی شرارت عام تباہی مچانے والے ہتھیار کے استعمال کے بغیر ختم نہ ہو، تو ان کا استعمال مباح ہے، گو ضمناً اس کی زد میں غیر محارب افراد بھی آجائیں۔

۲— مالکیہ نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر دوسرے وسیلہ پر قدرت نہ ہو تو

آگ سے جلانا درست ہے، چنانچہ علیش مالکی محمد بن احمد (م ۱۲۹۹ھ) لکھتے ہیں :
"وقوتلوا بنار ترسل عليهم لتحرقهم إن خيف منهم على المسلمين اتفاقاً، ولم يمكن غيرها أى النار، لتحصنهم بما لا يفيد فيه غيرها، فإن أمكن غيرها، فلا يجوز قتالهم بها عند ابن القاسم وسحنون" (علیش، مالکی، منح الجلیل شرح مختصر خلیل، باب الجہاد ۳/۱۴۸، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۹ھ–۱۹۸۹ء) (اور دشمن سے آگ کے ذریعہ جنگ کی جائے گی، اس طرح کہ وہ ان پر پھینکی جائے تاکہ انہیں جلادے، اگر دشمنوں سے مسلمانوں کو زیر کرنے کا اندیشہ ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے، (بشرطیکہ) آگ کے علاوہ دوسرا ذریعہ ممکن نہ ہو، ان کے ایسی چیز کے ذریعہ بچاؤ کرنے کی وجہ سے جس میں آگ کے علاوہ کوئی دوسری چیز مفید نہ ہو، سو اگر دوسری چیز ممکن ہو تو آگ کے ذریعہ ابن قاسم اور سحنون کے نزدیک ان سے جنگ کرنا جائز نہیں)۔

۳– شافعیہ کے نزدیک بھی دشمن کو زیر کرنے کے لیے تمام وسائل کا استعمال درست ہے، چنانچہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں :"وإذا تحصن العدو فى جبل أو حصن أو خندق أو بحسك، أو بما يتحصن به، فلا بأس أن يرموا بالمجانيق والعرّادات والنيران والعقارب والحيات، وكل ما يكرهونه، وأن يبثقوا عليهم الماء ليغرقوهم، أو يوحلوهم فيه، وسواء كان معهم الأطفال والنساء والرهبان، أو لم يكونوا؛ لأن الدار غير ممنوعة بإسلام ولا عهد، وكذلك لا بأس أن يحرقوا شجرهم المثمر وغير المثمر، ويخربوا عامرهم، وكل ما لا روح فيه من أموالهم، فإن قال قائل :ما الحجة فيما وصفت، وفيهم الولدان والنساء المنهى عن قتلهم؟ قيل : الحجة فيه "أن رسول الله ﷺ نصب على أهل الطائف منجنيقاً أو عرّادة، ونحن نعلم أن فيهم النساء والولدان وأن رسول الله ﷺ قطع أموال بنى النضير وحرّقها" (شافعی، الام، کتاب الحکم فی قتال المشرکین، الخلاف فیمن تؤخذ منه الجزیۃ ۴/۲۵۷، بیروت، دار المعرفہ،

۱۴۱۰ھ—۱۹۹۰ء، اور حدیث کے لیے دیکھیے: صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۳۲۶، ۳۰۲۱، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۸۸۴، ۵۳۵۷، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۷۴۶، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۶۱۵) (اگر دشمن پہاڑ یا قلعہ یا خندق یا کانٹے کے ذریعہ بچاؤ اختیار کرے، یا ایسی چیز سے جس سے حفاظتی تدبیر اختیار کی جاتی ہے، تو کوئی حرج نہیں کہ بڑے چھوٹے منجنیق کے ذریعہ ان پر پتھر پھینکے جائیں، اور ان پر آگ برسائی جائے، اور سانپ اور بچھو ڈالے جائیں، اور ہر وہ چیز ڈالی جائے جو ان کو ناپسند ہو، اور ان پر پانی کا ریلا چھوڑا جائے، تاکہ مجاہدین ان کو ڈبو دیں، یا کیچڑ میں ان کو دھنسا دیں، خواہ ان کے ساتھ بچے، خواتین اور راہب، ہوں یا نہ ہوں، اس لیے کہ دشمن کا ملک اسلام یا عہد کے ذریعہ محفوظ نہیں، اور ایسے ہی کوئی حرج نہیں کہ مجاہدین ان کے پھلدار اور غیر پھلدار درخت جلا دیں، اور ان کی آباد جگہ کو ویران کر دیں، اور ان کے ہر قسم کے بے روح مال کو تباہ کر دیں، سو اگر کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ بیان کردہ احکام کی دلیل کیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ دلیل اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ''رسول کریم ﷺ نے اہل طائف پر بڑا یا چھوٹا منجنیق چلایا، جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے اندر خواتین اور بچے تھے، اور یہ کہ رسول کریم ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت کاٹے اور جلا دیئے)۔

سو امام شافعی نے جنگ کے دوران عمومی تباہی مچانے والے آلات جیسے منجنیق اور دشمن پر آگ برسانے کو مباح قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفسدین کے ظلم و ستم کو ختم کرنے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال درست ہے، نیر سمیت اور زہریلے پن کی علت کی بنا پر سانپ اور بچھو پر حیاتیاتی ہتھیار (Biological Weapons) اور کیمیاوی ہتھیار (Chemical Weapons) کو قیاس کر سکتے ہیں۔

۴—ابن قدامہ مقدسی حنبلی، ابو محمد، موفق الدین، عبد اللہ بن احمد (م ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: ''فأما رميهم قبل أخذهم بالنار، فإن أمكن أخذهم بدونها، لم يجز رميهم بها؛ لأنهم في معنى المقدور عليه، وأما عند العجز عنهم بغيرها فجائز، في قول أكثر أهل

العلم، وبه قال الثوری، والأوزعی، والشافعی ---- وکذلک الحکم فی فتح البثوق علیهم لیغرقهم، إن قدر علیهم بغیره، لم یجز، إذا تضمن ذلک إتلاف النساء والذریة، الذین یحرم إتلافهم قصداً، وإن لم یقدر علیهم إلا به، جاز، کما یجوز البیات المتضمن لذلک، ویجوز نصب المنجنیق علیهم، وظاهر کلام أحمد جوازه مع الحاجة وعدمها" (ابن قدامہ، المغنی کتاب الجہاد، مسأٔلة: لا یجوز تحریق العدو بالنار فی الحرب ۹/ ۲۸۷، مسئلہ نمبر ۷۵۷۳ – ۷۵۷۴، قاہرہ، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ – ۱۹۶۸ء) (سورہا گرفتار کرنے سے پہلے دشمنوں پر آگ برسانا، تو اگر اس کے بغیر ان کو گرفتار کرنا ممکن ہو، تو ان پر آگ برسانا جائز نہیں، اس لیے کہ ایسی حالت میں وہ قابو یافتہ کے مفہوم میں ہیں، اور بہرحال اس کے بغیر ان کے قابو میں نہ آنے کی صورت میں، سو ان پر آگ برسانا اکثر اہل علم کے قول میں جائز ہے، اور یہی سفیان ثوری، اوزاعی اور شافعی کا قول ہے ----، اور ایسا ہی حکم ان کو ڈبونے کے لیے ان پر پانی کا ریلا کھولنے کا ہے، اگر اس کے علاوہ دوسرے وسیلہ کے ذریعہ ان کو قابو میں کرنے کی قدرت ہو، تو جائز نہیں، جبکہ وہ خواتین اور بچے کی ہلاکت کو شامل ہو، جن کو قصداً ہلاک کرنا حرام ہے، اور اگر اس کے بغیر ان کو قابو میں کرنے پر قدرت نہ ہو، تو ایسا کرنا جائز ہے، جس طرح عمومی تباہی کو شامل شب خون مارنا جائز ہے، اور ان پر منجنیق لگانا جائز ہے، اور امام احمد کے کلام سے بہ ظاہر اس کا جواز ضرورت اور عدم ضرورت دونوں صورتوں میں معلوم ہوتا ہے)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ضرورتاً حنابلہ کے نزدیک دشمن پر آگ برسانا اور ڈیم (Dam) اور ٹینک (Tank) توڑ دینا تاکہ وہ ڈوب کر مر جائیں، جائز ہے، گو ضمناً غیر محارب اس کی زد میں آجائیں، اس پر قیاس کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of mass destruction: WMD) کا استعمال اشرار اور مفسدین پر درست ہے، جبکہ دوسرا وسیلہ کارگر نہ ہو، خواہ ضمناً اس کی زد میں غیر محارب افراد آجائیں۔

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کے سلسلہ میں شرعی ضابطے:

عام تباہی مچانے والے اسلحہ (WMD کے استعمال کے سلسلہ میں شرعی ضابطے درج ذیل ہیں:

۱- سربراہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ استعمال کا فیصلہ ارباب حل وعقد اور اصحاب فکر ونظر اور اجتہاد وبصیرت کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد کریں، کیونکہ ہر امر مہم میں مجلس شوری کے ساتھ مشورہ کرنا خلیفۃ المسلمین پر واجب ہے، اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کا معاملہ بھی انتہائی سنگین معاملہ ہے چنانچہ امام وقت پر مشورہ کرنا فرض ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وشاورهم في الأمر، فإذا عزمت فتوكل على الله، إن الله يحب المتوكلين**" (۳/آل عمران: ۱۵۹) (اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہو، سو جب تم فیصلہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک اللہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)، اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "**وأمرهم شورى بينهم**" (۴۲/الشوری: ۳۸) (اور ان کا نظام شوری پر ہے)۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا دائمی ربط وحی الہی سے تھا، پھر بھی سیاسی وانتظامی معاملات میں آپ ﷺ اپنے صحابہ سے بہ کثرت مشورہ کرتے رہتے تھے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "**ما رأيت أحدا قط كان أكثر مشورة لأصحابه من رسول الله** ﷺ" (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۸۹۲۸، الجامع لابن وہب حدیث نمبر: ۲۸۸، وسنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۷۱۴، اور اسے زہری نے بہ طور انقطاع نقل فرمایا ہے) (سرکار دوعالم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنے اصحاب سے زیادہ مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا)۔ سو نبی کریم ﷺ کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ اسلام کے سیاسی وجماعتی نظام کی بنیاد شورائیت پر ہے نہ کہ خود سری، خود رائی، شخصی ضد، انانیت، ہٹ دھرمی، خاندانی ونسلی برتری اور نسبی غرور وگھمنڈ پر، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شورائی نظام کو اپنایا، چنانچہ امام رازی محمد بن عمر (م: ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: "**كان إذا وقعت بينهم واقعة اجتمعوا**

وتشاوروا، فأثنى الله عليهم، أی لا ينفردون برأی، بل ما لم يجتمعوا عليه لا يقدمون عليه، وعن الحسن :ما تشاور قوم إلا هدوا لأرشد أمرهم " (رازی، التفسیر الکبیر ۲۷/ ۶۰۳-۶۰۴، ط: ۳، بیروت، دار الاحیاء، اور حسن بصری کے قول کے لیے دیکھیے : "الادب لابن ابی شیبہ حدیث نمبر: ۴۶، ط: ۱، بیروت، دار البشائر ۱۴۲۰ھ) (صحابہ کرام کے درمیان جب کوئی معاملہ پیش آتا، تو وہ اکٹھے ہو کر مشورہ کرتے، اسی لیے اللہ تعالی نے ان کی تعریف کی ہے، یعنی وہ خود رائی کے شکار نہیں ہوتے ہیں، بلکہ کسی معاملہ پر اتفاق کے بغیر اقدام نہیں کرتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ کوئی قوم باہم مشورہ نہیں کرتی ہے مگر وہ اپنے صحیح تر معاملہ کی ہدایت پا جاتی ہے)۔

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا :"من بايع رجلاً عن غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو " (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۶۸۳۰) (جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی شخص سے بیعت کرے، تو اس سے اتفاق نہ کیا جائے)۔

اور جب اسلامی سیاسی نظام کی بنیاد شورائیت پر ہے تو سربراہ حکومت پر لازم ہے کہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction) کا استعمال مجلس شوری سے مشورہ کے بعد کرے۔

۲- عام تباہی مچانے والے ہتھیار (WMD) کا استعمال اسی وقت مباح ہے جبکہ دشمن کو اس کے بغیر زیر کرنا ناممکن ہو، چنانچہ امام سرخسی محمد بن احمد (م: ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں :

"والأولى لهم أی المسلمين- إذا كانوا يتمكنون من الظفر بهم بوجه آخر، لا يقدموا على التغريق والتحريق؛ لأن في ذلك إتلاف من فيها من المسلمين، إن كانوا، وإن لم يكونوا، ففي ذلك إتلاف أطفالهم ونسائهم، وذلك حرام شرعاً، فلا يجوز المصير إليه إلا عند تحقق الضرورة " (سرخسی، شرح السیر الکبیر، باب ما یحل للمسلمین أن یفعلوہ بالعدو ۱/ ۱۵۵۴، مسئلہ نمبر: ۳۰۵۹، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات ۱۹۷۱ء) (اور مسلمانوں کے لیے مناسب ہے

کہ اگر دوسرے طریقہ سے دشمنوں پر فتحیابی پر قادر ہوں، تو ڈبونے اور جلانے پر اقدام نہ کریں، اس لیے کہ اس میں وہاں موجود مسلمانوں کو ہلاک کرنا ہے، اگر وہ وہاں ہوں، اور اگر وہ موجود نہ ہوں، تو اس اقدام میں خواتین اور بچوں کو تباہ کرنا ہے، اور یہ ہم پر شرعی اعتبار سے حرام ہے، لہذا ضرورت ہونے کی صورت میں ہی اس کی طرف رجوع کرنا جائز ہے)۔

۳- عام تباہی مچانے والے ہتھیار (Weapons of Mass Destruction) کا استعمال بقدر ضرورت ہی ہو، اس لیے کہ فقہی قاعدہ ہے: **"الضرورة تقدر بقدرها"** (شرنبلالی، حسن بن عمار حنفی (م ۱۰۶۹ھ) مراقی الفلاح ص ۶۰، ط: ۱، المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۵ء، ہیثمی احمد بن محمد شافعی، تحفۃ المحتاج ۱/۱۱۸، مصر، المکتبۃ التجاریۃ ۱۳۵۷ھ) (ضرورت کی تحدید بقدر ضرورت کی جاتی ہے)۔

لہذا ضرورت سے زیادہ استعمال درست نہیں ہے۔

۴- استعمال سے حاصل ہونے والے مصالح مفاسد سے بڑھ کر ہوں، اس لیے کہ فقہی اصول ہے: **"درء المفاسد أولى من جلب المصالح"** (سبکی، الاشباہ والنظائر ۱/۱۰۵، ط: ۱، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱ء، سیوطی، الاشباہ ص ۸۷، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء، ابن نجیم حنفی، الاشباہ ص ۷۸، ط: ۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء) (مفاسد کا ازالہ مصالح کی تحصیل سے بہتر ہے)۔

اور سلطان العلماء عز بن عبد السلام (م ۶۶۰ھ) لکھتے ہیں: **"وكذلك إذا تعارضت المفسدة والمصلحة"** (عز الدین عبد العزیز "قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۱/۶۰، قاعدۃ فی الموازنۃ بین المصالح والمفاسد، قاہرہ، الازہریہ، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۱ء) (ایسے) ہی جب مفسدہ اور مصلحت میں تعارض ہو تو دونوں میں سے راجح کو مقدم رکھا جائے گا)۔

لہذا عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction: WMD) کے استعمال سے مصلحت کے مقابلہ میں فساد اور مسلمانوں پر ضرر زیادہ مرتب ہو، تو اس قسم کے ہتھیار کا استعمال درست نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: **"لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذاباً أليماً"** (۴۸/الفتح: ۲۵) (اور اگر وہ لوگ الگ ہوگئے ہوتے تو ہم

ان میں سے کفار کو دردناک عذاب دیتے)۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ حتی الامکان مسلمانوں کو بچانے کی کوشش ہونی چاہیے، لیکن مجبوری کی حالت میں اسلام اور ملت کے مجموعی مفاد مقدم ہوں گے، خواہ اس سے مسلمانوں کی کسی جماعت کو کوئی گزند ہی پہنچ جائے۔

۵- اگر ساری دنیا کے ممالک مل کر معاہدہ کریں کہ وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال ایک دوسرے کے خلاف نہیں کریں گے، جیسا کہ ۱۹۲۵ء میں کیمیاوی ہتھیار (Chemical Weapons) کو ممنوع قرار دیا گیا، اور ۱۹۶۸ء میں ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کی ممانعت کا معاہدہ (Treaty on the Non-Proliferation of Nuclear Weapons: NPT) جسے مختصر شکل میں (Nuclear Non-Proliferation Treaty) کہتے ہیں، تو مسلمان ایسے معاہدہ میں اس وقت شامل ہو سکتے ہیں جب کہ امریکہ سمیت تمام ممالک اس کی پابندی کریں اور تمام ممالک اپنے ایٹمی ذخائر کو تباہ کردیں، اور اگر صرف کمزور ممالک کو مضبوط ہونے کی کوشش سے اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ بنانے سے روکنے کا معاہدہ ہوتا کہ چند ممالک دنیا کی قسمت سے کھیلتے رہیں، تو ایسے کسی معاہدہ میں مسلمانوں کا شریک ہونا حرام ہے؛ کیونکہ یہ اس قوت کی تیاری کے خلاف ہے، جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: **"وأعدوا لهم ما استعطتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوا الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم"** (۸/الانفال: ۶۰) (اور ان کے لیے جس حد تک کر سکو قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، جس سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر تمہاری ہیبت قائم رہے، اور ان موجودہ دشمنوں کے علاوہ کچھ دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے)۔

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ اہل شر ممانعت کے معاہدہ کے باوجود کیمیکل ہتھیار (Chemical Weapons) اور حیاتیاتی ہتھیار (Biological Weapons) کا استعمال کر رہے ہیں، جیسا کہ ڈکٹیٹر بشار الاسد بے قصور حریت پسندوں کے خلاف اس قسم کے

ہتھیار استعمال کررہا ہے، اور ساری انسانیت کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، جس کی بنا پر اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ ایٹمی ہتھیار کے عدم استعمال کا کوئی بین الاقوامی معاہدہ نہیں ہے۔ لہذا جب تک امریکہ اور اسرائیل اپنے ایٹمی ذخائر اور دیگر عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction) کو ختم نہیں کرتے ہیں، اس وقت تک اس قسم کے ہتھیار بنانے سے رکنے کے کسی معاہدہ میں شریک ہونا مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری اور استعمال پر اشکالات کے جوابات:

بعض نام نہاد مفکرین اور علماء عام تباہی مچانے والے اسلحہ (WMD) کی تیاری اور استعمال پر کمزور قسم کے اشکالات پیش کرتے ہیں، ذیل کے سطور میں ہم ان کا جواب دیں گے:

۱ – عام تباہی مچانے والے اسلحہ چونکہ محارب اور غیر محارب میں تمیز نہیں کرتے ہیں، نہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، اور معذوروں کو مستثنیٰ رکھتے ہیں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر جن کے تباہ کن اثرات موجودہ نسل کے بعد بھی کئی نسلوں تک اور جس علاقہ میں ان کو استعمال کیا جائے اس سے دور دور تک کے علاقوں میں پھیل جاتے ہیں، لہذا ایسے ہتھیاروں کا استعمال "**فساد فی الأرض**" میں داخل ہے؛ اور فساد فی الارض کو دور کرنا مقاصد شریعت میں سے ہے، چنانچہ نیوکلیائی (Nuclear)، کیمیاوی (Chemical) اور حیاتیاتی (Biological) اسلحوں کے بنانے، ان کی خرید وفروخت نیز ان کا استعمال شریعت کی روشنی میں غیر مشروط طور پر حرام قرار پایا جانا چاہئے، کیونکہ کوئی ایسی صورت متصور نہیں جس میں "**فساد فی الأرض**" جائز ہو۔

جواب:

"**فساد فی الارض**" کا مطلب ہے کہ محض ظلم وجبر، استحصال، لوٹ کھسوٹ

(Plunder)اور استکبار (Arrogance) کی خاطر لوگوں کو ہلاک و برباد کیا جائے، کھیتی اور نسل کو تباہ کیا جائے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "**وإذا تولى سعى فى الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد**" (۲/البقرہ: ۲۰۵) (اور جب وہ تمہارے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ اس لیے ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائیں اور کھیتی اور نسل کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا)۔

چنانچہ خازن علاء الدین علی بن محمد (م ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں: "**يعنى بالظلم والعدوان كما يفعله ولاة السوء والظلمة**" (خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل ۱/۱۳۷، ط ۱:، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۵ھ) (یعنی ظلم وزیادتی کے ذریعہ زمین میں فساد مچاتے ہیں، جس طرح ظالم لوگ اور برے حکمراں ہوتے ہیں)۔

اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: "**تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الأرض ولا فسادا، والعاقبة للمتقين**" (۲۸/القصص: ۸۳) (یہ آخرت کا گھر ہم انہیں لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں غرور اور فساد کے چاہنے والے نہیں ہیں، اور انجام کار کی کامیابی اللہ ترسوں ہی کے لیے ہے) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "**إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الأرض فساداً أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض، ذلك لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الآخرة عذاب عظيم**" (۵/المائدہ: ۳۳) (ان لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں، بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا ملک سے باہر نکال دیئے جائیں، یہ ان کے لیے اس دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے سخت عذاب ہے)۔

اور اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: "**كلما أوقدوا ناراً للحرب أطفأها الله**

ويسعون في الأرض فساداً، والله لا يحب المفسدين "(۵/المائدہ: ٦٤) (جب جب یہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکائیں گے اللہ اس کو بجھا دے گا، یہ زمین میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں اور اللہ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

چنانچہ اسلام کی نظر میں نظام حق وعدل کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرنا اور اللہ واحد کے مقابل میں سر اٹھانا اور اس کے قائم کردہ حدود میں مداخلت (Interference) کرنا اور انسانیت اور انسانی اخلاق اپنانے کی بجائے درندگی میں مبتلا ہوجانا "اصل فساد" ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے منافقین اور یہود کو "مفسدين في الأرض "قرار دیا ہے، جو ہمیشہ اس نظام حق کو بگاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جسے لے کر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے، ارشاد ہے :"وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون "(۲/البقرہ: ۱۱) (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پیدا کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہی ہیں، اور یہود کے بارے میں ارشاد ہے : "ويسعون في الأرض فساداً، والله لا يحب المفسدين "(۵/المائدہ: ٦٤) (یہ زمین میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں، اور اللہ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)، اور ناحق استکبار (Arrogance) کرنے والے اور حدود بندگی سے تجاوز کرکے اللہ تعالی کے حدود وحقوق میں مداخلت کرنے والے فرعون کے بارے میں ارشاد ہے :"إن فرعون علا في الأرض وجعل أهلها شيعاًيستضعف طائفة منهم يذبح أبنائهم ويستحيي نسائهم إنه كان من المفسدين "(۲۸/القصص: ۴) (بے شک فرعون سرزمین مصر میں بہت سرکش ہوگیا تھا، اور اس نے اس کے باشندوں کو مختلف طبقوں میں تقسیم کررکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو اس نے دبا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا، اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا، بے شک وہ زمین میں فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا)۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اشرار ومفسدین کی سرکوبی مطلوب ہے، اور یہ جگ ظاہر

ہے کہ یہ مفسدین عام تباہی مچانے والے اسلحہ (WMD: Weapons of Mass Destruction) پر قابض ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی فساد انگیزیوں میں مبتلا ہیں، مختلف اصطلاحات وضع کر کے اہل حق وخیر کو بدنام کرتے ہیں خود دہشت گردی (Terrorism) کرتے ہیں اور نیک وصالح افراد کو دہشت گرد (Terrorist) قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انسانیت کو ان کی فساد انگیزیوں سے نجات ملنے کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے کہ اہل حق وخیر عام تباہی مچانے والے ہتھیار (Weapons of Mass Destruction) کے مالک بنیں، تا کہ اشرار کو انسانیت کے خلاف جرائم، سازشیں اور ریشہ دوانیوں کی جرأت نہ ہو، اور دنیا میں شر وفساد کی جگہ خیر وبھلائی اور عدل وحق کا قیام ہو، لہذا مجرمین اور مفسدین کے ظلم وستم سے دنیا کو نجات دینے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری اور ضرورت پڑنے پر ان کا استعمال ''فساد'' نہیں بلکہ عین اصلاح ہے۔

۲- ملک کے باشندوں کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنے کی جگہ اپنے سارے وسائل اپنی ایٹمی صلاحیت کو بحال رکھنے اور اس میں اضافہ کرنے میں صرف کرنا اور عام تباہی مچانے والے ہتھیاروں (Weapons of Mass Destruction: WMD) کے بنانے، محفوظ رکھنے اور ان کے استعمال کے لیے خود کو ہر آن مستعدر رکھنے پر کثیر مادی وسائل کے علاوہ، ملک کی بہترین افرادی طاقت، اعلی ترین علمی صلاحیتیں اور سب سے زیادہ وفادار، قابل بھروسہ اسٹاف کی خدمات لگا دینا کیا ناسمجھی نہیں ہے؟

جواب:

آزادی کے ساتھ سوکھی روٹی اور جھونپڑی بھی اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے، اور غلامی کے ساتھ انواع واقسام کے اعلی ترین کھانے اور محلات کی بھی کوئی قیمت نہیں، چنانچہ دنیا بھر میں چند ممالک کا ایٹمی پاور بن کر باقی ممالک کی قسمت کے ساتھ کھلواڑ کرنا اور ان کا مسلسل

استحصال کرنا، یہ اس بات سے زیادہ سنگین ہے کہ عام لوگوں کو روٹی، کپڑا اور مکان بھی بہ مشکل میسر ہو، اور کثیر مادی وسائل عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بنانے اور محفوظ رکھنے پر صرف کرنا پڑے۔

۳- جہاد کی حالت میں بھی اللہ تعالی احسان کا حکم فرماتا ہے، ارشاد ہے :
"**وأحسنوا إن الله يحب المحسنين**" (۲/البقرہ: ۱۹۵) (اور احسان کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

چنانچہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ (WMD) کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرنا بے دردانہ اور احسان کے خلاف ہے۔

جواب:

عام حالات میں بے دردانہ قتل کی ممانعت ہے، البتہ اشرار ومفسدین کی شرارت اور ظلم وستم سے انسانیت کی نجات کی کوئی راہ اس کے سوا نہ ہو کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار کا ان کے خلاف استعمال کیا جائے، تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴- حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"**إن الله كتب الإحسان على كل شئی، فإذا قتلتم فأحسنو القتل، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته، فليرح ذبيحته**" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۵۵، سنن نسائی ۴۴۰۵، سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۸۱۵، سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۴۰۹، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۳۱۷۰) (اللہ تعالی نے ہر چیز کے سلسلہ میں خوبی سے کرنے کو فرض قرار دیا ہے، لہذا جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب ذبح کرو، تو بہتر طور سے ذبح کرو، اور تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ چھری تیز کرلے اور جانور کو آرام پہنچائے)۔

چنانچہ جب جانور کو بھی بہتر طریقہ سے ذبح کرنے کا حکم ہے، تو پھر انسان کو عام تباہی

مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) سے قتل کرنے کا جواز (Justification) کیونکر ہوگا؟

جواب:

بہتر طریقہ سے قتل کرنا اس وقت ہے، جبکہ دشمن لاچار ومجبور ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ میں محبوس ہوجائے، جیسا کہ ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: "أما العدو إذا قدر عليه، فلا يجوز تحريقه بالنار بغير خلاف نعلمه۔۔۔ وقد روى حمزة الأسلمي أن رسول الله ﷺ أمّره على سرية، قال: فخرجت فيها، فقال: "إن أخذتم فلاناً، فأحرقوه بالنار" فوليت فناداني، فرجعت، فقال: "إن أخذتم فلاناً، فاقتلوه، ولا تحرقوه، فإنه لا يعذب بالنار إلا رب النار" (ابن قدامہ، المغنی، کتاب الجہاد، مسئلۃ لا یجوز تحریق العدو ۹/۲۸۶—۲۸۷، مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۸ھ، اور حدیث کے لیے دیکھئے: سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۶۷۳، مسند احمد ۱۶۰۳۴، اور بخاری نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے، دیکھئے: حدیث نمبر: ۳۰۱۶) (بہرحال جب دشمن پر قابو مل جائے، تو اسے آگ سے جلانا جائز نہیں، اس میں ہمیں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔۔۔، اور حضرت حمزہ اسلمی نے رسول کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ایک دستہ کا امیر بنایا، چنانچہ میں اس میں نکلا، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر فلاں کو پاؤ تو اسے آگ سے جلادو" پھر جب میں لوٹا تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دی سو میں واپس ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر فلاں کو گرفتار کرو تو اسے قتل کردو اور اسے مت جلاؤ، کیونکہ آگ سے آگ کا رب ہی عذاب دے گا)۔

البتہ مجرمین اور مفسدین کی فتنہ سامانیوں کی زمین آماجگاہ بن جائے، اور نسل انسانی شیطان کے ایجنٹوں (Agents) کے ذریعہ تباہ ہونے لگے، اور لوگوں سے عملاً آزادئ فکر ونظر چھینی جانے لگے، اور دعوت خیر کو دہشت گردی (Terrorism) سے تعبیر کیا جانے لگے، اور

امت اسلامیہ مفسدین کے شر سے انسانیت کو نجات دینے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destructio: WMD) کے استعمال پر مجبور ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵- دشمنوں کا مثلہ بنانے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**أعف الناس قتلة أهل الإيمان**" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۶۶۶، مسند ابی یعلی حدیث نمبر: ۴۹۷۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۳۷۲۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (قتل کرنے کے طریقہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ مومن ہیں) اور حضرت عبد اللہ بن یزید انصاری روایت کرتے ہیں کہ "**نهى رسول الله ﷺ عن النهبة والمثلة**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۴۷۴، ۵۵۱۶) (رسول کریم ﷺ نے لوٹ کھسوٹ اور مردہ کا کان ناک اور آنکھ نکالنے سے منع فرمایا)۔

اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ (WMD) کا استعمال مقتولین کا مثلہ بنانے کا ذریعہ ہے، کیونکہ اس قسم کے ہتھیار سے ان کے پرخچے اڑ جاتے ہیں، صورت بگڑ جاتی ہے اور ناک، کان، اور آنکھ وغیرہ دیگر اعضاء کٹ کر علاحدہ ہو جاتے ہیں۔

جواب:

مثلہ بنانے کی ممانعت حالت اختیار میں ہے، لیکن مفسدین کے ظلم وستم سے انسانیت کو نجات دینے کے لیے خلیفۂ وقت اگر عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کے استعمال پر مجبور ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ مفسدین کی شرارت کی سنگینی عمومی تباہی والے اسلحہ سے بڑھ کر ہے۔

۶- نبی کریم ﷺ نے بچوں اور خواتین کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "**نهى رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبيان**"

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد حدیث نمبر: ۳۰۱۵، صحیح مسلم، کتاب الجہاد حدیث نمبر: ۱۷۴۴) (رسول کریم ﷺ نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا)۔

اور عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال بے قصور غیر محارب افراد کی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔

جواب:

غیر محارب افراد کا قتل مقصود نہیں، بلکہ اصل مقصود مفسدین کے فتنہ وفساد کا خاتمہ ہے، اور ان کے شر سے انسانیت کو نجات دلانا ہے، گو اس اقدام کے ضمن میں غیر محارب افراد نشانہ بن جائیں، چنانچہ ابن عابدین (م ۱۲۵۲ھ) رقمطراز ہیں: **"قد يثبت تبعاً ما لا يثبت قصداً"** (ابن عابدین، ردالمحتار، کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ ۴/۱۵۶، ط: ۲، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء، نیز دیکھئے: جوینی، امام الحرمین، عبد الملک شافعی (م ۴۷۸ھ) "نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب" ۸/۲۷۲، ط: ۱، دار المنہاج ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء) (ضمناً وہ چیز ثابت ہو جاتی ہے جو اصالتاً اور بہ حیثیت مقصود ثابت نہیں ہوتی ہے) حتی کہ قتل مسلم سنگین جرم ہے، لیکن دشمن ان کو بھی ڈھال بنالیں، تو ان کی نیت قتل کے بغیر دشمن پر ہتھیار چلانا درست ہے، جیسا کہ منبجی، جمال الدین ابو محمد علی انصاری خزرجی حنفی (م ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں: **"وإن كان فيه مفسدة لكنها خاصة، فيجوز ارتكابها لمصلحة عامة، كما إذا تترس الكفار بصبيان المسلمين وذراريهم، فإنا لا نكف بسبب ذلک عن قتالهم"** (منبجی حنفی، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ۱/۷۸، ط: ۲، بیروت، دار القلم، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء) (اگرچہ اس کے اندر مفسدہ ہے لیکن وہ خاص ہے لہذا عمومی مصلحت کے پیش نظر اس کا ارتکاب جائز ہے، جیسے اگر کفار مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنالیں، تو ہم اس کی وجہ سے ان سے جنگ کرنے سے باز نہیں رہیں گے)۔

اورعلامہ سرخسی (م ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:"**لو تترس المشركون بأطفال المسلمين، فعلى من يرميهم أن يقصد المشركين، وإن كان يعلم أنه يصيب المسلم**" (سرخسی، المبسوط، کتاب الاستحسان، النظر إلى الاجنبيات ۱۰/ ۱۵۴، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ – ۱۹۹۳ء) (اگر مشرکین مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنالیں، تو ان پر تیر چلانے والے پر لازم ہے کہ مشرکین کا قصد کرے، اگرچہ اسے معلوم ہو کہ وہ مسلمان کو لگے گا)۔

۷– حدیث شریف میں آگ استعمال کر کے قتل کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"**إن النار لا يعذب بها إلا الله**" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۵۴، ۳۰۱۶) (بے شک آگ سے اللہ ہی عذاب دے گا)۔

اور بلاشبہ عام تباہی مچانے والے بعض ہتھیار سنگین طریقے پر جلا کر ہلاک کرتے ہیں اور بعض دیگر ہتھیار آگ سے زیادہ تکلیف دہ طریقہ سے ہلاک کرتے ہیں، لہذا جب جلا کر مارنے کی ممانعت ہے، تو اس قسم کے اسلحہ کا استعمال بھی ممنوع ہوگا۔

جواب:

عام حالات میں کسی کو جلا کر مارنا سنگین جرم ہے، لیکن مفسدین کی شرارت کو روکنے کا کوئی راستہ نہ ہو، اور انسانیت کی نجات کی کوئی راہ اس کے سوا نہ ہو کہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کا استعمال کیا جائے، تو اس قسم کے ہتھیار کا استعمال جس سے آدمی جل جاتا ہو یا مفلوج ہو جاتا ہو، ممنوع نہیں ہے۔

۸– عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری کا برا اثر ماحول اور انسان پر پڑتا ہے، ان کی دیکھ ریکھ میں اتفاقی فروگزاشت اور اس کے نتیجہ میں حادثوں کا بھی امکان ہے، نیز اس کے مادہ کے لیک ہونے (Leak) سے زبردست قسم کے وبائی امراض کے پھیلنے کا خطرہ ہے، چنانچہ سوویت یونین (Soviet Union) کی حکومت کے زمانہ میں ۲۶/ اپریل

۱۹۸۶ء میں ''اوکرانیہ'' کے شہر ''چرنوبل'' (Tchernobyl) کے ایٹمی مرکز میں ہونے والا ایٹمی حادثہ زبردست تباہی کا سبب بنا، اور انسان اور ماحول پر جس کے زبردست اثرات اب تک پڑ رہے ہیں، لہذا ان مفاسد کے پیش نظر ان اسلحہ جات کو بنانا، ان کی خرید وفروخت اور ان کا استعمال ممنوع ہے؛ کیونکہ فقہی قاعدہ ہے: ''**درء المفاسد أولی من جلب المصالح**'' (ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص ۷۸: ، سیوطی الاشباہ ص ۸۷:) (مصالح کی تحصیل سے راجح مفاسد کا ازالہ ہے)۔

جواب:

مفاسد، مصالح سے بڑھ کر ہوں تو مفسدہ کا ازالہ مصلحت کی تحصیل پر مقدم ہے، لیکن اگر مصالح، مفاسد سے بڑھ کر ہوں تو مصالح کی تحصیل مفاسد کے ازالہ پر مقدم ہے، چنانچہ عزبن عبد السلام (م ۶۶۰ھ) لکھتے ہیں: ''**درء المفاسد الراجحة علی المصالح المرجوحة محمود حسن**'' (عز، قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۱/ ۵، قاہرہ، الازہریہ، ۱۴۱۴ھ—۱۹۹۱ء) (مرجوح مصالح کی تحصیل پر راجح مفاسد کا ازالہ عمدہ اور بہتر ہے)۔

ایسے ہی اگر مصالح کی تحصیل اور مفاسد کا ازالہ دونوں ممکن ہوں، تو دونوں کو اختیار کیا جائے گا، اور یہ امر مخفی نہیں کہ شیطان کے ایجنٹوں (Agents) کی فتنہ سامانیوں سے بنی نوع انسان کی نجات، عام تباہی مچانے وال اسلحہ کے خطرات پر مقدم ہے۔

۹— اسلام دین رحمت ہے، اور نبی اسلام ﷺ عالم کے لیے رحمت بن کر مبعوث ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ''**وما أرسلناک إلا رحمة للعالمین**'' (۲۱/الانبیاء: ۱۰۷) (اور ہم نے تو آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) سو عام تباہی مچانے والے اسلحہ جو محارب اور غیر محارب میں تمیز نہیں کرتے، ان کے استعمال کا جواز (Justification) کیونکر ہوسکتا ہے؟

جواب:

جب دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے انسانیت تباہی کے دہانہ پر پہنچی ہوئی ہے، اور اللہ کی بنائی ہوئی زمین شیطنت کی آماجگاہ بن چکی ہے، اور مسلمان محض اللہ تعالی کا نام لینے کی وجہ سے گاجر مولی کی طرح کترے جارہے ہیں، ان کے ممالک ویرانے میں تبدیل ہورہے ہیں، ان کے بچے اور خواتین کو موت کی نیند سلایا جارہا ہے، سو ایسے نازک وقت میں جبکہ انسانیت سنگین خطرات سے دوچار ہو، اور دشمنان انسانیت آگ وخون کی ہولی کھیل رہے ہوں، توان کی سرکوبی کے لیے ان پر آگ خون برسانا عین انصاف ہے، جس کے مامور مسلمان ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: "**فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم، واتقوا الله واعلموا أن الله مع المتقین**" (۲/البقرہ: ۱۹۴) (سو جو تم پر دست درازی کرے، توتم بھی اسی طرح کا معاملہ اس کے ساتھ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے)۔

۱۰- مذہب اسلام صلاح، اصلاح اور نفع بخشی والا دین ہے، سو وہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کو کیونکر جائز قرار دے سکتا ہے؟

جواب:

اس میں شک نہیں ہے کہ اسلام انسانیت کو نفع پہنچانے کے لیے آیا ہے، لیکن جب اللہ تعالی کی سرزمین اشرار ومفسدین کے کرتوتوں کی وجہ سے قابل نفرت بن جائے، اور انسانیت کی نجات اس کے سوا کسی راہ میں نہ ہو کہ درندہ صفت سنگ دل دشمنان انسانیت کی اصلاح کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال ہو، تو مجبوراً ان کا استعمال درست ہوگا۔

۱۱- اسلام میں محارب کے ساتھ حیوانات، نباتات، جمادات، اور غیر محارب افراد کو تباہ کرنے کی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے؟ جبکہ رسول کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کے

پاس قاصد بھیج کر ان سے فرمایا :"**لا یقتلن امرأۃ و لا عسیفاً**" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۶۶۹، اور اس کی سند صحیح ہے) کہ وہ خاتون اور مزدور کو قتل نہ کریں)۔

اور حضرت شریدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :"**من قتل عصفوا أعبثاً، عجّ إلی اللہ عز و جل یوم القیامۃ منہ، یقول :یا رب إن فلاناً قتلنی عبثاً، و لم یقتلنی لمنفعۃ**" (سنن نسائی حدیث نمبر: ۴۴۴۶، صحیح ابن حبان حدیث نمبر: ۵۸۹۴، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۹۴۷۹، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو بے فائدہ کسی گوریے کو قتل کرے گا تو وہ اس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی کہ اے رب فلاں نے مجھے بے فائدہ قتل کیا اور نفع کے لیے قتل نہیں کیا) تو جب ایک چھوٹی سی چڑیا کا یہ حکم، تو پھر ڈھیر سارے حیوانات، نباتات اور جمادات کو تباہ کرنا کیونکر درست ہوگا؟

جواب:

دشمنان اسلام کی شرارت دفع کرنے کے لیے ان کی ہلاکت ضمنا اور تبعا ہے نہ کہ اصالتاً، لہذا جنگی ضرورت کے پیش نظر عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال مجبوری کی حالت میں درست ہے، چنانچہ فقہی قاعدہ ہے :"**قد یثبت من الحکم تبعاً ما لا یثبت مقصوداً**" (مرغینانی، الہدایہ، کتاب الوقف ۳/ ۱۷، بیروت، دار الاحیاء) (کبھی تبعا وہ حکم ثابت ہوتا ہے جو بہ طور مقصود نہیں ثابت ہوتا ہے)۔

اور نسفی، عبد اللہ بن احمد، ابو البرکات، حافظ الدین (م ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں :

"**و حرقھم و غرقھم و قطع أشجارھم و إفساد زروعھم و رمیھم، و إن تترسوا ببعضنا و نقصدھم**" (کنز الدقائق مع تبیین الحقائق، کتاب السیر، مبحث غرق الاعداء ۳/ ۲۴۲، ط ا: ، قاہرہ، امیریہ ۱۳۱۳ھ) (اور ان دشمنوں سے جنگ لڑیں گے ان کو جلا کر، ڈبو کر، ان کے درخت کاٹ کر، اور ان کی کھیتیوں کو برباد کر کے اور ان پر تیر چلا کر خواہ ہم میں سے بعض کو ڈھال بنالیں، البتہ ہم

مشرکین کا قصد کریں گے نہ کہ مسلمانوں کا)۔

اور علامہ زیلعی عثمان بن علی حنفی (م ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں: "**وبکل ممن فیه کسر شوکتهم وإلحاق الضرر بهم**" (زیلعی، تبیین الحقائق، کتاب السیر ۳/۲۴۳، ط: ۱، قاہرہ، امیریہ، ۱۳۱۳ھ) (اور ہر اس چیز سے دشمن کا مقابلہ کریں گے، جس سے ان کی شوکت وقوت ٹوٹ جائے اور ان کو ضرر لاحق ہو)۔

۱۲– ایٹمی کچرے (Nuclear Refuses) کے خطرات زبردست ہیں، چنانچہ ان کے دفنانے پر زبردست صرفہ آتا ہے، اور دفنانے کے باوجود اس کی تابکاری اور شعاع کے پانی، مٹی وغیرہ میں سرایت کر جانے کا خطرہ باقی رہتا ہے، نیز یہ اندیشہ رہتا ہے کہ زلزلہ یا آتش فشاں کے پھٹنے سے وہ کچرے باہر آجائیں، اور انسان، حیوان اور ماحول سب خطرہ کی زد میں آجائیں، اسی وجہ سے جہاں ایٹمی ری ایکٹر (Atomic Reactor) ہیں، خواہ پرامن مقاصد کے لیے ہوں، وہاں مہلک اور دیرپا بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔

جواب:

ان خطرات کے مقابلہ میں امت کا غلامی، ماتحتی، بے بسی اور ذلت کی زندگی گزارنا، شیطانی قوتوں کا دنیا کو برائیوں سے بھرنا، مغرب کے ایجنٹ خائن حکمرانوں کا اسلام کو اپنے مصالح اور اقتدار میں باقی رہنے کے لیے خدمت گار بنالینا اور مغرب کا دوہرے پیمانہ اپنانا اور استکبار (Arrogance) کا رویہ اختیار کرنا اور نسلی غرور کا شکار ہونا، زیادہ سنگین ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ومالكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا أخرجنا من هذه القرية الظالم أهلها، واجعل لنا من لدنك ولياً واجعل لنا من لدنك نصيراً**" (۴/النساء: ۷۵) (اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو دعا

کرر ہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس ظالم باشندوں کی بستی سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ہمدرد پیدا کر اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار کھڑا کر)۔

اور ارشاد باری تعالی ہے: ”**يا أيها الذن آمنوا مالكم إذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم إلى الأرض، أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة، فما متاع الحياة الدنيا في الآخرة إلا قليل**“ (۹/التوبہ: ۳۸) (اے ایمان والو، تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو، تو تم زمین سے چپکے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیادی زندگی پر قناعت کرلی، سو دنیوی زندگی کا نفع اٹھانا آخرت کے مقابلہ میں بہت کم ہے)۔

ان آیات مبارکہ سے پتہ چلا کہ قیام حق وعدل کی خاطر جان ومال کے نقصانات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۱۳ــ ایٹمی قوت پر توجہ دینے سے دیگر مسائل پس پشت چلے جائیں گے۔

جواب:

دنیا کی سپر طاقتیں ایٹمی اور دیگر خطرناک ہتھیاروں پر پوری توجہ دے رہی ہیں، اس کے باوجود ان کے پاس مادی خوشحالی ہے، اور افرادی طاقت نیز اعلی صلاحیتیں بھی دیگر مسائل کے لیے خالی ہیں۔ اصل ضرورت عدل وانصاف، اعتدال اور توازن کی ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ”**وكذلك جعلناكم أمة وسطا**“ (۲/البقرہ: ۱۴۳) (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی امت بنایا)، اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ”**وأقسطوا إن الله يحب المقسطين**“ (۴۹/الحجرات ۹:) (اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے)۔

چنانچہ اگر یہ امت اعتدال اور عدل وانصاف کا دامن تھامے رہے، تو اس کے دیگر مسائل بہ آسانی حل ہوجائیں گے۔

۱۴ــ جنگ آپریشن (Surgical Operation) کی طرح ہے جو محدود مدت

کے لیے ہوتی ہے جبکہ بین الاقوامی تعلقات میں اصل صلح ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے :"وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله إنه هو السميع العليم" (۸/الانفال ۶۱:) (اور اگر وہ مصالحت کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے)۔ اور فرمانِ الٰہی ہے :"فإن اعتزلوكم فلم يقاتلوكم وألقوا إليكم السلم، فما جعل الله لكم عليهم سبيلاً" (۴/النساء ۹۰:) (سو اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں، تم سے جنگ نہ کریں، تمہارے ساتھ صلح جویانہ رویہ رکھیں، تو اللہ تم کو بھی ان کے خلاف کسی اقدام کی اجازت نہیں دیتا)۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین جب تک مسلمانوں سے تعرض کرنے سے کنارہ کش رہیں اور ان کے ساتھ صلح جویانہ روش رکھیں اور دعوتِ خیر میں مزاحم نہ بنیں تو مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ان کی مصالحت کی پیشکش قبول کرلیں۔

اور جب صلح اصل ہے تو عارضی حالت کے لئے عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کی تیاری کے ذریعہ پوری کائنات کو تباہی کے دہانہ پر لاکھڑا کرنا کیونکر درست ہوگا؟

جواب:

طاقت کے اندر توازن کے بغیر صلح طاقتور کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی خوشنما تعبیر ہے، چنانچہ ایسی حالت میں کمزور ملک بڑی طاقت کے استکبار، غلبہ اور اقتدار کی غلامی کی زد میں رہتا ہے، لہذا صلح کے نام پر طاقت کی تیاری سے غافل رہنا، حکمِ الٰہی "وأعدوا لهم ما استعطتم من قوة ومن رباط الخيل، ترهبون به عدوا الله وعدوكم وآخرين من دونهم، لاتعلمونهم الله يعلمهم" (۸/الانفال ۶۰:) (اور ان کے لیے جس قدر کرسکو قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، جس سے اللہ کے اور تمہارے ان دشمنوں پر تمہاری ہیبت قائم رہے،

اوران کے علاوہ کچھ دوسرے دشمنوں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے) کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے، اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جب دشمن خطرناک اسلحہ سے مسلح ہو، تو ان کی کاٹ کے لیے ان اسلحہ کی تیاری ضروری ہوگی، اور جب اہل حق وعدل کے پاس عام تباہی مچانے والے اسلحہ ہوں گے تو کائنات اور انسانیت کو شیطنت کے ایجنٹوں کے ذریعہ تباہ کئے جانے سے بچانا ممکن ہوگا۔

چنانچہ آلوسی محمود حسنی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں: "**وإذا لم يقابلوا بالمثل عم الداء العضال، واشتد الوبال والنكال، وملك البسيطة أهل الكفر والضلال، فالذى أراه والعلم عند الله تعالى تعين تلك المقابلة على أئمة المسلمين وحماة الدين، ولعل فضل ذلك الرمى يثبت لهذا الرمى، لقيامه مقامه فى الذب عن بيضة الإسلام، ولا أرى ما فيه من النار للضرورة الداعية إليه إلا سببا للفوز بالجنة إن شاء الله تعالى**" (آلوسی، روح المعانی ۵/۲۲۰، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۵ھ) (اور اگر برابری کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جائے، تو لاعلاج مرض (مصیبت) عام ہوجائے گا، اور آفت اور تباہی سنگین ہوجائے گی، اور روئے زمین پر اہل کفر اور ضلال کا قبضہ ہوجائے گا، سو میری رائے میں — اور صحیح علم اللہ ہی کو ہے — مسلم حکمرانوں اور دین کے محافظین پر یہ مقابلہ متعین ہے، اور شاید تیر اندازی کی فضیلت توپ سے گولہ اندازی (اور میزائل اندازی) کے لیے ثابت ہوگی، اس لیے کہ مرکز اسلام سے دفاع کے سلسلہ میں یہ اس کے قائم مقام ہے، اور میری رائے میں اس کے اندر ضرورت کے سبب پائی جانے والی آگ — ان شاء اللہ تعالی — جنت سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ ہوگی۔

اس سے پتہ چلا کہ طاقت میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کرنا مطلوب ہے، اور یہ جگ ظاہر ہے کہ اس دور میں عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری کے بغیر نہ طاقت میں توازن پیدا ہوسکتا ہے، اور نہ ہی شیطان کے ایجنٹوں سے انسانیت کی نجات ہوسکتی ہے۔

۱۵– جنگ (War) کو فوجی نشانے اور میدان جنگ سے آگے بڑھ کر شہری (Civil) اماکن کی طرف تجاوز نہیں کرنا چاہئے؟

جواب:

عام حالات میں یہی حکم ہے، لیکن اشرار و مفسدین کی شرارت سے انسانیت کو نجات دینے کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال ناگزیر ہوجائے، تو اس کا جواز (Justification) ہے، گو ضمناً اس کی زد میں غیر محارب افراد آجائیں، علامہ کاسانی (م ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں: "قد یثبت بمقتضی الشئی ما لا یثبت به مقصوداً" (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب الصیام، فصل شرائط أنواع الصیام ۲/۸۲، ط ۲:، بیروت، العلمیہ، ۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶ء) (شئی کے تقاضے کی وجہ سے وہ چیز ثابت ہوجاتی ہے جو شئی سے مقصود کے اعتبار سے ثابت نہیں ہوتی ہے)۔

۱۶– اسلامی اصول ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تکسب کل نفس إلا علیها ولا تزر وازرة وزر أخری" (۶/الانعام: ۱۶۴) (اور ہر شخص جو کمائی کرتا ہے وہ اسی کے کھاتے میں پڑتی ہے، اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا)، اور فرمان الٰہی ہے: "کل نفس بما کسبت رهینة" (۷۴/المدثر: ۳۸) (ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے) تو پھر ظالم حکمرانوں کی وجہ سے غیر محارب افراد سے بدلہ لینا کیونکر درست ہوگا؟

جواب:

اسلامی جنگ ذاتی انتقام کے لیے نہیں ہوتی ہے، بلکہ قیام حق و عدل کے لیے ہوتی ہے، نیز اس سے مقصود انسانیت کو اشرار و مفسدین کی شرارت سے نجات دلانا ہوتا ہے، لہذا

عام شہری کا عمومی تباہی مچانے والے اسلحہ کی زد میں آنا بہ طور مقصود نہیں بلکہ ضمناً ہے۔

۱۷۔ یہ خیال غیر حقیقت پسندانہ ہے کہ ایٹمی طاقت سے دور رہ کر مسلمان نرم چارہ اور لقمۂ تر بن کر رہ جائیں گے، کیونکہ آج کی دنیا میں بھی کوئی ایک ملک اتنا طاقت ور نہیں کہ دوسرے ملکوں کو ساتھ لئے بغیر اپنی مرضی چلا سکے، چنانچہ بڑی طاقتوں، بالخصوص روس اور امریکہ کی باہمی کشمکش نے ہی اب تک ایک طرح کا توازن قائم رکھا، اور گزشتہ چند برسوں کے عارضی تعطل کے باوجود، مستقبل قریب میں بھی اسی طرح کام چلے گا، جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے چین کے ایک ایٹمی طاقت کے طور پر ابھرنے نے بھی اس توازن کو تقویت پہنچائی ہے۔

جواب:

اس وقت پوری دنیا میں مسلمان مقہور و محکوم بن کر زندگی گزار رہے ہیں، اور خون مسلم کی ارزانی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، چنانچہ اس سے زیادہ بے وقعتی، ذلت اور بے وزنی کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی زکوۃ وصدقات کی رقوم بھی سپر پاور کے اشارہ کے بغیر نہیں دے سکتے ہیں، اور نام نہاد مسلم ممالک میں برائی کی کھلی چھوٹ ہو، اور فجر کی نماز کا پابند نوجوان خفیہ ایجنسی (Intelligence Agency) کے زیر نگرانی ہو، کیا کتاب وسنت کی یہی تعلیم ہے کہ شرور ومنکرات کی طاقتیں چاہے کچھ بھی کریں، مسلمان خاموش رہیں؟ جبکہ اللہ تعالی ظلم وجبر اور خیر اور دعوت الٰہی سے روکنے کو قتل وقتال سے بھی بڑھ کر سنگین جرم قرار دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "والفتنة أشد من القتل" (۲/البقرہ: ۱۹۱) (اور فتنہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے) اور کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہی تقاضا ہے جو اس امت کے فرض منصبی میں داخل ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله" (۳/آل عمران: ۱۱۰) (تم بہترین امت ہو، لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے ہو، معروف کا حکم دیتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری نبھانے کی صورت میں جن کے مصالح متاثر ہوں گے، وہ مزاحم بنیں گے جس کے لیے جہاد کی ضرورت پڑے گی اور اس کے لیے قوت کی تیاری کرنی پڑے گی؟ نیز کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ کتاب وشریعت نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زندگی کے مختلف شعبوں میں حق وعدل اختیار کریں، لیکن کیا حق وعدل کا قیام محض وعظ ونصیحت سے ہوجائے گا؟ یا اس کے لیے طاقت کی بھی ضرورت ہوگی، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ''**لقد أرسلنا رسلنا بالبينات وأنزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط، وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس، وليعلم الله من ينصره ورسله بالغيب إن الله قوى عزيز** '' (۵۷/الحدید: ۲۵) (بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں، اور لوہا بھی اتارا جس میں بڑی قوت بھی ہے، اور لوگوں کے لیے اس میں دوسرے فوائد بھی ہیں، اور اس سے اللہ نے یہ بھی چاہا کہ وہ ان لوگوں کو ممیز کرے جو اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد غیب میں ہوتے کرتے ہیں، بے شک اللہ بڑا ہی زور آور اور غالب ہے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ کتاب کی کسوٹی اور واضح دلائل کے ذریعہ جو لوگ عقلی واخلاقی پہلو سے حق کے آگے جھک جائیں، ان کے ساتھ بہتر سلوک ہو، اور جو لوگ اپنے ذاتی مصالح کے لیے اللہ تعالی کی بنائی ہوئی زمین میں فساد برپا کرنے ہی پر تلے ہوں، ان کی لگام طاقت کے ذریعہ کسی جائے، چنانچہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ''**وجعلنا الحديد رادعاً لمن أبى الحق وعانده بعد قيام الحجة عليه**'' (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۸/۶۰، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ) (اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے لوہے کو اس شخص کے حق میں باز رکھنے والا بنایا جو حق کا اپنے اوپر حجت قائم ہونے کے بعد دیدہ ودانستہ انکار کرے)۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو اہمیت پہلے لوہے کو حاصل تھی آج وہی اہمیت دوسری

چیزوں کو بالخصوص یورانیم (Uranium) کو حاصل ہے جس کے جوہری ذرات کو مسلسل وخودخیز انشقاق وانتشار کے ذریعہ خاص توانائی میں تبدیل کیا جاتا ہے؟

اور کیا یہ بات ڈھکی چھپی ہے کہ ''برما'' ''فلسطین'' ''گجرات'' اور ''چین'' میں مسلمانوں کی نسل کشی پر دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی رہی؟

لہذا گزشتہ تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کی تیاری مسلمانوں کے لیے جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے، تاکہ ذاتی مصالح کے لیے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کا قلع قمع ہو سکے۔

اس لیے موجودہ دور میں مسلمانوں کے دشمنوں کے لیے لقمہ تر بن کر رہ جانے کے خیال کو غیر حقیقت پسندانہ قرار دینا، عقل وخرد کا ماتم ہی کہلائے گا۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ کوئی طاقت مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نہیں مٹا سکتی ہے، ایسا اس وجہ سے نہیں ہے کہ مسلمان نئے سپر پاور (New Super Power) کے رحم وکرم پر جیئیں گے، بلکہ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**وسألته أن لا يظهر عليهم عدوهم، ففعل**'' (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۲۴۸۶، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر: ۱۲۲۸، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (اور میں نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ ان پر ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے، تو اللہ تعالی نے یہ دعا قبول کر لی) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے والے دشمن مسلط نہ کئے جانے کے سلسلہ میں میری دعا کو اللہ تعالی نے قبول فرما کر ارشاد فرمایا: ''**أن لا أسلط عليهم عدواً من سوى أنفسهم، يستبيح بيضتهم**'' (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۸۸۹) (میں ان پر کفار میں سے ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے)۔

لیکن صفحۂ ہستی سے ان کے نام نہ مٹ جانے کے خطرہ کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان موجودہ دور کے اعتبار سے قوت کی تیاری کی کوشش نہ کریں، اور اشرار ومفسدین کو زمین کو برائیوں اور منکرات سے بھرنے دیں، اور کھاتے پیتے رہیں اور اخلاقی وعظ ونصیحت کرتے رہیں، اور یہ کیسی دانش وری اور مفکری ہے کہ چین کا ایٹمی طاقت کے طور پر ابھر کر توازن پیدا کرنا درست ہو، اور مسلمانوں کا ایٹمی طاقت کے طور پر ابھر کر توازن پیدا کرنا ناجائز ہو؟۔

۱۸ـــ امام مالکؒ نے زہر آلود تیر اور نیزے دشمن کی طرف پھینکنے کو مکروہ قرار دیا ہے، تو عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال کیسے درست ہوگا؟

جواب:

فقہاء مالکیہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دشمن دوبارہ زہر آلود تیر اور نیزے ہماری طرف پھینکیں گے، چنانچہ دردیر مالکی، احمد بن محمد، عدوی، ابوالبرکات (م۱۲۰۱ھ) لکھتے ہیں: "**حرم علینا رمیھم بنبل أو رمح أو نحوھما، مسموم، خوفاً من أن یعاد منھم إلینا، کذا عللوا**" (دردیر، الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی، باب الجہاد ۲/۱۷۸، بیروت، دارالفکر) (ہمارے اوپر دشمن کی طرف زہر آلود تیر اور نیزہ پھینکنا حرام ہے، اس اندیشہ کی وجہ سے کہ وہ دوبارہ ہماری طرف لوٹا دیئے جائیں گے، اسی طرح فقہاء مالکیہ نے توجیہ کی ہے)۔

چنانچہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار کا اصل مقصد توازن پیدا کرنا ہے، لیکن ذاتی مصالح کے لیے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی فتنہ سامانیاں اس کے استعمال کے بغیر ختم نہ ہوں، تو مجبوراً ان کا استعمال جائز ہے۔

۱۹ـــ عام تباہی مچانے والے ہتھیاروں کو منجنیق (پتھر پھینکنے کی مشین)، ڈبونے، آگ سے جلادینے یا بلند وبالا پہاڑ سے پھینکنے یا پانی کو زہر آلود کرنے، یا ایک دوسرے پر آگ

برسانے اور دشمن پر اژدہے اور کژدم چھوڑنے پر قیاس نہیں کرسکتے ہیں، کیونکہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا اثر کئی صدیوں تک آئندہ نسل پر بھی پڑتا ہے، جبکہ مقیس علیہ چیزوں کا اثر محدود ہوتا ہے۔

جواب:

قیاس کے صحیح ہونے کے لیے مطلق علت میں اشتراک کافی ہے، جیسے شراب کی حرمت کی علت ''نشہ'' ہے، لہذا تمام وہ مشروبات حرام ہوں گے جن میں نشہ پایا جاتا ہو، خواہ نشہ زبردست ہو یا کم۔

چنانچہ عام حالات میں جن اشیاء کا استعمال دوران جنگ درست نہیں، دشمن کو زیر کرنے کی راہ ان اشیاء کے علاوہ کوئی نہ ہو، تو ان کا استعمال درست ہے، جیسے دشمن کو جلانا اسلام میں حرام ہے، لیکن اگر دشمن کی شرارت دفع کرنے کے لیے ان پر آگ برسانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو مجبوری کی حالت میں آگ برسانے کی اجازت ہے، اسی طرح عام تباہی مچانے والے ہتھیار کا استعمال خصوصی حالات میں درست ہے، جبکہ دشمنان انسانیت کی ہٹ دھرمی، شرارت اور زمین میں فساد برپا کرنے کو روکنے میں کوئی دوسرا ہتھیار کارگر نہ ہو۔

۲۰ — جہاد کا انتہائی شریفانہ مقصد ہے، اور وہ ہے: انسانیت سے ظلم وستم دور کرنا، اسے فکر ونظر کی آزادی عطا کر کے زندگی بخشنا، چنانچہ یہ کام عام قسم کے اسلحہ سے بھی ہوسکتا ہے، تو پھر عام تباہی مچانے والے ہتھیار کا استعمال کیونکر جائز ہوگا؟

جواب:

عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کی تیاری توازن کی حالت پیدا کرنے کے لیے ہے، تاکہ قیام حق وعدل کی راہ میں کوئی رکاوٹ

پیدا نہ ہو، اور نہ کوئی بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کا استحصال کرے، اسے غلام بنائے اور ذلیل وخوار کرے، چنانچہ استعمال کی ضرورت انتہائی نادر حالت میں ہوگی جبکہ زہر آلود دشمن انسانیت سے انسانیت کو خطرہ ہو، جس طرح زہر آلود عضو کو جسم سے الگ کردیا جاتا ہے تاکہ جسم کے دوسرے حصے میں زہر سرایت نہ کرے۔

لہذا جب تک صورت حال یہ ہے کہ بڑی مچھلیاں چھوٹے اور کمزور ممالک کو ان خطرناک قسم کے اسلحہ کی بدولت کھا رہی ہیں، اس وقت تک امت پر یہ فرض رہے گا کہ عام تباہی مچانے والے خطرناک اسلحہ تیار کرے، تاکہ کوئی اسے ماتحتی، غلامی اور ذلت وخواری پر مجبور نہ کر سکے، اور نہ کوئی طاقت اللہ تعالی کی بنائی ہوئی زمین کو برائیوں سے بھر سکے۔

۲۱– اسلامی شریعت جب ایک بے قصور کے قتل کو روا نہیں ٹھہراتی ہے، تو ہزاروں بے قصوروں کو ایٹمی پاور ہاؤس (Atomic Power House) سے ایٹمی آلات کے بٹن کو دبا کر یا عہد شکن جہاز کے حملہ کے ذریعہ یا سمندر کے زیر سطح سے آبدوز (Submarine) کی بمباری سے ہلاک کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

جواب:

عمومی حالات میں کسی بے قصور کو مارنا سخت گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "**من أجل ذلک کتبنا علی بنی إسرائیل أنه من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعاً، ومن أحیاها فکأنما أحیا الناس جمیعاً**" (۵/المائدہ ۳۲:) (اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض کیا کہ جس کسی نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سب کو قتل کیا، اور جس نے اس کو بچایا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچایا)۔

لیکن استثنائی حالات میں جبکہ دشمن انسانیت کی شرارت کے ازالہ کے سلسلہ میں دیگر

ہتھیار مؤثر نہ ہوں، تو عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے استعمال کی گنجائش ہے، گو ضمناً غیر محارب افراد اس کی زد میں آجائیں۔

۲۲ – عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے خصائص کی بنا پر اشکال:

عام تباہی مچانے والے ہتھیاروں کے خصائص درج ذیل ہیں:

۱ – ان اسلحہ کی کاٹ کرنے والا کوئی ہتھیار نہیں جو ان کے اثرات کو روک دے یا ختم کردے، جبکہ جہاز شکن اور ٹینک شکن ہتھیار موجود ہیں۔

۲ – یہ اسلحہ ماحول (Environment) کے تمام عناصر جیسے انسان، حیوان، کاشت اور ہوا پر ایک ہی وقت میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

۳ – ان اسلحہ کے اندر تباہ کرنے کی ایسی زبردست طاقت ہے، جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، چنانچہ یہ انسان، حیوان، کاشت، مٹی اور ہوا سب کو بالکل ناکارہ بنا دیتے ہیں۔

۴ – کئی صدیوں اور نسلوں تک ان کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

۵ – یہ بڑے وسیع رقبہ کو اپنی تباہی کا نشانہ بناتے ہیں۔

۶ – جنگ کے خاتمہ کے بعد بھی زد میں آنے والے افراد کے اندر مہلک امراض باقی رہ جاتے ہیں، جو عموماً ان نشانہ بننے والے کا خاتمہ ہی کر دیتے ہیں، چنانچہ امریکہ نے جاپان کے دو شہر ''ہیروشیما'' اور ''ناگاساکی'' پر دوسری عالمی جنگ کے دوران ۱۹۴۵ء میں جو ایٹم بم گرائے تھے، ان کے نتیجہ میں تین لاکھ سے زیادہ انسان موت کی نیند خاموشی سے سو گئے، جن میں سے ایک لاکھ کی موت فوراً ہی ہو گئی تھی، سو ان خطرناکیوں کو دیکھتے ہوئے عالمی طاقتوں نے ۱۹۶۸ء میں ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کی ممانعت کا معاہدہ (Treaty on the Non-Proliferartion of Nuclear Weapons: NPT) کیا، جس کا نفاذ ۱۹۷۰ء میں ہوا۔

تو پھر ان زبردست اور تباہ کن اثرات کو دیکھتے ہوئے کیونکر شرعی اعتبار سے ان خطرناک اسلحہ کی تیاری درست ہوگی؟

جواب :

ان اسلحہ جات کی خطرناکی اور تباہ کاری اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن چند بڑی طاقتوں کا پوری انسانیت کا استحصال کرنا، اسے غلامی اور ماتحتی کی زندگی گزارنے پر مجبور کردینا اور فکر ونظر کی آزادی چھین لینا، نیکی اور خیر کے خلاف محاذ بنالینا اور صالح افراد کو مختلف اصطلاحات وضع کرکے بدنام کرنا، محض اللہ کا نام لینے کی وجہ سے اذیتیں پہنچانا اور نام نہاد دہشت گردی (Terrorism) کا الزام دے کر بے قصور مسلم نوجوانوں کو جیل میں ٹھونس کر ان کی زندگی کو تباہ کرنا، خود بم پھوڑنا اور بے قصور شریف مسلم نوجوانوں پر الزام دھرنا، عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction: WMD) کی خطرناکیوں سے بڑھ کر ان سب اقدامات کی خطرناکیاں ہیں، لہٰذا موجودہ دور کے اس سنگین تر فتنہ کو مٹانے کے لیے نیز توازن پیدا کرنے کے لیے امت پر فرض ہے کہ وہ ان جیسے خطرناک اسلحہ یا ان سے بہتر اسلحہ جات کی تیاری پر فوری توجہ دے۔

۲۳– نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ سے تنگ آکر دعوت حق دینے کی خاطر مکہ سے پچاس میل مشرق کی جانب سرسبز وشاداب علاقہ طائف کا سفر کیا، اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے نور حق سے سینوں کو منور کرنے کی بجائے آپ ﷺ کے ساتھ بدتمیزی کی اور قوم کے لچے لفنگوں کو حضور ﷺ کے ساتھ لگادیئے، جنہوں نے رسول کریم ﷺ پر سنگ باری کی، یہاں تک کہ جسم اطہر خون سے تر ہوگیا، اور جب زخموں کی تاب نہ لاکر زمین پر بیٹھ گئے تو پھر پکڑ کر اٹھادیئے گئے، اور اسی شدت درد کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو شہر طائف سے باہر کردیا گیا، تو سرور عالم ﷺ نے اپنی کمزوری، بے بسی اور بے

سروسامانی کی فریاد اپنے خالق ومالک سے کی، اور جب ''قرن الثعالب'' (قرن المنازل: جو اہل نجد کے احرام باندھنے کی میقات ہے، اور مکہ سے اونٹ کی سواری پر ایک شبانہ روز کی مسافت پر واقع ہے) کے مقام پر پہنچے اس حال میں کہ ایک بدلی سر پر سایہ کیے ہوئے تھی اور شدت کی دھوپ سے بچا رہی تھی، تو اچانک جلیل القدر فرشتہ حضرت جبریل حاضر خدمت ہوکر عرض کرتے ہیں: ''**إن اللہ عزوجل قد سمع قول قومک لک وما ردوا علیک، وقد بعث إلیک ملک الجبال لتأمرہ بما شئت فیھم، قال فنادانی ملک الجبال، وسلم عليّ، ثم قال: یا محمد، إن اللہ قد سمع قول قومک لک، وانا ملک الجبال، وقد بعثنی ربک إلیک لتأمرنی بأمرک فیما شئت؟ إن شئت أن أطبق علیھم الأخشبین، فقال لہ رسول اللہ ﷺ: ''بل أرجو أن یخرج اللہ من أصلابھم من یعبد اللہ وحدہ، لا یشرک بہ شیئاً**'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۲۳۱، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۷۹۵) (بے شک اللہ عزوجل نے آپ ﷺ سے قوم کی کہی ہوئی بات اور اس کے جواب کو سن لیا ہے، اور آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے، تاکہ ان کے بارے میں اسے آپ جو چاہیں حکم دیں، آپ کا بیان ہے کہ پہاڑ کے فرشتہ نے مجھے پکارا اور سلام کیا، پھر عرض کیا، اے محمد (ﷺ) یقیناً اللہ تعالی نے آپ سے قوم کی کہی ہوئی بات کو سن لیا ہے، اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اور آپ ﷺ کے پروردگار نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں؟ اگر آپ چاہیں تو ان پر ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں، اس پر رسول کریم ﷺ نے اس فرشتہ کو جواب دیا: (نہیں، ایسا نہیں کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا، جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے)۔

چنانچہ ایسے شفیق اور مہربان رسول ﷺ کی امت کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction: WMD) کی تیاری اور ان کا

استعمال کیونکر روا ہوگا؟

جواب:

اہل طائف کی ہلاکت سے اسلام اور مسلمانوں کا کوئی خاص فائدہ نہیں تھا، اوران کی شرارت کا اثر محدود پیمانے پر تھا، البتہ جب نیکی اور خیر کے خلاف عالمی محاذ بنالیا جائے، اور صالح افراد کو مختلف بہانوں سے دہشت گرد (Terrorist) قرار دینے کی عالمی سازشیں رچی جارہی ہوں، اللہ کے نیک اور کمزور بندوں پر ستم ڈھایا جارہا ہو، اوران کو ظلم اور غیظ وغضب کا ہدف محض اس وجہ سے بنایا جارہا ہو کہ وہ زبردست اور سزاوار حمد رب پر ایمان کیوں رکھتے ہیں، اور وہ اعلی کردار وصفات سے کیوں آراستہ ہیں، جبکہ ساری دنیا برائیوں کے پیچھے بھاگ رہی اور مادہ اور زر پرستی میں لگی ہوئی ہے؟ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :"**وما نقموا منهم إلا أن يؤمنوا بالله العزيز الحميد**"(۸۵/البروج:۸) (اورانہوں نے ان پر محض اس وجہ سے غصہ نکالا کہ وہ غالب سزاوار حمد اللہ پر ایمان لائے)۔تو ایسی صورتحال میں فتنہ اور شر وفساد ختم کرنے اور توازن پیدا کرنے کے لیے عام تباہی مچانے والے ہتھیار کی تیاری امت پر فرض ہے جو دشمنان انسانیت اور اسلام کو ان کی شرارت سے باز رکھے، گو استعمال کی صورت میں ضمناً غیر محارب افراد بھی اس کی زد میں آجائیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے :"**فليقاتل فى سبيل الله الذين يشرون الحياة الدنيا بالآخرة**"(۴/النساء:۷۴) (سو چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے وہ لوگ اٹھیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے لیے تج چکے ہیں)۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:"**الذين آمنوا يقاتلون فى سبيل الله والذين كفروا يقاتلون فى سبيل الطاغوت، فقاتلوا أولياء الشيطان، إن كيد الشيطان كان ضعيفاً**" (۴/النساء:۷۶) (جولوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، اور

جنہوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں توتم شیطان کے حامیوں سے لڑو، شیطان کی چال تو بالکل بودی ہوتی ہے)۔

اور فرمان باری تعالی ہے :"**قل للمخلفين من الأعراب ستدعون إلى قوم أولى بأس شديد تقاتلونهم أو يسلمون، فإن تطيعوا يؤتكم الله أجراً حسناً، وإن تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذاباً أليماً** " (۴۸/الفتح:۱۶) (اہل بدو میں سے ان پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم لوگ ایک طاقتور حریف سے لڑنے کے لیے بلائے جاؤ گے،تم کو ان سے جنگ جاری رکھنی ہوگی، یا وہ اسلام لائیں گے،تو اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کی تو اللہ تم کو ایک اچھا اجر دے گا، اور اگر تم نے منہ موڑا جیسا کہ تم نے پہلے منہ موڑا، تو وہ تم کو ایک دردناک عذاب دے گا)، اور یہ امر جگ ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں شیطان کے ایجنٹوں کے فساد سے زمین کو پاک کرنا عام تباہی مچانے والے اسلحہ کے بغیر ناممکن ہے، لہذا اہل ایمان پر فرض ہے کہ منافقین کی روش میں مبتلا ہوئے بغیر موجودہ طاقتور حریف سے نبرد آزما ہونے کے لیے مطلوبہ تیاری پر توجہ دیں، اور بزدلی دکھانے سے پرہیز کریں، اور یہ نہ سوچیں کہ ان اسلحہ میں سے بعض جلاتے ہیں اور بعض آگ سے زیادہ تکلیف پہنچاتے ہیں، کیونکہ آگ سے جلانے کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ اس کے بغیر مفسدین کے فساد کو ختم کرنا ممکن ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :"**ومحله إذا لم يتعين التحريق طريقاً إلى الغلبة على الكفار حال الحرب**" (ابن حجر، فتح الباری ۶/۱۴۹، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ) (اور حدیث کا محل وہ حالت ہے جبکہ جنگ کے دوران کفار پر غلبہ پانے کی راہ کی حیثیت سے جلانا متعین نہ ہو)۔

۲۴- اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ہابیل اور قابیل کا قصہ سنایا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :"**واتل عليهم نبأ ابني آدم بالحق، إذ قربا قرباناً فتقبل من أحدهما ولم يتقبل من الآخر، قال لأقتلنك، قال إنما يتقبل الله من المتقين، لئن بسطت إليّ يدك لتقتلني ما**

أنا بباسط يدي إليک لأقتلک، إني أخاف اللہ رب العالمين، إني أريد أن تبوء بإثمي وإثمک فتکون من أصحاب النار، وذلک جزاء الظالمين، فطوعت له نفسه قتل أخيه فقتله فأصبح من الخاسرين، فبعث اللہ غراباً يبحث في الأرض ليريه کيف يواري سوأة أخيه، قال ياويلتی أعجزت أن أکون مثل هذا الغراب فأواري سوأة أخي، فأصبح من النادمين" (۵/المائدہ: ۲۷-۳۱) (اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کی سرگزشت بے کم وکاست سناؤ، جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی، اور دوسرے کی قربانی قبول نہیں ہوئی، وہ بولا کہ میں تجھے قتل کر کے رہوں گا، اس نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف اپنے متقی بندوں کی قربانی قبول کرتا ہے، اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر دست درازی کروگے، تو میں تم کو قتل کرنے کے لیے تم پر دست درازی کرنے والا نہیں، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرا گناہ اور اپنا گناہ دونوں تم ہی لے کر لوٹو، اور جہنم والوں میں سے بنو، یہی سزا ہے ظالموں کی، بالآخر اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا اور وہ اس کو قتل کر کے نامرادوں میں سے ہو گیا، پھر اللہ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین میں کریدتا تھا، تا کہ وہ اس کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے، وہ بولا کہ ہائے میری کم بختی! کیا میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو ڈھانک دیتا، سو وہ اس پر شرمسار ہوا)۔

چنانچہ آدم کے صالح بیٹے کا یہ کہنا کہ: اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاؤ گے بھی تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، بظاہر بے عقلی کی بات معلوم ہوتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ مخالف کو کچھ ڈر ہو تو وہ بھی نکل جائے کہ اب دوسری طرف سے کوئی خطرہ نہیں، لیکن آدم کے صالح بیٹے نے اصول اور اقدار پسندی کی بنا پر اس موقف کا اعلان کیا، گو اس کی جان جاتی رہی، سو ایک ایسے زمانہ میں جبکہ مشرکین مکہ اور اہل کتاب سبھی اسلام اور مسلمانو ں کے خلاف طاقت کے بے جا استعمال پر تلے ہوئے تھے، اس واقعہ کو سنا کر مسلمانوں کو ان

کے اجتماعی سلوک میں اصول پسندی سکھانا مقصود ہے، لہذا مسلمانوں کو فوری مفادات ومصالح کو نہیں دیکھنا چاہیئے، اور یہ نہ سوچنا چاہیئے کہ جو سب کررہے ہیں، ہم بھی ان ہی ترجیحات کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔

جواب:

موجودہ دور میں نظم، روح قرآن کی ترجمانی اور اسرار قرآن سے پردہ اٹھانے کے نام پر قرآن کے معانی اور مفاہیم کے اندر تحریف کرنے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ استدلال اس کی بدترین مثال ہے کہ انفرادی اور ذاتی معاملہ سے تعلق رکھنے والے واقعہ کو عام کردیا جائے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ چونکہ یہ امت اصول پسند ہے لہذا نہ اسے جہاد کی تیاری کرنی چاہیئے، اور نہ ہی اشرار ومفسدین کے فساد سے زمین کو پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، بلکہ اصول پسندی کے نام پر مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے، نیز ماتحتی، غلامی اور تماشائی کی حیثیت سے زندگی گزارنا چاہیئے، اور کھانا پینا اور عیش وعشرت کی زندگی پر قناعت کرکے دشمنان انسانیت کے رحم وکرم پر زندہ رہنا چاہیئے، اور اگر ہو سکے تو کبھی زبانی وعظ کردینا چاہیئے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس واقعہ کو سنا کر مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ شخصی معاملہ کے لیے جب بھائی بھائی میں ٹکراؤ ہوجائے تو مومنانہ اور متقیانہ رویہ یہی ہے کہ مخالف کے حملہ کے قصد کو جانتے ہوئے بھی آدمی کو اقدام میں پہل نہیں کرنی چاہیئے، البتہ بچاؤ کی ساری تدبیروں کو اختیار کرنا چاہیئے، چنانچہ ہابیل نے پہل کرنے کی نفی کی ہے، بچاؤ کی نفی نہیں کی ہے، اسی لیے آگے ارشاد ہے: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا گناہ اور اپنا گناہ دونوں تم ہی لے کر لوٹو''، یعنی ہابیل نے قابیل سے کہا کہ اگر تم مجھے قتل کردوگے تو میرے قتل کا بار گناہ بھی تمہارے سر ہوگا، اور میری طرف سے مدافعت کے نتیجے میں اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا یا تم قتل ہوگئے تو اس کا بار گناہ بھی تمہارے ہی سر ہوگا، اس لیے کہ اس کا سبب میں نہیں بلکہ تم ہی

ہو گے۔

امام طبری محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں :"إن الله عز ذكره قد كان حرم عليهم قتل نفس بغير نفس ظلماً، وأن المقتول قال لأخيه :"ما أنا بباسط يدي إليک إن بسطت إلي يدک"؛ لأنه كان حراما عليه من قتل أخيه مثل الذى كان حراماً على أخيه القاتل من قتله، فأما الامتناع من قتله حين أراد قتله، فلا دلالة على أن القاتل حين أراد قتله وعزم عليه، كان المقتول عالماً بما هو عليه عازم منه ومحاول من قتله، فترک دفعه عن نفسه" (طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن ۴؍۵۳۳، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۲ھ–۱۹۹۲ء) (ازراہ ظلم جان کے بدلہ کے بغیر جان کے قتل کو اللہ عزوجل نے ان پر حرام قرار دیا تھا، اورمقتول نے اپنے بھائی سے کہا کہ "میں تمہارے قتل کے لیے تم پر دست درازی کرنے والا نہیں ہوں، اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر دست درازی کرتے ہو" اس لیے کہ مقتول شخص پر قتل میں پہل کرنا حرام تھا، جس طرح اس کے قاتل بھائی پر قتل کرنا حرام تھا، بہرحال قاتل نے جب اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اس وقت مقتول شخص کا اسے قتل کرنے سے باز رہنے میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ قاتل نے جب اسے قتل کرنا چاہا تو مقتول کو اس کے عزم اور قتل کی کوشش کا علم تھا، پھر بھی اس نے اپنی جان کی طرف سے مدافعت چھوڑ دی)۔

اور امام رازی لکھتے ہیں:"فذكر له هذا الكلام على سبيل الوعظ والنصيحة، يعنى أنا لا أجوز من نفسى أن أبدآک بالقتل الظلم العدوان، وإنما لا أفعله خوفاً من الله تعالى، وإنما ذكر له هذا الكلام قبل إقدام القاتل على قتله، وكان غرضه منه تقبيح القتل العمد فى قلبه، ولهذا يروى أن قابيل صبر، حتى نام هابيل فضرب رأسه بحجر كبير فقتله۔۔۔۔ والوجه الثانى فى الجواب أن المذكور فى الآية قوله "ما أنا بباسط يدي إليک لأقتلک"، يعنى لا أبسط يدي إليک لغرض

قتلک، وإنما أبسط يدي إليک لغرض الدفع، وقال أهل العلم :الدافع عن نفسه يجب عليه أن يدفع بالأيسر فالأيسر، وليس له أن يقصد القتل بل يجب عليه أن يقصد الدفع، ثم إن لم يندفع إلا بالقتل جاز له ذلک"(رازی،التفسیر الکبیر ۱۱/۳۳۹،ط۱: بیروت، دار الاحیاء، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء) (مقتول بھائی نے اپنے قاتل بھائی سے یہ کلام وعظ ونصیحت کے طور پر ذکر کیا کہ میں اپنی ذات سے ازراہ ظلم قتل کرنے میں پہل کرنے کو جائز نہیں ٹھہراتا، اور اللہ تعالی کے خوف سے ایسا نہیں کرتا اور اس نے یہ کلام قاتل کے اقدام قتل سے پہلے ذکر کیا، اور اس کا مقصد اس کے دل میں قصداً قتل کی قباحت کو بٹھانا تھا، اور اسی وجہ سے مروی ہے کہ قابیل رکا رہا یہاں تک کہ ہابیل سو گیا، تو اس نے بڑے پتھر سے اس کے سر کو کچل کر کے اسے مار ڈالا۔۔۔۔۔اور دفاع کے ترک کے سلسلہ میں جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیت کے اندر مقتول کا یہ قول مذکور ہے کہ "میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا دست دراز نہیں کروں گا، یعنی قتل کے مقصد سے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، میں تو بس دفاع کے مقصد سے ہاتھ بڑھاؤں گا، اور اہل علم کا قول ہے کہ اپنے نفس سے دفاع کرنے والے شخص پر واجب ہے کہ ہلکے ذریعہ سے دفع کرے، اور اس کے لیے روا نہیں کہ قتل کا قصد کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ دفاع کا قصد کرے پھر قتل کے سوا دوسرے ذریعہ سے بچاؤ نہ ہو، تو اس کے لیے قتل کرنا جائز ہے)۔

اس نص کا تعلق محض انفرادی جارحیت سے ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ "**فساد فی الأرض** ختم کرنے کے لیے اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کو مصر سے نکال کر دشت فاران میں پہنچایا تا کہ وہ کنعان اور فلسطین کے علاقے کو کافروں اور بت پرستوں کے قبضہ سے آزاد کرائیں، اور توحید اور اللہ پرستی سے معمور کریں، لیکن چند افراد کے سوا سب پر خوف اور بزدلی طاری ہوگئی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان پر ذلت وخواری مسلط کردی، اور چالیس سال کے لیے سرزمین فلسطین ان پر حرام کردی گئی، چنانچہ ارشاد ہے :"**قال :فإنها**

محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون في الأرض فلا تأس على القوم الفاسقين ''(۵/المائدہ: ۲۶) (فرمایا تو یہ سرزمین ان پر چالیس سال کے لیے حرام ٹھہری، یہ لوگ زمین میں بھٹکتے پھریں گے، سوتو ان نافرمان لوگوں کا غم نہ کھا)۔

اور آگے اللہ تعالی نے اس حقیقت کو کھولا ہے کہ شر وفساد کی ذہنیت والے چونکہ رذیل اور حقیر جذبات اور شیطانی انگیخت کے تحت اللہ کے بندوں کا خون بہاتے ہیں، اللہ تعالی نے اس کے سد باب کے لیے قصاص کا قانون جاری کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :''من أجل ذلک کتبنا علی بنی إسرائیل أنه من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعاً ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعاً ولقد جائتهم رسلنا بالبينات ثم إن كثيرا منهم بعد ذلک في الأرض لمسرفون ''(۵/المائدہ: ۳۲) (اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض کیا کہ جس کسی نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہوا، تو گویا اس نے سب کو قتل کیا، اور جس نے اس کو بچالیا تو گویا سب کو بچایا، اور ہمارے رسول ان کے پاس واضح احکام لے کر آئے، لیکن اس کے باوجود ان میں بہت سے ہیں جو زیادتیاں کرتے ہیں)۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی اور رسول کے قائم کردہ نظام حق وعدل کو بگاڑنے کی کوشش اس کے اندرونی دشمن کی طرف سے ہو اور کوئی شخص یا جماعت اپنے شر وفساد سے علاقے کے امن ونظم کو درہم برہم کردے، چنانچہ لوگ اس کے ہاتھوں اپنی جان، مال، عزت وآبرو کی طرف سے ہر وقت خطرہ میں مبتلا ہوں، جیسے قتل (Murder)، ڈکیتی (Robbery)، رہزنی (Brigandage)، آتش زنی، اغوا (Kidnap)، زنا (Rape)، تخریب (Destruction)، تہریب (Smuggling) اور اس قسم کے سنگین جرائم اسلامی حکومت کے لیے لا (Law) اور آرڈر (Order) کا مسئلہ پیدا

کردیں، تو ان اندرونی شر پسندوں کی سرکوبی کے لیے سخت اقدام کرے گی، جیسا کہ ارشاد ہے :"إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فی الأرض فسادا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض ذلک لهم خزی فی الدنيا ولهم فی الآخرة عذاب عظيم " (۵/المائدہ ۳۴:) (ان لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرتے ہیں، اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں، بس یہ ہے کہ عبرتناک طور پر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا ملک سے باہر نکال دیئے جائیں، یہ ان کے لیے اس دنیا میں رسوائی ہے، اور آخرت میں بھی ان کے لیے سخت عذاب ہے)۔

اور اگر اللہ اور رسول کے قائم کردہ نظام حق وعدل کو درہم برہم کرنے کی کوشش بیرونی دشمنوں کی طرف سے ہو، تو ان اشرار ومفسدین سے ہر قسم کے جہاد کے لیے امت کو تیار رہنا چاہیئے اور اس مقصد کے لیے ہر ممکنہ قوت تیار کرنا چاہیئے، جیسا کہ ارشاد ہے :"يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا إليه الوسيلة وجاهدوا فی سبيله لعلكم تفلحون " (۵/المائدہ ۳۵:) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اسی کے تقرب کے طالب بنو اور اس کی راہ میں جہاد کرتے رہو تا کہ فلاح پاؤ)۔

کیا اس سیاق وسباق کے پس منظر میں کوئی عقل وخرد رکھنے والا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ امت کو شر پسندوں کو زمین کو برائیوں اور منکرات سے بھرنے دینا چاہیئے، اور ان کی سرکوبی کے لیے عام تباہی مچانے والے اسلحہ تیار نہیں کرنا چاہیئے؛ کیونکہ ان اسلحہ کے خطرات سنگین ہیں، خواہ اس کے نتیجہ میں اسے ماتحتی، محکومی اور غلامی ہی کی زندگی کیوں نہ گزارنی پڑے۔

جہاں تک کہ اس امر کا تعلق ہے کہ ہابیل وقابیل کے قصہ سنانے کا مقصود کیا ہے؟ تو وہ بالکل واضح ہے کہ حق کے علمبرداروں سے دشمنی کرنے والے، ان کو ستانے والے اور اذیت دینے والے ہر دور میں رہے ہیں، لیکن حق پرستوں کا بھی ہر دور میں یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ حق پر

مرجانے کو گوارہ کرتے ہیں، لیکن باطل پر زندہ رہنے کو حقارت سے ٹھکرا دیتے ہیں، وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی ہزار سال کی زندگی سے بہتر ہے''، رازی لکھتے ہیں: ''أنه تعالى قال فيما تقدم ''يا أيها الذين آمنوا اذكروا نعمت الله عليكم إذ هم قوم أن يبسطوا إليكم أيديهم فكف أيديهم عنكم'' (۵/المائدہ:۱۱)، فذكر تعالى أن الأعداء يريدون إيقاع البلاء والمحنة بهم، لكنه تعالى يحفظهم بفضله ويمنع أعدائهم من إيصال الشر إليهم، ثم إنه تعالى لأجل التسلية وتخفيف هذه الأحوال على القلب، ذكر قصصاً كثيرة، فى أن كل من خصه الله تعالى بالنعم العظيمة فى الدين والدنيا، فإن الناس ينازعونه حسداً وبغياً، فذكر أولا قصة النقباء الاثنى عشر، وأخذ الله تعالى الميثاق منهم، ثم إن اليهود نقضوا ذلك الميثاق حتى وقعوا فى اللعن والقساوة، وذكر بعده شدة إصرار النصارى على كفرهم وقولهم بالتثليث بعد ظهور الدلائل القاطعة لهم على فساد ماهم عليه، وما ذلك إلا لحسدهم لمحمد ﷺ فيما آتاه الله من الدين الحق، ثم ذكر بعده قصة موسى فى محاربة الجبارين، وإصرار قومه على التمرد والعصيان، ثم ذكر بعده قصة ابنى آدم وأن أحدهما قتل الآخر حسداً منه، على أن الله تعالى قبل قربانه، وكل هذه القصص دالة عليه أن كل ذى نعمة محسود، فلما كانت نعم الله على محمد ﷺ أعظم النعم لا جرم لم يبعد اتفاق الأعداء عل استخراج أنواع المكر والكيد فى حقه، فكان ذكر هذه القصص تسلية من الله تعالى لرسوله ﷺ، لما هم قوم من اليهود أن يمكروا به وأن يوقعوا به آفة ومحنة'' (رازی، التفسیر الکبیر ۱۱/۳۳۶-۳۳۷) (گزشتہ کلام میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو، اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کرے، تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھ کو روک دیا''، چنانچہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ دشمن مسلمانوں کو آفت اور مصیبت میں مبتلا کرنا

چاہتے ہیں، لیکن اللہ تعالی اپنے فضل سے ان کی حفاظت فرماتا ہے، اوران کے دشمنوں کو انہیں اذیت پہنچانے سے روک دیتا ہے، پھر تسلی اور دل سے ان حالات کے بار کو ہلکا کرنے کے لیے، اللہ عزوجل نے بہت سے واقعات اس سلسلہ میں بیان فرمائے ہیں کہ جس کسی کو اللہ تعالی دین ودنیا کی عظیم نعمتوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے، تو لوگ ازراہ ظلم اور حسد اس کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ پہلے بارہ نقیب (نگراں وسردار) اور بنی اسرائیل سے عہد لینے کا واقعہ بیان فرمایا، پھر اس بات کو واضح کیا کہ یہود نے اس عہد کو توڑ دیا، یہاں تک کہ لعنت اور سنگ دلی میں مبتلا ہوئے، اور اس کے بعد نصاری کے فاسد عقائد پر قطعی دلائل کے قائم ہونے کے بعد بھی اپنے کفر اور تین معبود کا قول اختیار کرنے پر سخت اصرار کا ذکر فرمایا، اور ایسا انہوں نے اللہ تعالی کی طرف سے محمد ﷺ کو دین برحق عطا کرنے کی بنا پر حسد کرنے کی وجہ سے کیا، پھر اس کے بعد موسی کے بڑے زور آور لوگ یعنی قوم بنی عناق سے جنگ کرنے اور موسی علیہ السلام کی قوم کی سرکشی اور نافرمانی پر اصرار کا واقعہ بیان فرمایا ہے، پھر آدم کے دو بیٹوں کی سرگزشت بیان فرمائی ہے کہ ایک نے دوسرے کو محض اس حسد کی وجہ سے قتل کر دیا کہ اللہ تعالی نے اس کی قربانی کیوں قبول کی، اور یہ سب واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے، چونکہ سرور دوعالم محمد ﷺ پر اللہ تعالی کی عظیم نعمتیں ہیں، اس لیے ان کے حق میں نوع بہ نوع چالیں چلنے پر دشمنوں کا اتفاق یقینا مستبعد نہیں ہے، سوان واقعات کا تذکرہ اللہ تعالی کی طرف سے رسول کریم ﷺ کی تسلی ہے، اس وقت جبکہ یہود کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے سلسلہ میں چالیں چلنے اور آپ ﷺ کو مصیبت وآفت میں ڈالنے کا قصد کیا)۔

اس سے پتہ چلا کہ ہابیل وقابیل کے واقعہ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ حق کے علمبردار شیطان کے ایجنٹوں سے محتاط رہیں۔

البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان اپنے اجتماعی سلوک میں اصول پسند ہیں،

لیکن اس کے لیے ہابیل وقابیل کے قصہ سے کھینچ تان کر دلیل قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس پر کتاب وسنت کی واضح دلیلیں قائم ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :"**یاأیھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی أن لا تعدلوا، اعدلوا، ھو أقرب للتقوی واتقوا اللہ إن اللہ خبیر بما تعملون**" (۵/المائدہ:۸) (اے ایمان والو! عدل کے علم بردار بنو، اللہ کے لیے اس کی شہادت دیتے ہوئے، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہی تقوی سے قریب تر ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے)۔

علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:"**لا یحملنکم بغض قوم علی ترک العدل فیھم، بل استعملوا العدل فی کل أحد، صدیقاً کان أو عدوا**" (تفسیر القرآن العظیم ۲/۴۰، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۴ھ- ۱۹۹۴ء) (کسی قوم کی دشمنی ان کے بارے میں عدل چھوڑنے پر تمہیں آمادہ نہ کرے، بلکہ ہر شخص کے بارے میں خواہ دوست ہو یا دشمن عدل سے کام لو)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :"**من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنۃ، وإن ریحھا توجد من مسیرۃ أربعین عاماً**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۱۶۶، ۶۹۱۴، مسند احمد حدیث نمبر: ۶۷۴۵) (جو کسی ایسے شخص کو جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو، قتل کر دے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو گی)۔

کتاب وسنت کی ان نصوص سے واضح ہے کہ یہ امت اپنے اجتماعی سلوک میں اصول پسند ہے، چنانچہ دنیا کی کسی قوم کا غلط رویہ اسے راہ عدل وانصاف سے نہیں ہٹاتا ہے، اور مغرب کے برعکس، دوستوں اور دشمنوں دونوں کے لیے ان کے پاس عدل کا ایک ہی پیمانہ ہے، سو وہ دوہرے معیار اور کسوٹی کو اپنانے والی امت نہیں ہے، اور نہ ہی نسلی غرور میں مبتلا امت

ہے،لیکن اجتماعی سلوک میں اس کے اصول پسند ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اشرار ومفسدین کو دنیا میں دندناتے پھرنے کا موقع دے، اور ان کی غلامی اور ماتحتی میں زندگی گزارے، اور موجودہ دور کے حساب سے زمین سے فساد ختم کرنے کے لیے مطلوبہ اسلحہ تیار نہ کرے، گوضمناً غیر محارب افراد ان اسلحہ جات کی زد میں آجائیں، چنانچہ عموماً فقہاء حضرات نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کفار ومشرکین مسلمانوں کو ڈھال بنالیں تو اگرچہ مسلمانوں کا قتل سنگین جرم ہے، لیکن ان کی نیت کے بغیر دشمنوں پر تیر چلانا درست ہے، خواہ اس کی زد میں مسلمان شخص آجائے۔

عالمگیری میں ہے :"**وإن تترسوا بصبيان المسلمين أو بالأسارى لم يكفوا عن رميهم، ويقصدون بالرمي الكفار**" (ہندیہ، کتاب السیر، الباب الثانی فی کیفیۃ القتال ۲/ ۱۹۴، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ–۱۹۹۱ء) (اور اگر کفار مسلمانوں کے بچوں یا قیدیوں کو ڈھال بنالیں، تو مجاہدین ان پر تیر چلانے سے باز نہیں آئیں گے، اور تیر اندازی سے کفار کا قصد کریں گے)۔

اور امام نووی شافعی (م ۶۷٦ھ) لکھتے ہیں :"**وإن تترسوا بمن معهم من أسارى المسلمين، فإن كان ذلك في حال التحام الحرب جاز رميهم ويتوقى المسلم**" (نووی، المجموع، کتاب السیر ۱۹/ ۲۹٦، طبعۃ یعسوب) (اور اگر کفار اپنے پاس موجود مسلمان قیدیوں کو ڈھال بنالیں، سو اگر یہ جنگ کے بھڑکنے کی حالت میں ہو، تو ان پر تیر چلانا جائز اور (حتی الامکان) مسلمان پر تیر چلانے سے بچے)۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ضمناً غیر محارب یا خواتین یا بچوں یا مسلمانوں کے زد میں آنے سے زیادہ سنگین جرم فریضۂ جہاد کو معطل کر دینا اور مسلمانوں کا ماتحتی کی زندگی گزارنا ہے، لیکن اس حقیقت کا ادراک وہی افراد کر سکتے ہیں جو پیٹ کے پجاری نہیں، اور جو دنیا ہی کو سب کچھ نہیں سمجھتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں جان ومال کو قربان کرنے کی لذت سے آشنا ہیں، ارشاد الٰہی ہے:"**يا أيهاالذين آمنوا هل أدلكم على تجارة تنجيكم من عذاب أليم،**

تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله بأموالكم وأنفسكم ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون، يغفر لكم ذنوبكم ويدخلكم جنات تجري من تحتها الأنهار، ومساكن طيبة في جنات عدن ذلک الفوز العظيم، وأخرى تحبونها نصر من الله وفتح قريب وبشر المؤمنين" (۶۱/الصف ۱۳:-۱۵) (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات بخشے، تم ایمان لاو، اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو، اللہ تمہارے گناہ بخشے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی، اور عمدہ مکانوں میں داخل کرے گا جو ابد کے باغوں میں ہوں گے۔ دراصل بڑی کامیابی یہ ہے! اور ایک اور چیز بھی ہے جس کی تم تمنا رکھتے ہو، یعنی اللہ کی نصرت اور عنقریب ظاہر ہونے والی فتح، اور ایمان والوں کو بشارت دے دو)۔

اور فرمان باری تعالی ہے :"إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون، وعدا عليه حقا في التوراة والإنجيل والقرآن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلک هو الفوز العظيم" (۹/التوبہ ۱۱۱:) (بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کے جان ومال ان کے لیے جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، سو مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں یہ اللہ کے ذمہ ایک سچا وعدہ ہے، تورات، انجیل اور قرآن میں، اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ سو تم اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے خوشی مناؤ اور یہی دراصل بڑی کامیابی ہے)۔

۲۵ — اصل اہمیت دور رس اثر کی ہے، فوری مفادات ومصالح کے تحفظ میں الجھے رہنا مناسب نہیں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :"ولا تستوي الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي أحسن فإذا الذي بينک وبينه عداوة كأنه ولي حميم وما يلقاها إلا

الذین صبروا وما یلقاها إلا ذو حظ عظیم" (۴۱/فصلت ۳۴:-۳۵) (اور بھلائی اور برائی دونوں یکساں نہیں ہیں، تم برائی کو اس چیز سے دفع کرو جو زیادہ بہتر ہے تو تم دیکھو گے کہ وہی جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے گویا وہ ایک سرگرم دوست بن گیا ہے، اور یہ دانش نہیں ملتی، مگران ہی لوگوں جو ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں اور یہ حکمت نہیں عطا ہوتی، مگران ہی کو جو بڑے نصیب ور ہوتے ہیں)۔

سورہ "فصلت" مکی سورت ہے جس کا مرکزی مضمون دعوت اور اس کے راستہ میں پیش آنے والے آزمائشی لحات کے سلسلہ میں مسلمانوں کو ہدایت کرنا ہے، چنانچہ اہل مکہ کی معاندانہ حرکتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو صبر واستقامت کی تلقین کی گئی ہے، پھر ان کو بہتر سلوک کے ذریعہ برائی دفع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اہمیت اسلام کی خاطر اصولی موقف اختیار کرنے کی ہے جو مدت طویل میں سہی، دلوں کو جیت لیتا ہے۔

جواب:

مخالفین کے ظلم وزیادتی پر دعوت واصلاح کی خاطر صبر اور عفو ودرگزر کا رویہ اپنانا اس وقت تک زیادہ بہتر ہے جب تک مخالفین پر اچھی طرح اتمام حجت نہ ہو جائے، لیکن اگر اتمام حجت ہو چکا ہو پھر بھی مخالفین اہل حق اور دعوت حق کو مٹا دینے کی اپنی روش سے باز نہ آرہے ہوں اور زمین کو برائیوں اور منکرات سے بھر دینے کے لیے عالمی محاذ بنالیا ہو، اور غلط کاری، بدکاری اور فسق وفجور کی کھلی چھوٹ ہو اور نیکی اور اللہ کی عبادت کا دائرہ تنگ کیا جارہا ہو، اور نظام حق وعدل کے علمبرداروں کو دہشت گرد (Terrorist) قرار دینے کی عالمی سازشیں ہورہی ہوں، تو ایسی صورت میں ایسے اشرار ومفسدین کی سرکوبی فرض ہے، چنانچہ بدر واحد، اور حنین وتبوک کی جنگیں اسی بات کی شہادت دیتی ہیں، اور خود نبی کریم ﷺ اور آپ کے

صحابہ کو جن اہل مکہ کے ساتھ یہ رویہ اپنانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، ان ہی کے ساتھ اتمام حجت کے بعد نبی کریم ﷺ کو اعلان براءت کا حکم دیا گیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :

”براءة من الله ورسوله إلى الذين عاهدتم من المشركين، فسيحوا في الأرض أربعة أشهر واعلموا أنكم غير معجزي الله وأن الله مخزي الكافرين، وأذان من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر أن الله بريئ من المشركين وررسوله، فإن تبتم فهو خير لكم، وإن توليتم فاعلموا أنكم غير معجزي الله، وبشر الذين كفروا بعذاب أليم، إلا الذين عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئاً ولم يظاهروا عليكم أحداً فأتموا إليهم عهدهم إلى مدتهم إن الله يحب المتقين، فإذا انسلخ الأشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد، فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم إن الله غفور رحيم، وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه، ذلك بأنهم قوم لا يعلمون“ (۹/التوبہ ۱:–۶) (ان مشرکین سے اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان براءت ہے جن سے تم نے معاہدے کیے تھے، سو اب ملک میں چار ماہ چل پھر لو، اور جان رکھو کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے، اور اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا، اور اللہ و رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن لوگوں میں منادی کر دی جائے کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکوں سے بریٔ الذمہ ہیں، تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اگر روگردانی کرو گے تو جان رکھو کہ تم اللہ سے بھاگ نہیں سکتے اور کافروں کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو، وہ مشرکین اس سے مستثنی ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا، اور انہوں نے اس میں نہ تم سے کوئی خیانت کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، سو ان کے معاہدے ان کی قرارداد مدت تک پورے کرو، اللہ عہد شکنی سے بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے، سو جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو، ان کو پکڑو،

ان کو گھیرو، اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک لگاؤ، سو اگر یہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں، تب ان کی جان چھوڑ دو، بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے، اور اگر ان مشرکین میں سے کوئی تم سے امان کا طالب ہو تو اس کو امان دے دو، تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اس کو اس کے امان کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ کی باتوں کا علم نہیں)۔

ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ اتمام حجت کے بعد بھی مخالفین اپنی مخالفانہ روش سے باز نہ آئیں اور نظام حق وعدل کو مٹانے کی کوشش کریں، اور اس کے حاملین کو دہشت گرد (Terrorist) قرار دیں اور ان کے خلاف سارے مفسدین مل کر عالمی محاذ بنالیں، تو ایسی حالت میں ان کی سرکوبی فرض ہے اور اس کے لیے درکار اسلحہ کی تیاری بھی فرض ہے، اور موجودہ دور میں اشرار ومفسدین کے فساد کا خاتمہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے کہ مسلمان متحد ہو کر عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) تیار کریں، لہذا ان پر ان اسلحہ جات کی تیاری فرض ہے۔

اور عام طور سے فقہاء اسلام نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخالفین پر اتمام حجت کے بعد ہی کاروائی درست ہے، چنانچہ امام سرخسی رقمطراز ہیں :"**وإذا لقي المسلمون المشركين، وكانوا لم يبلغهم الإسلام، فليس لهم أن يقاتلوهم حتى يدعوهم لقوله تعالى :"وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا** " (۱۷/الاسراء:۱۵)۔ **وبه أوصى رسول الله**ﷺ **أمراء الجيوش، فقال :"فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله، فإن أجابوك فاقبل منهم، وإن هم أبوا فاستعن بالله عليهم وقاتلهم** " (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۷۳۱)، **ولأنهم ربما يظنون أنا نقاتلهم طمعاً في أموالهم وسبي نسائهم وذراريهم، ولو علموا أنا نقاتلهم على الدين، لأجابوا إلى ذلك من غير أن تقع الحاجة إلى القتال، وفي تقديم عرض الإسلام عليهم دعاء إلى سبيل الله بالحكمة والموعظة الحسنة،**

فيجب البداية به " (سرخسی، شرح السیر الکبیر، باب الدعاء عند القتال ۱/۵۶، ط۱: بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء) (مسلمانوں کا جب مشرکین سے آمنا سامنا ہو، اور انہیں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو، تو ان کے لیے روا نہیں کہ انہیں دعوت دینے سے پہلے ان سے جنگ کریں، اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : "اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کسی رسول کو بھیج نہ دیں" اور اسی کی ہدایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سپہ سالاروں کو کی، چنانچہ فرمایا : "سو انہیں اس بات کی گواہی کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اگر وہ قبول کرلیں، تو ان سے اس بات کو قبول کرلو، اور اگر وہ اس بات سے انکار کردیں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو، اور اس لیے کہ وہ بسا اوقات گمان کرسکتے ہیں کہ ہم ان کے مال اور ان کی خواتین اور بچوں کو قید کرنے کے لالچ میں ان سے جنگ کررہے ہیں، اور اگر ان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ ہم ان سے دین کے معاملہ کے سلسلہ میں جنگ کررہے ہیں، تو جنگ کی ضرورت پیش آئے بغیر وہ اسے قبول کرلیں، اور پہلے ان کے سامنے اسلام کی دعوت رکھنے کے اندر اللہ کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دینا ہے، لہذا اس سے آغاز کرنا واجب ہے)۔

اور یہ بات جگ ظاہر ہے کہ اس وقت اسلام کی بھلائی اور نیکی کی دعوت شہر اور دیہات کے گھر گھر میں پہنچ چکی ہے، اور دشمنان انسانیت اور مخالفین اسلام پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اس کے باوجود ان کی سرکشی اور نظام حق وعدل کو مٹانے کی کوشش برابر جاری ہے، اور ان اشرار ومفسدین کی وجہ سے انسانیت گمراہ رہی ہے، اور اللہ کی زمین شر وفساد سے بھر چکی ہے، لہذا ان کے قلع قمع کے لیے امت اسلامیہ پر عام تباہی مچانے والے اسلحہ (Weapons of Mass Destruction:WMD) کی تیاری فرض ہے اور ان اسلحہ جات کا استعمال ضرورت پڑنے پر مباح ہے۔

عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تجارت کا شرعی حکم:

گزشتہ تفصیل سے عام تباہی مچانے والے ہتھیاروں کی تجارت کے سلسلہ میں درج ذیل شرعی احکام ظاہر ہوتے ہیں:

۱- چونکہ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری اور ضرورت پڑنے پر ان کا استعمال مباح ہے، لہٰذا ان کی تجارت اور خرید و فروخت بھی مباح ہے، بشرطیکہ چوتھے باب میں مذکور شرعی ضابطے کے ساتھ ہو۔

۲- افراد اور غیر منظم گروہ سے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تجارت اور خرید و فروخت جائز نہیں ہے، تاکہ ملک اور دنیا انتشار اور بدامنی سے پاک رہے، اور ان اسلحہ جات کا غلط استعمال نہ ہو سکے اور فساد کا ذریعہ نہ بنے، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لا ضرر و لا ضرار**" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۳۴۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (نہ ابتداء ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ ہی بہ طور مقابلہ کہ دو میں سے ہر شخص دوسرے کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے)۔

اور فقہاء نے عام طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن سے ملک و معاشرہ میں بدامنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، ان کے ہاتھ اسلحہ بیچنا ناجائز ہے، چنانچہ "ہندیہ" میں ہے:
"**ویکرہ بیع السلاح من أهل الفتنة فی عساکرهم، ولا بأس ببیعه بالکوفة ممن لم یدر أنه من أهل الفتنة، وهذا فی نفس السلاح، فأما ما لا یقاتل به إلا بصنعة کالحدید فلا بأس به**" (عالمگیری ۲/۲۸۵، کتاب السیر، الباب العاشر فی البغاۃ، ط۲:، مصر، بولاق ۱۳۱۰ھ) (اور فتنہ پروروں سے ان کے لشکر میں ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے، اور کوفہ (جو عام طور سے فتنہ والا شہر سمجھا جاتا ہے) میں اس شخص کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ فتنہ پروروں میں سے ہے اور یہ بعینہ ہتھیار

کا حکم ہے، رہا وہ مادہ جس سے کاریگری کے بغیر جنگ نہ کی جا سکے، جیسے لوہا، تو اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

اور یہی حکم ان تمام افراد کا ہے جن سے ملک اور معاشرہ میں بدامنی مچنے کا خطرہ ہو، چنانچہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں: "**أطلق فی أهل الفتنة، فشمل البغاة وقطاع الطريق واللصوص**" (ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاة ۵/ ۱۵۵، ط: ۲، بیروت، دار الکتاب الاسلامی) (مصنف نے فتنہ پروروں کو مطلق رکھا ہے، لہذا ان میں بغاوت کرنے والے، رہزن ڈاکو اور چور سب شامل ہیں)۔

خاتمہ

عالمگیر پیغام الٰہی کی حامل امت اسلامیہ آج نازک ترین دور سے گزر رہی ہے، چنانچہ دنیا دوں کی دلدادہ ہوکر اس نے اپنے نصب العین اور مقام و مرتبہ کو ہی فراموش کر ڈالا ہے، ایک طرف وہ دین سے اس قدر دور ہو چکی ہے کہ دین کے بنیادی عقائد و اصول سے بھی ناواقف ہے، عام طور سے ان کی زندگی کا دار و مدار چند روایات، روایتی اعمال و تقریبات اور رسوم و رواج پر رہ گیا ہے، اگر کتاب اللہ اور سنت رسول سے کچھ تعلق ہے بھی تو وہ از راہ برکت و ثواب ہے، اور ان میں سے اکثریت کے ذہن و دماغ میں آخرت اور اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہوکر حساب و کتاب دینے کا خیال بھی نہیں آتا ہے، بلا شبہ ملت میں اب بھی کچھ دانشمند، باشعور اور دینی احکام پر کاربند رہنے والے لوگ موجود ہیں، لیکن ان کی تعداد معمولی ہے، عام اکثریت دین سے ناواقف ہے، اللہ سے بے نیاز قرآن و سنت سے دور اور دینی تعلیم سے بے پروا ہے۔

دوسری طرف وہ اپنی تاریخ کے بدترین سیاسی زوال سے دوچار ہے اور دشمنان اسلام کے نرغہ میں ہے، جس کی وجہ سے وہ پستی، بزدلی، احساس کہتری، غلامی، محکومی اور ماتحتی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

بہ ظاہر اسے اس کا کھویا ہوا مقام اس وقت تک نہیں مل سکتا ہے جب تک کہ وہ دین سے مضبوط تعلق نہ جوڑے، اور دشمنان انسانیت کی سازش کو نہ سمجھے، اور اشرار و مفسدین کے فساد سے زمین کو پاک کرنے کے لیے تیار نہ ہو، اور اس کے لیے مطلوبہ قوت کی تیاری نہ کرے، چنانچہ اسی مقصد سے ''جدید اسلحہ کی تجارت، فقہ اسلامی کی روشنی میں'' کے موضوع پر قلم اٹھایا گیا،

تا کہ امت اسلامیہ جدید اسلحہ کی اہمیت اور تجارت کے احکام سمجھ سکے۔

اب اخیر میں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس بحث کا خلاصہ تحریر کریں، جو درج ذیل ہے:

۱— جدید اسلحہ سے مراد وہ ہتھیار ہیں جن کا گزشتہ دور میں انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، اور جو اپنی نوعیت میں روایتی اور قدیم ہتھیار سے بالکل الگ ہیں۔

۲— اسلام میں کسب معاش کی بڑی اہمیت ہے چنانچہ وہ اس کی نگاہ میں فرض ہے، اور دنیا بے زاری، دنیا کی تحقیر و تذلیل، خستہ حالی، شکستگی، غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کا مطلب اس کی نظر میں دینداری نہیں ہے۔

۳— اسلامی تعلیمات انسان کو اعتدال پسندی کا سبق دیتی ہے، اور دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتی ہے، اور چاہتی ہے کہ انسان مادی و معاشی خوشحالی حاصل کرے، لیکن وہ اسے نماز اور دیگر دینی فرائض سے غافل نہ کرے، یعنی کسب معاش اعتدال کے ساتھ ہو۔

۴— تجارت کے سلسلہ میں شریعت نے بہت سے عمومی ضابطے دیئے ہیں، جن کا مقصد معاملہ کی شفافیت، جھوٹ، فریب اور ملاوٹ سے پرہیز ہے۔

۵— اسلحہ کی تجارت کے سلسلہ میں بھی شریعت نے بہت سے ضابطے مقرر کئے ہیں، جن کا مقصد افراد، معاشرہ، ملک اور دنیا کے امن و امان کا تحفظ ہے۔

۶— عمومی قسم کے جدید اسلحہ سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز ہے۔

۷— عمومی قسم کے جدید ہتھیاروں کی تجارت شرعاً مباح ہے، اور مختلف حالات میں اس کے احکام مختلف ہوسکتے ہیں۔

۸— ممنوعہ جدید اسلحہ کی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے۔

۹— عام تباہی مچانے والے جدید اسلحہ کی تیاری امت پر فرض ہے، تا کہ مفسدین کے فساد سے دنیا پاک ہو، اور توازن کی حالت بنی رہے۔

۱۰۔ دیگر اسلحہ سے اشرار و مفسدین کے شر وفساد کے زائل نہ ہونے کی صورت میں عام تباہی مچانے والے اسلحہ کا استعمال مباح ہے۔

۱۱۔ عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تیاری اور استعمال کے جواز (Justification) پر اشکالات رکیک اور کمزور ہیں۔

۱۲۔ حکومتی سطح پر عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تجارت جائز ہے، جبکہ شرعی ضابطے کے ساتھ ہو۔

۱۳۔ افراد اور غیر منظم گروہ سے عام تباہی مچانے والے اسلحہ کی تجارت جائز نہیں ہے، تاکہ ملک انتشار اور بدامنی کا شکار نہ ہو اور دنیا فتنہ وفساد سے محفوظ رہے۔

فہرست مصادر ومراجع

۱- القرآن الكريم۔

۲- ابن ابى شيبة، أبوبكر بن أبى شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستى العبسى (ت :۲۳۵ھ)، الكتاب المصنف فى الأحاديث والآثار، تحقيق :كمال يوسف الحوت، ط: ۱، الرياض، مكتبة الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳- ابن أبى شيبة، الأدب، تحقيق :د۔ القهوجى، ط : ۱، بيروت، دار البشائر الإسلامية، ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م۔

۴- ابن الجارود، أبومحمد عبد الله بن على (ت:۳۰۷ھ)، المنتقى من السنن المسندة، تحقيق :البارودى، ط : ۱، بيروت، مؤسسة الكتاب الثقافية، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م۔

۵- ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التميمى، أبوحاتم ، الدارمى، البستى (ت:۳۵۴ھ)، صحيح ابن حبان، تحقيق : شعيب الأرنؤوط، ط: ۱، بيروت، موسسة الرسالة، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م۔

۶- ابن حجر، أحمد بن على (ت :۸۵۲ھ)، فتح البارى، بيروت، دار المعرفة، ۱۳۷۹ھ۔

۷- ابن حنبل، أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد، أبو عبد الله، الشيبانى (ت: ۲۴۱ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، تحقيق :شعيب الأرنؤوط،

عادل مرشد، وآخرين، ط : ١، مؤسسة الرسالة، ١٤٢١ھ-٢٠٠١م۔

٨- ابن خزيمة، أبوبكر محمد بن إسحاق (ت : ٣١١ھ) ، صحيح ابن خزيمه، تحقيق :الاعظمی، بيروت، المكتب الإسلامی۔

٩- ابن خلدون أبو زيد، ولی الدين الحضرمی الإشبيلی، عبد الرحمن بن محمد (م:٨٠٨ھ)، مقدمه ابن خلدون، تحقيق :خليل شحادة، ط :٢، بيروت، دار الفكر، ١٤٠٨ھ-١٩٨٨م۔

١٠- ابن رشد الجد، القرطبی، أبو الوليد محمد بن أحمد (م:٥٢٠ھ)، البيان والتحصل والشرح والتوجيه والتعليل للمسائل المستخرجة، تحقيق : د۔حجی وآخرين، ط :٢، بيروت، دار الغرب، ١٤٠٨ھ-١٩٨٨م۔

١١- ابن رشد الحفيد، أبو الوليد محمد بن أحمد (ت :٥٩٥ھ) ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، القاهرة، دار الحديث، ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤م۔

١٢- ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقی الحنفی (ت :١٢٥٢ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، ط :٢، بيروت، دار الفكر، ١٤١٢ھ-١٩٩٢م۔

١٣- ابن عاشور، التحرير والتنوير، الدار التونسية للنشر، ١٩٨٤م۔

١٤- ابن عبد البر، أبوعمر يوسف بن عبد الله (ت:٤٦٣ھ)، الكافی فی فقه أهل المدينة، تحقيق :محمد الموريتانی، ط :٢، السعودية، مكتبة الرياض الحديثة، ١٤٠٠ھ-١٩٨٠م۔

١٥- ابن عبد السلام، أبومحمد عز الدين عبد العزيز (ت :٦٦٠ھ) قواعد الأحكام فی مصالح الأنام، القاهرة، مكتبة الكليات الأزهرية، ١٤١٤ھ-١٩٩١م۔

١٦- ابن العربى، الاشبيلى المالكى، أبو بكر محمد بن عبد الله القاضى، أحكام القرآن، ط :٣، بيروت، العلمية، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م.

١٧- ابن عطية، الأندلسى المحاربى، أبو محمد عبد الحق بن غالب (م:٥٤٢هـ)، المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، تحقيق :عبد السلام، بيروت، العلمية، ط :١، ١٤٢٢هـ.

١٨- ابن فارس، أحمد بن فارس بن زكرياء القزوينى الرازى، أبو الحسين (ت:٣٩٥هـ)، معجم مقاييس اللغة، تحقيق :عبد السلام محمد هارون، دار الفكر، ١٣٩٩هـ-١٩٧٩م.

١٩- ابن قدامة، عبد الله بن أحمد (ت :٦٢٠هـ)، المغنى، مكتبة القاهرة، ١٣٨٨هـ-١٩٦٨م.

٢٠- ابن قدامة، الكافى فى فقه الإمام أحمد، ط: ١، العلمية، ١٤١٤هـ-١٩٩٤م.

٢١- ابن القيم، محمد بن ابى بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (ت :٧٥١هـ)، الطريق الحكمية، مكتبة دار البيان، بدون طبعة وبدون تاريخ.

٢٢- ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشى البصرى ثم الدمشقى (ت:٧٧٤هـ)، تفسير القرآن العظيم، ط :١، تحقيق :شمس الدين، بيروت، العلمية، ١٤١٩هـ.

٢٣- الآلوسى، شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسينى، (م ک ١٢٧٠هـ)، روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، ط :١، بيروت، العلمية، ١٤١٥هـ.

٢٤- ابن ماجة، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزوينى، وماجه اسم أبيه يزيد (ت :

٢٧٣هـ)، سنن ابن ماجه، تحقيق :محمد فؤاد عبد الباقى، دار إحياء الكتب العربية.

٢٥- ابن مازه الحنفى، أبو المعالى، محمود بن أحمد (ت :٦١٦هـ) المحيط البرهانى، ط :١، بيروت، العلمية، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٤م.

٢٦- ابن منظور الافريقى المصرى، أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم (ت :٧١١هـ)، لسان العرب، ط :١، بيروت، دار صادر ٢٠٠٠م.

٢٧- ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم (ت :٩٧٠هـ)، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ط :٢، دار الكتاب الإسلامى، بدون تاريخ.

٢٨- ابن نجيم، الأشباه و النظائر، بيروت، العلمية، ط: ١، ١٤١٩هـ-١٩٩٩م.

٢٩- ابن وهب، المصرى القرشى أبو محمد عبد الله بن وهب (ت :١٩٧هـ)، الجامع فى الحديث، تحقيق :د. مصطفى حسن، ط :١، الرياض، دار ابن الجوزى، ١٤١٦هـ-١٩٩٥م.

٣٠- ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسى (ت :٨٦١هـ)، فتح القدير، بيروت، دار الفكر، بدون طبعة و بدون تاريخ.

٣١- أبو يعلى، أحمد بن على بن المثنى بن يحيىٰ بن عيسى بن هلال التميمى، الموصلى (المتوفى :٣٠٧هـ)، مسند أبى يعلى، تحقيق :حسين سليم أسد، ط :١، دمشق، دار المأمون للتراث، ١٤٠٤هـ-١٩٨٤م.

٣٢- ابن مودود، عبد الله بن محمود الموصلى الحنفى (ت:٦٨٣هـ)، الاختيار لتعليل المختار، القاهرة، الحلبى.

٣٣- البخارى، محمد بن اسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، أبو عبد الله (ت:٢٥٦هـ)، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول

الله ﷺ وسننه وأيامه المعروف بصحيح البخارى، ط: ا، تحقيق : محمدزهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة، ١٤٢٢هـ.
٣٤- البخارى، الأدب المفرد، تحقيق :سمير بن أمين الزهيرى، ط :ا، الرياض، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.
٣٥- البزار، أبوبكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكى (ت :٢٩٢هـ)، مسند البزار، تحقيق :محفوظ الرحمن زين الله وآخرين، ط: ا، المدينة المنورة، مكتبة العلوم والحكم، ١٩٨٨م.
٣٦- البغوى، محى السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء (ت:٥١٦هـ)، شرح السنة، بيروت، المكتب الإسلامى، ط :٢، ١٤٠٣هـ-١٩٨٣م.
٣٧- أبو داؤد، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدى السجستانى (ت:٢٧٥هـ)، سنن أبى داؤد، بيروت، المكتبة العصرية.
٣٨- أبوداؤد، المراسيل، تحقيق :شعيب الأرناؤوط، ط :ا، بيروت، مؤسسة الرسالة، ١٤٠٨هـ.
٣٩- ابن هشام، جمال الدين، أبومحمد، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميرى المعافرى (م:٢١٣هـ)، السيرة النبوية، ط :٢، تحقيق :السقا، مصر، البابى، ١٣٧٥هـ-١٩٥٥م.
٤٠- أبويوسف، يعقوب بن إبراهيم (ت:١٨٢هـ)، الرد على سير الأوزاعى، ط: ا، حيدرآباد، لجنة إحياء المعارف النعمانية.
٤١- البابرتى، أكمل الدين أبو عبد الله، محمد بن محمد (م :٧٨٦هـ)، العناية، بيروت، دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ.
٤٢- البجيرمى الشافعى، سليمان بن محمد بن عمر (م: ١٢٢١هـ)، حاشية

البجيرمي على الخطيب، بيروت، دار الفكر، ١٤١٥هـ-١٩٩٥م.
٤٣- البهوتي، منصور بن يونس بن صلاح الدين بن حسن بن إدريس الحنبلي (ت : ١٠٥١هـ)، كشاف القناع عن متن الإقناع، بيروت، دار الكتب العلمية.
٤٤- البهوتي، شرح منتهى الإرادات، ط: ١، عالم الكتب، ١٤١٤هـ-١٩٩٣م.
٤٥- البيضاوي، ناصر الدين عبدالله بن عمر (ت :٦٨٥هـ)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، تحقيق :المرعشلي، ط : ١، بيروت، دار الاحياء ١٤١٨هـ.
٤٦- البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبوبكر (ت:٤٥٨هـ)، السنن الكبرى، تحقيق :عطا، ط:٢، بيروت، العلمية، العلمية، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م.
٤٧- البيهقي، شعب الإيمان، تحقيق :د. حامد، ط :١، الرياض، مكتبة الرشد، ١٤٢٣هـ-٢٠٠٣م.
٤٨- البيهقي، السنن الصغير، تحقيق :أمين قلعجي، كراتشي، باكستان، جامعة الدراسات الإسلامية، ١٤١٠هـ-١٩٨٩م.
٤٩- الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، أبوعيسى (ت :٢٧٩هـ)، سنن الترمذي، تحقيق وتعليق :أحمد محمد شاكر وآخرين، ط :٢، مصر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٣٩٥هـ-١٩٧٥م.
٥٠- الجصاص الرازي، أحمد بن علي (ت: ٣٧٠هـ)، أحكام القرآن، تحقيق : شاهين، ط : ١، بيروت، العلمية، ١٤١٥هـ-١٩٩٤م.
٥١- الجويني، امام الحرمين، أبو المعالي، عبد الملك بن عبد الله بن يوسف

(ت:٤٧٨هـ) نهاية المطلب في دراية المذهب، تحقيق :الديب، ط: ١، دار المنهاج، ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م.

٥٢- الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (ت:٤٠٥هـ)، المستدرك على الصحيحين، تحقيق :مصطفى عبد القادر عطا، ط :١، بيروت، دار الكتب العلمية، ١٤١١هـ-١٩٩٠م.

٥٣- الحجاوي الحنبلي، أبو النجا موسى بن أحمد (ت :٩٦٨هـ)، الإقناع في فقه الإمام أحمد، تحقيق :السبكي، بيروت، دار المعرفة.

٥٤- الحصكفي، محمد بن علي (ت :١٠٨٨هـ)، الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ط:٢، بيروت، دار الفكر، ١٤١٢هـ-١٩٩٢م.

٥٥- الحميدي، أبو بكر عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبيد الله القرشي الأسدي المكي (ت:٢١٩هـ)، مسند الحميدي، تحقيق :حسن سليم أسد الداراني، ط: ١، دمشق، دار السقا، ١٩٩٦م.

٥٦- الخازن، أبو الحسن، علاء الدين علي بن محمد (م :٧٤١هـ)، لباب التأويل في معاني التنزيل، تحقيق :شاهين، بيروت، العلمية، ط :١، ١٤١٥هـ.

٥٧- الخرشي المالكي، محمد بن عبد الله (ت :١١٠١هـ)، شرح مختصر خليل، بيروت، دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ.

٥٨- الخطيب الشربيني الشافعي شمس الدين، محمد بن أحمد (م :٩٧٧هـ)، مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ط :١، بيروت، العلمية، ١٤١٥هـ-١٩٩٤م.

٥٩- الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي (ت:٣٨٥هـ)،

سنن الدارقطني، ط: ١ ، بيروت، الرسالة، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٤م.
٦٠- الدارمي، أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد، التميمي السمرقندي (ت:٢٥٥هـ)، مسند الدارمي المعروف ب "سنن الدارمي" ، تحقيق :حسين سليم أسد الداراني، ط :١ ، السعودية، دار المغني للنشر والتوزيع، ١٤١٢هـ-٢٠٠٠م.
٦١- الدردير المالكي، أبو البركات أحمد بن محمد (ت: ١٢٠١هـ)، الشرح الكبير مع حاشية الدسوقي، دار الفكر، بدون طبعة وبدون تاريخ.
٦٢- الديلمي، شيرويه بن شهردار بن شيرويه بن فناخسرو، أبو شجاع الهمذاني (ت: ٥٠٩هـ)، الفردوس بمأثور الخطاب، تحقيق :السعيد بن بسيوني زغلول، ط: ١ ، بيروت.
٦٣- الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله، محمد بن أحمد (ت:٧٤٨هـ)، تحقيق: شعيب الأرناؤوط وآخرين، بيروت، مؤسسة الرسالة، ط :٣، ١٤٠٥هـ-١٩٨٥م.
٦٤- الرازي الحنفي، زين الدين أبو عبد الله، محمد بن أبي بكر (م:٦٦٦هـ) ، تحفة الملوك، تحقيق :د.عبد الله، بيروت، دار البشائر الإسلامية، ط: ١ ،١٤١٧هـ.
٦٥- الرازي الشافعي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي البكري الملقب بفخر الدين الرازي ابن خطيب الري (ت:٦٠٦هـ)، مفاتيح الغيب، ط :٣، بيروت، دار احياء التراث العربي، ١٤٢٠هـ.
٦٦- الرافعي الشافعي، القزويني عبد الكريم بن محمد (م :٦٢٣هـ) ، فتح العزيز بشرح الوجيز، بيروت، دار الفكر.

٦٧- الرحيباني الحنبلي، مصطفى بن سعد (ت:١٢٤٣ه)، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى، ط:٢، المكتب الإسلامي، ١٤١٥ه-١٩٩٤م.
٦٨- الرازي، أبو عبدالله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي البكري الملقب بفخر الدين الرازي ابن خطيب الري (ت :٦٠٦ه)، مفاتيح الغيب، ط :٣، بيروت، دار إحياء التراث العربي، ١٤٢٠ه.
٦٩- الرعيني المالكي، أبو عبد الله محمد بن محمد (ت:٩٥٤ه)، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، ط:٣، بيروت، دار الفكر، ١٤١٢ه-١٩٩٢م.
٧٠- الرملي الشافعي، شمس الدين محمد (ت:١٠٠٤ه)، نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، بيروت، دار الفكر، ١٤٠٤ه-١٩٨٤م.
٧١- الروياني، أبوبكر محمد بن هارون (ت:٣٠٧ه)، مسند الروياني، تحقيق :أيمن علي أبي يماني، القاهرة، ط :١، مؤسسة قرطبة، ١٤١٦ه.
٧٢- الزبيدي الحنفي، أبوبكر بن علي بن محمد الحدادي (م :٨٠٠ه)، الجوهرة النيرة على مختصر القدوري، ط :١، المطبعة الخيرية، ١٣٢٢ه.
٧٣- الزحيلي محمد مصطفى، القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، دمشق، دار الفكر، ط :١، ١٤٢٧ه-٢٠٠٦م.
٧٥- الزيلعي الحنفي، فخر الدين، عثمان بن علي (م:٧٤٣ه)، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ط: ١، القاهرة، الأميرية، ١٣١٣ه.
٧٦- السبكي، تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين (ت: ٧٧١ه)، الأشباه والنظائر، بيروت، العلمية، ط :١، ١٤١١ه-١٩٩١م.

٧٧- السرخسی، محمد بن أحمد بن أبی سهل (ت :٤٨٣ھ)، المبسوط بیروت، دار المعرفة، ١٤١٤ھ-١٩٩٣م۔
٧٨- السرخسی، محمد بن أحمد بن أبی سهل (ت:٤٨٣ھ)، شرح السیر الکبیر، الشرکة الشرقیة للإعلانات، ١٩٧١م۔
٧٩- السعدی، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله (م:١٣٧٦ھ)، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، تحقیق :اللویحق، ط :١، بیروت، الرسالة، ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م۔
٨٠- السغدی الحنفی، أبو الحسن، علی بن الحسین (م: ٤٦١ھ)، النتف فی الفتاوی، تحقیق :الناهی، بیروت، الرسالة، ط :٢، ١٤٠٤ھ-١٩٨٤م۔
٨١- السمرقندی، أبو اللیث نصر بن محمد (م :٣٧٣ھ)، بحر العلوم، تحقیق :د۔مطرجی، ط :١، بیروت، دار الفکر۔
٨٢- السنامی الحنفی، عمر بن محمد بن عوض (م :٧٣٤ھ)، نصاب الاحتساب، تحقیق :د۔ مریزن عسیری، مکة المکرمة، مکتبة الطالب الجامعی، ط :١، ١٤٠٦ھ-١٩٨٦م۔
٨٣- السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن بن أبی بکر (ت: ٩١١ھ)، الأشباه والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیة، ط :١، ١٤١١ھ-١٩٩٠م۔
٨٤- الشافعی، أبو عبد الله محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی المکی (ت :٢٠٤ھ)، الأم، بیروت، دار المعرفة ١٤١٠ھ-١٩٩٠م۔
٨٥- الشرنبلالی المصری الحنفی، حسن بن عمار (ت :١٠٦٩ھ)، مراقی الفلاح شرح متن نور الإیضاح، ط :١، المکتبة العصریة،

١٤٢٥هـ-٢٠٠٥م.
٨٦- الشوكانى، محمد بن على بن محمد (ت :١٢٥٠هـ)، السيل الجرار المتدفق على حدائق الأزهار، بيروت، دار ابن حزم.
٨٧- الشيبانى، أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد (ت :١٨٩هـ) الكسب، تحقيق :د.سهيل زكار، دمشق، حرصونى، ط :١، ١٤٠٠هـ.
٨٨- شيخى زاده المعروف بداماد آفندى، عبد الرحمن بن محمد (م : ١٠٧٨هـ)، مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، بيروت، دار إحياء التراث العربى، بدون طبعة وبدون تاريخ.
٨٩- الصاوى، أبو العباس أحمد بن محمد (ت :١٢٤١هـ)، بلغة السالك لأقرب المسالك، المعروف بحاشية الصاوى، دار المعارف، بدون طبعة وبدون تاريخ.
٩٠- الصنعانى، أبو إبراهيم، عز الدين، الأمير، محمد بن إسماعيل، (ت : ١١٨٢هـ)، القاهرة، دار الحديث، بدون طبعة وبدون تاريخ.
٩١- الطبرانى، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى، أبو القاسم (ت :٣٦٠هـ)، المعجم الكبير، تحقيق :حمدى بن عبد المجيد السلفى، ط :٢، القاهرة، مكتبة ابن تيمية، ١٤١٥هـ-١٩٩٤م.
٩٢- الطبرانى، المعجم الأوسط، تحقيق :طارق بن عوض الله بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسينى، القاهرة، دار الحرمين.
٩٣- الطبرانى، الروض الدانى "المعجم الصغير"، تحقيق :محمد شكور محمود الحاج أمرير، ط :١، بيروت، المكتب الإسلامى، ١٤٠٥هـ-١٩٨٥م.

٩٤- الطبرى، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملى، أبو جعفر (ت:٣١٠هـ)، جامع البيان فى تأويل القرآن، تحقيق :أحمد محمد شاكر، ط :١، موسسةالرسالة، ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م۔

٩٥- الطيالسى، أبو داؤد سليمان بن داؤد بن الجارود البصرى (ت :٢٠٤هـ)، مسند أبى داؤد الطيالسى، تحقيق :الدكتور محمد بن عبد المحسن التركى، ط :١، مصر، دارهجر، ١٤١٩هـ-١٩٩٩م۔

٩٦- العثيمين، محمد بن صالح بن محمد (ت :١٤٢١هـ)، الأصول من علم الأصول، بيروت، دارابن الجوزى، ١٤٢٦هـ۔

٩٦- عبد الحميد بن حميد بن نصر، أبو محمد، الكسى ويقال له :الكشى، (ت :٢٤٩هـ)، المنتخب من مسند عبد بن حميد، تحقيق :صبحى البدرى السامرائى، محمود محمد خليل الصعيدى، القاهرة، مكتبة السنة، ط :١، ١٤٠٨هـ-١٩٨٨م۔

٩٨- عبد الرزاق بن همام بن نافع، أبوبكر، الحميرى اليمانى الصنعانى (المتوفى :٢١١هـ)، المصنف، تحقيق :حبيب الرحمن الأعظمى، ط : ٢، الهند، المجلس العلمى، ١٤٠٣هـ۔

٩٩- عليش المالكى، أبو عبد الله محمد بن أحمد (ت :١٢٩٩هـ)، بيروت، دار الفكر، ١٤٠٩هـ-١٩٨٩م۔

١٠٠- العمرانى الشافعى، أبو الحسين يحيىٰ بن أبى الخير (ت :٥٥٨هـ)، البيان فى مذهب الإمام الشافعى، تحقيق :النورى، ط :١، جدة، دارالمنهاج، ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م۔

١٠١- العينى، بدر الدين، أبو محمد محمود بن أحمد (ت :٨٥٥هـ)، عمدة

القارى شرح صحيح البخارى، بيروت، دار إحياء التراث العربى۔
١٠٢- القرافى المالكى، أبو العباس شهاب الدين، أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن (ت :٦٨٤ھ)، الذخيرة، بيروت، دار الغرب الإسلامى، ط :١، ١٩٩٤م۔
١٠٣- القرطبى، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبى بكر بن فرح الأنصارى الخزرجى شمس الدين (ت :٦٧١ھ)، الجامع لأحكام القرآن، تحقيق : أحمد البردونى وإبراهيم أطفيش، ط :٢، القاهرة، دار الكتب المصرية، ١٣٨٤ھ-١٩٦٤م۔
١٠٤- القنوجى، أبو الطيب محمد صديق خان بن حسن (م :١٣٠٧ھ)، فتح البيان فى مقاصد القرآن، بيروت، المكتبة العصرية، ١٤١٢ھ-١٩٩٢م۔
١٠٥- الكاسانى، علاء الدين، أبوبكر بن مسعود (ت :٥٨٧ھ)، بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ط :٢، بيروت، العلمية، ١٤٠٦ھ-١٩٨٦م۔
١٠٦- الكردرى الحنفى ابن البزاز محمد بن محمد (م :٨٢٧ھ)، الفتاوى البزازية، بهامش الجزء الخامس من الهندية، القاهرة، الأميرية، ١٣١٠ھ۔
١٠٧- الكلاعى، أبو الربيع، سليمان بن موسى بن سالم بن حسان الحميرى (م : ٦٣٤ھ)، الاكتفاء بما تضمنه من مغازى رسول الله ﷺ والثلاثة الخلفاء، تحقيق :عز الدين، ط: ١، بيروت، عالم الكتب، ١٤١٧ھ۔
١٠٨- مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحى المدنى (ت :١٧٩ھ) موطأ الإمام مالك، تحقيق :محمد فؤاد عبد الباقى، بيروت، دار احياء التراث

العربى، ١٤٠٦هـ-١٩٨٥م.
١٠٩- الماوردى، أبو الحسن على بن محمد الشافعى (ت :٤٥٠هـ)، الإقناع فى الفقه الشافعى.
١١٠- الماوردى، الحاوى الكبير فى فقه مذهب الإمام الشافعى، تحقيق : معوض والموجود، ط:١، بيروت، دار الكتب العلمية، ١٤١٩هـ-١٩٩٩م.
١١١- المرداوى الحنبلى، علاء الدين أبو الحسن على بن سليمان (م :٨٨٥هـ)، الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف، ط :٢، بيروت، دار إحياء التراث العربى.
١١٢- المرغينانى الفرغانى أبو الحسن برهان الدين، على بن أبى بكر بن عبد الجليل (م :٥٩٣م)، الهداية فى شرح بداية المبتدى، تحقيق :طلال يوسف، بيروت، دار إحياء التراث العربى، بدون تاريخ.
١١٣- مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيرى النيسابورى (ت :٢٦١هـ)، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ المعروف بصحيح مسلم، تحقيق :محمد فؤاد عبد الباقى، بيروت، دار إحياء التراث العربى.
١١٤- معمر بن أبى عمرو راشد الأزدى مولاهم، أبو عروة البصرى، نزيل اليمن (ت :١٥٣هـ)، الجامع، تحقيق :حبيب الرحمن الأعظمى، ط :٢، باكستان، المجلس العلمى، ١٤٠٣هـ.
١١٥- المنبجى الحنفى، جمال الدين، أبو محمد، على بن أبى يحيىٰ زكريا بن مسعود الأنصارى الخزرجى (ت :٦٨٦هـ)، اللباب فى الجمع بين السنة

والكتاب، ط :٢، بيروت، دار القلم، ١٤١٤هـ-١٩٩٤م.
١١٦- المواق المالكى، محمد بن يوسف (ت :٨٩٧هـ)، التاج والإكليل لمختصر خليل، ط :١، العلمية، ١٤١٦هـ-١٩٩٤م.
١١٧- النسائى، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن على الخراسانى، (ت : ٣٠٣هـ)، تحقيق :عبد الفتاح أبو غدة، ط :٢، حلب، مكتب المطبوعات الإسلامية، ١٤٠٦هـ-١٩٨٦م.
١١٨- النسفى، أبو البركات عبد الله بن أحمد (ت :٧١٠هـ)، كنز الدقائق مع تبيين الحقائق، القاهرة، الأميرية، ط :١، ١٣١٣هـ.
١١٩- النووى، أبو زكريا محى الدين يحيىٰ بن شرف (ت :٦٧٦هـ) المجموع شرح المهذب، بيروت، دار الفكر.
١٢٠- النووى، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ط :٢، بيروت، دار الإحياء، ١٣٩٢هـ.
١٢١- النووى، روضة الطالبين وعمدة المفتين، تحقيق :زهير الشاويش، بيروت، المكتب الإسلامى، ١٤١٢هـ-١٩٩١م.
١٢٢- الهيتمى، ابن حجر، أحمد بن محمد بن على (ت :٩٧٤هـ)، تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، مصر، المكتبة التجارية، ١٣٥٧هـ-١٩٨٣م.
١٢٣- الهندية فى فروع الحنفية، ط :٢، بيروت، دار الفكر، ١٣١٠هـ.